مؤمنات کا قافلہ

اور ان کا کردار

اردو ترجمہ

سمیر المؤمنات
وانیس الصالحات

مؤلف: عبداللہ بدران
مترجم: ثناء اللہ محمود
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 021-2213768

مومنات کا قافلہ

اور ان کا کردار

مؤمنات کا قافلہ

اور ان کا کردار

اردو ترجمہ

سمیر المؤمنات

وأنیس الصالحات

مؤلف : عبد اللہ بدران

مترجم : ثناء اللہ محمود

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 021-2213768

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

اردو ترجمہ کے جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی

طباعت : ستمبر ۲۰۰۱ء شکیل پریس کراچی۔

ضخامت : صفحات ۲۴۸

ملنے کے پتے

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور
ادارۃ اسلامیات اردو بازار کراچی

عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	پہلا باب وہ خواتین جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے	
(۱)	حضرت حوا انسانوں کی ماں	۱۵
(۲)	زوجہ نوح علیہ السلام	۱۹
(۳)	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریک حیات دو خواتین	۲۲
(۴)	زوجہ حضرت لوط علیہ السلام	۲۵
(۵)	زوجہ عزیز مصر	۲۹
(۶)	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ	۳۳
(۷)	فرعون کی بیوی	۳۶
(۸)	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ	۴۰
(۹)	حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ	۴۳
(۱۰)	ملکہ سبا	۴۶
(۱۱)	عمران کی زوجہ	۵۱
(۱۲)	مریم بنت عمران	۵۴
(۱۳)	ابولہب کی بیوی	۵۹
(۱۴)	مجادلہ (لڑنے والی عورت)	۶۳
(۱۵)	معاذہ اور مسیکہ رضی اللہ عنہا	۶۶
(۱۶)	ام کجہ الانصاریہ	۷۱
(۱۷)	کبیشہ بنت معن	۷۴

(۱۸) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ۷۶

دوسرا باب
نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیاں

(۱۹) حضرت زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۷۹
(۲۰) حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ ۸۴
(۲۱) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۸۹
(۲۲) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ۹۳

تیسرا باب
نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کا ذکر

(۲۳) حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ۱۰۱
(۲۴) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ۱۰۶
(۲۵) حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۱۰
(۲۶) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۲۲
(۲۷) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(۲۸) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۳۳
(۲۹) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۳۴
(۳۰) حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۳۹
(۳۱) حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۴۲
(۳۲) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۴۷
(۳۳) حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۵۱
(۳۴) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۵۳
(۳۵) حضرت اسماء بنت نعمان ۱۵۷
(۳۶) حضرت قتیلہ بنت قیس ۱۵۸

چوتھاباب
بافضیلت صحابیات کا ذکر

(۳۷)	حضرت اروی بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۵۹
(۳۸)	حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۶۱
(۳۹)	ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۶۴
(۴۰)	حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۶۷
(۴۱)	حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۷۲
(۴۲)	حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۷۵
(۴۳)	ام عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۷۸
(۴۴)	فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۸۴
(۴۵)	ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۸۹
(۴۶)	حضرت خنساء بنت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۹۱
(۴۷)	حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۹۶
(۴۸)	حضرت ام ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۹۸
(۴۹)	حضرت ام شریک الدوسیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۰۱
(۵۰)	حضرت زنیرہ رومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۰۲

پانچواں باب
بافضیلت خواتین

(۵۱)	معتصم اور عموریہ کی فتح	۲۰۳
(۵۲)	امیرالمومنین کی بیٹی کا ہار	۲۰۵
(۵۳)	ایک جاں نثار ماں	۲۰۶
(۵۴)	فقر وایثار	۲۰۹
(۵۵)	حضرت سفیان ثوری کی والدہ	۲۱۰
(۵۶)	حضرت ام الخیر بنت حریش	۲۱۰

(۵۷) حضرت عثمانؓ کی اہلیہ کی بددعا ۲۱۴
(۵۸) عمرہ بنت عبدالرحمٰن ۲۱۵
(۵۹) بہترین نکاح ۲۱۵
(۶۰) ایک ماں کی اپنی بیٹی کو نصیحت ۲۱۹
(۶۱) ایک عقلمند اور مضبوط رائے کی مالک لڑکی ۲۲۰
(۶۲) ظلم کی ابتداء کرنے والا زیادہ ظالم ہے ۲۲۲
(۶۳) خیانت کا انجام ۲۲۴
(۶۴) شیطانی وسوسہ ۲۲۵
(۶۵) بزرگ نے اپنے ہونٹ ہلائے ۲۲۶
(۶۶) رحم دل بادشاہ ۲۲۷
(۶۷) کیا تو ڈرتی ہے کہ میں اسے قتل کردوں گا ۲۲۸
(۶۸) مجھے اللہ تعالیٰ اور اسلام نے روک دیا ۲۲۹
(۶۹) بہترین انجام تقوے کا ہے ۲۲۹
(۷۰) تیری بیوی تم لوگوں میں زیادہ مکرم ہے ۲۳۲
(۷۱) عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ۲۳۳
(۷۲) عزت وحمیت کا منتظر ۲۳۶
(۷۳) ازدہ بنت حارث بن کلدہ ۲۳۷
(۷۴) نفیسہ بنت الحسن بن زید بن الحسن ۲۳۸
(۷۵) حضرت سودہ بنت عمارہ ۲۳۹
(۷۶) ایک بیوی کی وفاداری ۲۴۱
(۷۷) مسلمان لڑکی کی پکار ۲۴۲

عرض مترجم

زیرِنظر کتاب "مومنات کا قافلہ اور انکا اسلامی کردار" یہ عربی کتاب "سمیر المومنات واتیس الصالحات" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب دو مصنفین کی کاوش ہے، جنہوں نے مختلف مضامین لکھے اور انہیں یکجا کیا۔ اس کتاب کے مطالعے سے کئی باتیں سامنے آئیں گی۔ پہلی بات مشہور مسلمان خواتین کا تعارف، ان کی مختصر سوانح، ان کا خاص کارنامہ، اسلام کے لئے ان کی خدمات وغیرہ۔

جہاں تک احقر کا خیال ہے، وہ یہ ہے کہ مصنفین نے اصل میں اسلام کے ماننے والوں کا معیار پیش کیا ہے۔ مسلمانوں میں ایمان کا معیار کیا ہے؟ اور اسلام نے ان کے خیالات اور جذبات کس طرح بدل دیئے، اور ایک مسلمان عورت کا معیار کیا ہونا چاہئے۔ اس پر انہوں نے واضح طور سے اشارہ نہیں کیا، مگر کتاب کا صنیع ان مذکورہ باتوں کا غماز ہے۔

انہوں نے چند غیر مسلم خواتین کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ایک تو اسے باب کے عنوان کی مناسبت سے ذکر کر دیا گیا ہے، دوسرے یہ کہ اسلام سے انہیں کس بات نے دور رکھا، اس پہلو کو اجاگر کیا ہے۔

اسی طرح آخر میں چند ایسے واقعات بھی ہیں جن کا بظاہر موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں بھی اکا دکا واقعات کے علاوہ بقیہ واقعات میں کسی نہ کسی طرح خواتین کا ذکر موجود ہے، اور موضوع کے خلاف واقعات عبرت آمیز ہونے کی وجہ سے نقل کئے گئے ہیں۔

ایک بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ دراصل یہ کتاب عربی کا محض لفظی ترجمہ نہیں بلکہ اسے ترجمانی کہا جائے تو بہتر ہے، کیونکہ عربی کے فصیح الفاظ کا بعینہ ترجمہ اردو ادب سے کہیں کہیں ماوراء ہوتا ہے اور کہیں الفاظ کا تکرار ہوتا ہے اور بعینہ لفظی ترجمہ اردو ادب کے مطابق نہیں ہوسکتا، اس لئے کتاب کے مضمون کی اپنے الفاظ میں ترجمانی کردی جاتی ہے۔ اس لئے یہاں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔

عربی کتاب میں کہیں بہت زیادہ اختصار تھا جس سے پیراگراف کی عبارت ادھوری محسوس ہوئی، وہاں مناسب الفاظ بڑھا کر بات کو مکمل کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر کہیں بات تشنہ محسوس ہوئی تو اسے بھی اسی طرح درست کر دیا گیا۔ بعض جگہ ایسی باتیں تھیں یا ایسے الفاظ تھے جو اردو ادب یا عقائد اہلسنت سے متصادم تھے تو انہیں مناسب انداز میں بدل دیا

گیا۔اس طرح کئی جگہ کیا گیا ہے، جسے کتاب کی تہذیب کہا جا سکتا ہے۔
مصنفین نے اگر کہیں عام تاریخی روایات سے ہٹ کر مئوقف اختیار کیا ہے تو اسے جوں کا توں رہنے دیا گیا ہے تا کہ مصنفین کے مسلک اور موقف کے ساتھ ہی کتاب آپ کے سامنے آئے۔

کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا باب ان خواتین کے تذکرے پر مشتمل ہے جن کے بارے میں قرآن کریم نے گفتگو فرمائی ہے اور اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کی خواتین شامل ہیں۔

دوسرا باب بنات النبی ﷺ کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

تیسرا باب ازواج مطہرات رسول اکرم ﷺ کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

چوتھا باب با فضیلت صحابیات کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

پانچواں باب با فضیلت خواتین کے واقعات پر مشتمل ہے، جن میں بعض صحابیات کا تذکرہ بھی آ گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس کتاب میں مسلمان خواتین کے ایمانی معیار، جرات، حوصلہ، جذبہ ایثار وقربانی سے گفتگو کی گئی ہے اور یہ کہ اسلام نے ان کے ذہنوں میں کیا تبدیلی کی اور موجودہ دور کی مسلمان خاتون کو کیسا ہونا چاہئے۔

آخر میں یہ درخواست ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر جہاں مسلمان خواتین کا تعارف اور ان کی سوانح وکردار سے آگاہی ہوتی ہے وہاں ان کے اس روشن کردار کو اپنانے کی کوشش بھی کی جائے۔قربانی، ایثار، حوصلہ مندی اور حق گوئی کے جذبات اپنے اندر ابھارنے کی کوشش کی جائے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اور تمام قارئین سے درخواست ہے کہ احقر، اس کے گھر والوں، والدین، اساتذہ اور ناشر، ان کے والدین اور مصنفین کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔آپ کی یہ دعا احقر، ناشر اور مصنفین کی تمام کاوشوں کا صلہ ہوگی۔جزاکم اللہ خیرا۔

واللہ ھو الموفق والمعین وعلیہ توکلت والیہ انیب

ثناء اللہ محمود

فاضل تخصص جامعہ دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور درود وسلام ہو ہمارے آقا محمد ﷺ پر اور ان کی تمام آل اور ہمارے صحابہ پر۔

امابعد!

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین حنیف اسلام کے ذریعے عزت بخشی اور ہمیں اس عقیدے سے معزز بنایا کہ جس میں کوئی کجی شامل نہیں اور نہ کسی گمراہی کا شبہ۔ اور ان اخلاق حمیدہ اور سچے معاملے کے ساتھ اکرام کیا جن پر اس نے ہمیں قرآن کریم میں ترغیب دی اور اس کے نبی اور رسول مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت نے اس کی تفصیل بیان کی۔

بہت سے لوگوں نے یہ روش اختیار کی ہے کہ اپنے خودساختہ عقیدوں یا گڑھے ہوئے مبادی، یا ایسے مذاہب کے جن کو صحیح اور مضبوط گمان کرتے ہیں، پیچھے چل پڑتے ہیں اور اپنے افکار کے ثبوت اور نشر و توزیع کو چاہنے لگے ہیں اور ان مذاہب اور عقیدوں کے پیرو اپنی آراء کی جانب دعوت بھی دینے لگے ہیں۔ خوب محنت کرتے ہیں اور زمانے کے مطابق بنا کر اس کی مدح بھی کرتے ہیں اور ہر ایک کو انہیں اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس کی مخالفت کرنے والے سے بے کار اور فاسد دلائل سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان دلائل میں محض فریب اور باطل قسم کے افسانے ہوتے ہیں۔

مگر اس قسم کے عقائد ونظریات بہت کم عرصہ چل پاتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصے میں ٹوٹ پھوٹ کر ہوا میں اڑ جاتے ہیں اور یہ اس کے بعد ہوتا ہے کہ جب ان دعوؤں کا کھوٹا پن ثابت ہو جائے۔ ان کے دلائل کا بطلان واضح ہو جائے اور جب لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مصلحت، خواہش، مخالفت کی محبت، خواہش کی پیروی اور ہٹ دھرم انانیت ان عقائد اور مبادی کے ظاہر ہونے کے اہم اسباب تھے۔

اور جس طرح یہ جھوٹے اصول اور وقتی نظریات ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں تو بہت سے لوگ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ عقیدہ اسلامیہ پر بھی شاید کوئی ایسا وقت آئے کہ (نعوذ باللہ) وہ بھی ٹوٹ پھوٹ اور شکست کا مزہ چکھے گا۔ اور یہ لوگ اس چیز کا ہر سال اور ہر صدی میں

انتظار کرتے ہیں۔ مگر ان کا یہ انتظار طویل ہو چکا، امیدیں خاک میں مل گئیں اور ان کے خواب ہوا کے دوش پر روانہ ہو گئے۔

اور یہ سب اس لئے کہ یہ عقیدہ (اسلام) انسان کے خیالات کی پیداوار نہیں اور نہ کسی فلسفی کے وہم کا نتیجہ، یا کسی راہب یا نجومی کی کرشمہ سازی، نہ کسی شاعروادیب کے تصورات اور نہ ان لوگوں کا خواب ہے جنہیں لوگ باصلاحیت ولی سمجھتے ہیں۔

بلکہ یہ ایسا عقیدہ ہے جسے رب العالمین نے بنایا ہے۔ جو آسمانوں اور زمین کا خالق اور زمین میں موجود انسانوں، حیوانوں اور نباتات وغیرہ کا موجد ہے۔

یہ اسلام ہے، یہ وہ تابندہ شریعت ہے جس کا بنانے والا خود اس کا محافظ اور کفیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بے شک ہم نے یہ ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' (سورۃ الحجرات، آیت نمبر ۹)

یہ وہ دین ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لئے پسند فرمایا اور اس کے ذریعے ہم پر انعام کیا اور تمام انسانوں پر اس کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نبی ﷺ پر مکمل فرمادیا۔ ارشاد ہے:

''آج کے دن ہم نے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کردیا اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کرلیا۔''

رسول اللہ ﷺ ہادی، بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بن کر تشریف لائے اور دین حنیف کی تعلیمات کو پھیلایا اور لوگ جوق در جوق آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور داعیین اس نوری پیغام علم اور ہدایت کو لے کر دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے اور زمین خیر و برکت سے بھر گئی اور نفوس میں نیکی، اخلاق اور تربیت جڑ پکڑ گئی اور دل روشنی، رقت اور رحمت سے معمور ہو گئے اور زبانیں ذکر اور تسبیح سے بھرپور ہو گئیں۔

سلف صالحین نے شریعت اسلامیہ پر خود کو اچھی طرح ڈھال لیا اور اس کا اچھی طرح التزام کرلیا اور سچائی اور ثابت قدمی سے شریعت کی نہج پر چلے اور ان کا ایک دوسرے سے حسن معاملہ ضرب مثل بن گیا، اور ان کے اخلاق وہ مینارہ نور بنے جن سے امتوں نے ہدایت پائی اور اس کے نور سے اقوام عالم نے ضیاء پائی۔

کتب تاریخ و ادب، سوانح اور کتب اخلاق اپنے صفحات میں ان کے حیرت انگیز قصے، ان کی قابل تعریف سیرت اور ان کے منفرد واقعات اور سچی باتیں آج تک نقل کرتی چلی آ رہی ہے اور لوگ ان کے قصوں کو عبرت، نصیحت اور فرمانبرداری کے مضامین میں نقل کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کو ان قصوں کی اہمیت معلوم تھی اس لئے وہ انہیں اپنی مجالس میں بیان کرتے اور اپنی محفلوں میں ان کی گفتگو کرتے اور اپنی اولادوں کو دکھاتے رہتے۔ حتیٰ کہ کچے دلوں میں نصیحت جڑ پکڑ لیتی اور ان کے نفوس مہذب، دل روشن، روحیں پاکیزہ ہو جاتیں اور اعمال بلند اور اخلاق، بھلائی، تقویٰ اور نیکی میں ترقی کر جاتے۔

خود کلام الٰہی میں موجود ہے کہ ان قصوں میں عبرت اور فوائد ہیں۔ فرمایا کہ ”بے شک ان کے قصوں میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے۔“ (سورۃ یوسف، آیت نمبر ۱۱۱)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”الٓرٰ، بے شک ہم نے قرآن عربی نازل کیا ہے تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، ہم قصہ کہتے ہیں۔ تجھے ایک بہترین قصہ، اس میں سے جو ہم نے تیری طرف یہ قرآن وحی کیا ہے اور اس سے پہلے تجھے اس کی خبر نہ تھی۔“ (سورۃ یوسف، آیت نمبر ۱۔۳)

لیکن اس زمانے کی ایک برائی اور مشکل جو آج کل ہم اسلامی ممالک میں دیکھتے ہیں وہ ہے ”اسلام اور مسلمانوں کے درمیان دوری“ ہمیں مسلمان ایک الگ جگہ اور اسلام شریعت اور عقیدہ دوسری جگہ نظر آتا ہے۔ ہم ان کے آپس کے تعامل کو دیکھتے ہیں تو وہ معاملہ نظر نہیں آتا جس کی ترغیب اسلام نے دی ہے۔ اسی طرح ان کے وہ اخلاق نہیں جن کا اسلام نے حکم دیا۔

اسی طرح سیرت کے معاملے میں بھی ان میں وہ سچی روح نہیں ملتی جو سلف صالحین میں پائی جاتی تھی۔

اگر ہم اس دوری کے اسباب پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ لوگوں اور ان کے عقیدے میں یہ خلیج ان کے اور سنت نبوی ﷺ کے درمیان حائل وہ خفیہ میدان وہ آپس کا غیر اسلامی تعامل اور اخلاق ہیں جو اس وقت ان کا وطیرہ بنے ہوئے ہیں۔

اس طرح معلوم ہوگیا کہ ہدایت اور روشنی کے اس معاشرے میں واپسی کا ایک ہی

راستہ ہے۔ تقوے اور اخلاق محمودہ کے اپنی عمارت میں واپسی کا ایک راستہ ہے اور وہ راستہ ہے مسلمان اور اسلام کے درمیان باہمی مضبوط رابطہ اور تعلق۔ اور اپنے عقیدے کی طرف رجوع اور سچائی، عزم اور ثابت قدمی کے ساتھ اس کا التزام اور اکیلے وحدہ لاشریک پر بھروسہ اور یقین، جو کہ ان کی پناہ اور مضبوط ناقابل تسخیر قلعہ ہے۔

یہ کتاب ایسی ہی ایک کوشش ہے، جس میں ہم نے ان خواتین کے واقعات درج کئے ہیں جنہوں نے اپنے کردار کو تاریخ کے صفحات پر سنہری حروف میں درج کروایا۔

ہم نے اس کتاب میں اولاً ان خواتین کا تذکرہ کیا ہے جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر ہم نے بعض صحابیات کے قصے پیش کئے ہیں اور پھر سلف صالحین میں سے بعض کے حیرت انگیز کردار پر مبنی واقعات تحریر کئے ہیں اور پھر اس کتاب کو ایک خوبصورت قصیدہ کے ساتھ ختم کیا ہے۔ جس میں مسلمان عورت اور اس کی زندگی کا ذکر ہے۔

اور اس کتاب کا مقصود دور حاضر کی مسلمان عورت کے لئے سلف کی خواتین کا عملی نمونہ اور مثالیں پیش کرنا ہے تاکہ اس سے کوئی فائدہ عبرت اور نصیحت حاصل ہو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس عمل کو خالصتاً اپنی رضا کے لئے بنا دے اور تمام مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے۔ آمین۔

پہلا باب

وہ خواتین جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے

(۱) حضرت حواء (انسانوں کی ماں)

جب بھی عورت کا تذکرہ کیا جائے گا تو لامحالہ انسان مخلوقات کی زندگی میں پیدا ہونے والی پہلی عورت کے بارے میں اور اس نفس کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے "جوڑا" بنایا، اور ساری خلقت کو اس جوڑے سے پیدا فرمایا، ضرور سوچے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور بے شک اللہ تعالیٰ نے زوجین مرد و عورت کو پیدا کیا۔ (سورہ النجم، آیت نمبر ۴۵)

اور اس مخلوق کی ابتداء اس وقت ہوئی جب خالق انسانیت نے فرمایا کہ میں پہلی انسانی جان کو بنانے لگا ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جب تیرے رب نے کہا فرشتوں سے کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں پس جب میں اسے ڈھب پر لا چکوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو اس کے سامنے سجدے میں گر جانا۔" (ص آیت نمبر ۲۷)

اور اسی پہلے لمحے میں جب آدمؑ کی پیدائش ہوئی ان کا ازلی وابدی دشمن بھی ظاہر ہو گیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے متکبرانہ انکار کرتے ہوئے کہا۔

"میں اس سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔"

(الاعراف آیت نمبر ۱۲)

اور پھر آدمؑ جنت الخلد میں رہنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی کا ایک شریک انسیت کے لئے ان کی ایک پسلی سے پیدا فرما دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(اللہ) وہی ذات ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا

بنایا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔ (الاعراف نمبر ۱۸۹)

یہیں سے ہم اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

حوا علیہا السلام وجود کے اعتبار سے دنیا کی پہلی خاتون ہیں اور حضرت آدمؑ کی خواہش بھی تھی کہ ان کی زندگی میں کوئی ساتھی ہو جو ان کے لئے اشیائے خورد و نوش بنائے اور دیگر امور میں ساتھ دے۔ اللہ تعالیٰ نے خود انہیں نہایت تکریم اور اعزاز سے پکارا۔

اے آدم تو اور تیری زوجہ جنت میں رہو اور وہاں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ پیو اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (البقرہ نمبر ۳۵)

اس طرح حضرت آدمؑ اور حواؑ اپنے رب کے حکم سے راضی جنت میں رہنے لگے اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے مگر جلدی ہی ابلیس کا دل کینہ سے پر ہو گیا اور کیوں نہ ہوتا اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدم و حواؑ کو وہ تنبیہ خود سنی تھی۔

اے آدم یہ (ابلیس) تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے کہیں تمہیں یہ جنت سے نہ نکلوا دے اور تم مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔ بے شک تو جنت میں نہ بھوکا ہو گا اور نہ برہنہ نہ تجھے پیاس لگے گی اور نہ دھوپ میں تپے گا۔ (طٰہٰ، آیت نمبر ۱۱۷ و نمبر ۱۱۹)

پھر ابلیس نے انہیں اس شجر ممنوعہ کے کھانے پر اکسایا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ ابلیس نے انہیں کہا کہ یہ پھل کھا کر تم لوگ فرشتے اور ہمیشہ جنت میں رہنے والے بن جاؤ گے۔

ارشاد ہے اور اس نے دونوں کو دھوکہ سے ورغلایا۔ (الاعراف نمبر ۲۲)

اس طرح ابلیس اپنی سازش میں کامیاب ہوا اور حضرت آدم و حواؑ نے وہ پھل کھا لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

جب ان دونوں نے وہ پھل چکھا تو دونوں کے بدن بے پردہ ہو گئے اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے ستر ڈھانپنے لگے۔ (الاعراف نمبر ۲۲) اور یہ انسانی تاریخ کی پہلی غلطی اور نافرمانی تھی جو حضرت آدم اور حواؑ سے سرزد ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا ان پر عتاب اور ان حضرات کو ندامت ہونا شروع ہو گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور ان دونوں کو رب نے پکارا کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔ انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم نے

اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور اگر تو معاف نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔ (الاعراف نمبر ۲۲)

اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرما کر انہیں معاف کر دیا لیکن انہیں جنت میں رہنے نہ دیا۔

ارشاد قرآنی ہے۔

پھر اُن کے رب نے اسے چن لیا، توبہ قبول کی، ہدایت عطا کی فرمایا تم دونوں اتر جاؤ اس جنت سے۔ (طٰہٰ۔ نمبر ۱۲۲)

حضرت آدمؑ زمین پر اتر آئے یہاں انہوں نے وحشت اور گھبراہٹ محسوس کی، اب کہاں جائیں؟ سرزمین پر وحشت ناک خاموشی طاری تھی یہ تنہا اکیلے تھے رات گذرتی دن آتا پھر رات آجاتی۔ مگر گھبراہٹ اور وحشت کے سوا ان کا کوئی ساتھی نہ تھا انہیں حضرت حواء کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ حضرت آدم کو اپنی حیرت اور ندامت کے سامنے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ سوائے یہ کہ وہ خدا رب العزت کے سامنے التجا و توبہ کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

پس حاصل کر لئے آدمؑ نے اپنے رب کی طرف سے چند کلمات تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی۔ (البقرہ۔ نمبر ۳۷)

توبہ قبول ہونے کے بعد حضرت آدمؑ نے ایک گونہ سکون محسوس کیا لیکن وہ اپنے لئے حضرت حواءؑ کی موجودگی کی اہمیت کو شدت سے محسوس کر رہے تھے لہذا انہوں نے دوڑتے ہوئے انہیں آوازیں دینا شروع کر دیں عرصہ تک تو ان کی آواز کی بازگشت ہی سنائی دیتی رہی مگر پھر ایک دن بچھڑے ہمیشہ کے لئے مل گئے۔

یہ ملاقات عرفات کے پہاڑوں پر ہوئی اور اس ملاقات کے نتیجے میں زمینی سیارے پر نئی زندگی کی ابتداء تھی زمین انسانوں سے بھر گئی، اور پھر ثواب و عقاب، علم صالح، علم فاسد کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ اور اب دو راستے بن گئے۔

ایک تو بھلائی کا راستہ جس پر چلنے کا نتیجہ جنت اور اچھا ٹھکانہ ہے دوسرا برائی کا راستہ جس پر چلنے کا انجام جہنم اور برا ٹھکانہ ہے۔

دنیا کی اس پہلی عورت نے پہلے مرد کے ساتھ دنیا کی وسیع اور عجیب گھاٹی میں زندگی

کے نشیب وفراز کے باوجود ذہنی خوشی اور اطاعت سے چلنے کو اختیار کرلیا، اور دنیا میں انسان اور زندگی جنم لینے لگی۔

حضرت حواؑ کے ہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے ان میں ایک بچہ قابیل اور اس کے ساتھ لڑکی اقلیما تھی۔ اور ایک بچہ ہابیل پیدا ہوا جس کے ساتھ جڑواں لڑکی لبودا پیدا ہوئی۔ جب یہ بچے بڑے ہوئے تو دنیا میں پہلا جھگڑا جو انسانیت نے دیکھا وہ عورت کے مسئلے پر تھا، حضرت آدمؑ کے حکم کے موجب قابیل کو لبودا اور ہابیل کو اقلیما سے نکاح کرنا تھا مگر قابیل نے اقلیما سے جو اسکی جڑواں تھی، نکاح کرنا چاہا۔ اختلاف کے بعد فیصلہ قربانی پر ہوا اور ہابیل کی قربانی قبول ہوئی مگر قابیل نے اس فیصلے کے خلاف ہابیل کو قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اور قابیل نے ہابیل کو قتل کرنے کا عندیہ دیا مگر ہابیل نے کہا۔

اگر تو میرے کو قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو میں پھر بھی تجھے قتل کرنے کو ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ (المائدہ۔نمبر ۲۸)

اس کے بعد وہ خوفناک واقعہ پیش آیا جو خیر وشر کی کشمکش کا نتیجہ تھا اور انسانیت جسے ہابیل کے قتل سے پہچانتی جو خود اس کے بھائی نے کیا تھا۔ اور عورت نے یہاں اپنی اہمیت جتا دی کیونکہ اس جھگڑے کا سبب وہ ہی تھی۔

لیکن ہم اس موضوع پر خاص گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ مگر آدمؑ کے ساتھ عورت کا وجود یہ وجود انسانی میں ایک سبب ظاہر ہے اور اسی طرح زمین پر عورت کی وجہ سے پہلا قتل، اس کا بھی سبب ظاہری ہے۔

لیکن حقیقت میں یہ سب کچھ اللہ عزیز وعلیم جس نے ہر چیز کو احسن طریقے سے بنایا ہے۔ کی ایک تدبیر اور مرضی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے منزل متعین کردی ہے اور اس کے لئے دو راستے بنا دیئے ہیں (جیسا کہ زوجین کو بنایا ہے) ایک راستہ خیر اور دوسرا شر کا ہے۔ خیر اور شر کی کشمکش ہمیشہ موجود ہے اور ہر انسانی نفس میں رہے گی چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ (۱)

(۱) حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے حالات مزید جاننے کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ بہت مفید ہے۔
قصص الانبیاء علامہ ابن کثیر۔ تفسیر ابن کثیر (۳ص ۱۷۶)
تہذیب ابن عساکر (۲ص ۳۵۱) الدر المنثور (اص ۱۳۵) تفسیر طبری (اص ۲۴۴)
البدایۃ والنہایۃ (اص ۷۷)

یہ حضرات حوؑا کی شخصیت اور زندگی تھی عورت ہونے کے باوجود وہ اپنے شوہر سے زیادہ مختلف نہ تھی حالانکہ عورت ہر حال میں مرد کی ایک پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔

(۲) زوجہ نوح علیہ السلام

قافلہ وقت چلتا رہا اور انسانیت کے لیل ونہار یونہی گزرتے رہے زمین آدمؑ وحوؑا کی اولادوں سے بھرتی رہی۔ زمانے گذرنے کے ساتھ ساتھ لوگ اپنے خالق کو بھولتے چلے گئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چھوڑ دی۔ اب ضرورت تھی کہ کوئی نبی آئے اور لوگوں کو راہ راست پر لائے اس لئے حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔

نوح علیہ السلام حضرت آدمؑ کی دسویں پشت پر ان کے پوتے ہیں رسالت ملنے کے بعد انہوں نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے اور جہنم کی طرف لے جانے والی جھوٹی تقلید کو چھوڑنے کی دعوت دی۔

اور فرمایا۔

اے میری قوم! میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (سورہ نوح آیت نمبر ۲۔۳)

نوح علیہ السلام کو دعوت دیتے ہوئی طویل مدت گزر گئی مگر لوگوں کے دل پتھر کی طرح سخت بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت تھے، گمراہی کے اندھیرے نے ان کی آنکھوں سے حقیقت چھپا دی اور وہ اپنی گمراہی پر ڈٹے رہے حتیٰ کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے راہ راست پر آنے سے مایوس ہو گئے۔ تو انہوں نے بارگاہ ایزدی میں التجاء کی۔

اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی مگر میری دعا سے صرف ان کا بھاگنا زیادہ ہوا ہے میں جب بھی انہیں بلاتا ہوں تا کہ تو انہیں معاف کرے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں۔ (سورۃ نوح)

ان کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو چیلنج کر دیا۔ کہا،

اے نوح تو نے ہم سے بہت زیادہ جدال کیا ہے بس اب وعدہ کے مطابق تو (وہ عذاب) لے آ اگر سچا ہے۔ (سورہ ھود آیت نمبر ۳۲)

اپنی قوم کو کفر پر سختی سے ڈٹے دیکھ کر نوح علیہ السلام کو شدید رنج ہوا لیکن اس وقت ان

کی بیوی کہاں تھی؟ اس پوری زندگی میں وہ کہاں ہے؟

کسی کو اس کا نام نہیں معلوم، کیوں کہ قرآن کریم میں اور نہ ہی تورات وغیرہ میں اس کے نام کا ذکر ہے۔ دونوں ہی میں اسے ''امراۃ نوح'' کہا گیا ہے۔

تعجب ہے کہ نوح علیہ السلام کی بیوی متکبرین میں سے تھی خدا کی اور ان کی دعوت کا انکار کیا اور جھٹلایا اور نیک نہ بنی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کسی کی شریک حیات اس کے موقف میں شریک نہ ہو اس کا دست و بازو نہ بنے مددگار نہ ہو تو انسان پر بڑی مشکل کا وقت ہوتا ہے۔ اور نوح علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی پریشانی رہی کہ ان کی بیوی نے نبی کی بیوی ہونے کا بھی احساس نہ کیا اور کفار کے ساتھ رہی اور کافروں نے جب ان پر مجنون ہونے کا الزام لگایا تنگ کیا تب بھی اس نے ساتھ نہ دیا۔

لیکن ایک جلیل القدر نبی کی بیوی ہونے کے مرتبہ نے اسے اللہ کے عذاب سے نہ بچایا اور نہ شفاعت کی بلکہ ہمیشہ کی جہنم اس کا مقدر بن گئی۔ قرآن کریم میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے مومن عورت کی مثال دی ہے اور اسے مومن خواتین کے لئے اسوہ حسنہ بنایا ہے اسی طرح کافر عورت کی مثال دے کر اسے خواتین دنیا کے لئے ''نمونہ عبرت'' بنایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کو نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال دی ہے یہ دونوں ہمارے نیک بندوں کی بیویاں تھیں مگر انہوں نے خیانت کی اور ان کو اللہ سے کوئی چیز نہ بچا سکی اور انہیں کہا گیا کہ تم دونوں جہنم میں داخل ہو جاؤ دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ (تحریم آیت نمبر۱۰)

ان کی بیوی نے صرف کافر ہونے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ تکلیف دہی اور تمسخر میں ان کا ساتھ دیتی رہی اور کافروں کو اس وقت حضرت کو تکلیف پہنچانے کی ترغیب بھی دیتی رہی جب وہ کشتی بنا رہے تھے تاکہ طوفان میں ایمان والے محفوظ رہ سکیں۔

نوح علیہ السلام نے رب کریم کے سامنے اپنا شکوہ پیش کیا اور کافروں کی ساری باتیں ذکر کر دیں اور اس کے بعد بد دعا کے لئے اللہ کی بارگاہ میں متوجہ ہوئے۔ فرمایا

اے میرے رب زمین میں کسی جگہ کافر مت چھوڑ اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو یہ تیرے

بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کے ہاں اولاد بھی فاجر ہی ہوگی۔

اس طرح نوح علیہ السلام کی بیوی کافر رہی، کشتی میں سوار نہ ہوئی اور غرق ہوگئی اسی طرح اس کا بیٹا بھی غرق ہوا وہ بھی سوار نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹے اور باپ کا مکالمہ قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔

اور نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی وہ الگ راستے پر تھا، اے میرے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا، کافروں کے ساتھ مت ہو، اس نے کہا کہ میں ابھی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا، فرمایا آج کے دن اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچے گا سوائے اس کے جس پر اللہ رحم کرے۔ اسی دوران ان کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ غرق ہوگیا۔ (سورہ ہود، نمبر ۴۲۔۴۳)

اس طرح کافر غرق ہوگئے اور آسمان والے کا انتقام پورا ہوگیا اور بعد میں پانی خشک ہوگیا تاکہ زندگی پھر سے اپنی اس پرانی ڈگر پر چل پڑے جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بنایا تھا۔

اس سارے قصے میں ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم حضرت نوح کی زندگی کی ان جھلکیوں میں ان کی نافرمان بیوی کا مرتبہ متعین کریں، اور اللہ تعالیٰ کے اس اکرام کے بعد کہ وہ ایک نبی کی بیوی بنی اس کی پستی کو جان لیں۔ کیونکہ اس نے اس عزت کو ٹھکرایا اور اپنے شوہر کی دعوت قبول نہ کی، اور صرف انکار پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اردگرد کی گمراہی میں لگ گئی اور اس طرح پورے خاندان کی بنیاد توڑ کر اسے منقسم کردیا۔ اور کفر کر کے اللہ تعالیٰ کی خیانت کی اور خود پر نافرمانی طاری کر لی، اور اپنے شوہر کی رسالت اور نبوت کی تکذیب کر کے بھی خیانت کی مرتکب ہوئی۔ (۱)

اور پھر نبی کی زوجہ "ہونے" نے اس کی شفاعت نہ کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ہر نفس اپنے اعمال کی بابت مرہون ہے۔ (سورہ مدثر آیت نمبر ۳۸)

---

(۱) حضرت نوحؑ کے قصے کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں۔
الدر المنثور (۸ص۲۹۴) مروج الذھب (۱ص۵۲)
تفسیر الطبری (۱۲ص۳۵) تاریخ الطبری (۱ص۱۸۳)
قصص الانبیاء لابن کثیر ص ۸۸۔ قصص الانبیا للنجار (ص۶۹)

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریک حیات دو خواتین

اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام نے اپنی چچازاد سارہ سے نکاح کیا یہ آپ : سے دس سال چھوٹی تھیں۔

اللہ کے نبی ابراہیمؑ اپنے بچپن سے ہی ان بتوں کو ''جنہیں ان کی قوم پوجتی تھی'' طنزیہ اور استہزائیہ نظر سے دیکھتے اور اپنی قوم کو ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتے، ان کی زوجہ ان کی دعوت میں ان کی حمایتی تھیں اور ان کی محنت، تکالیف وغیرہ میں ہمیشہ ساتھ دیتی، ان کی تصدیق کرتیں اور جب کافروں نے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالنا چاہا تھا ہمت بندھانے والی ان کی زوجہ ہی تھیں۔

حضرت سارہ ان کی ہمت بندھاتی رہیں حتیٰ کہ حق کی دعوت عام ہو گئی اور لوگ دین حنیف کے پیرو بن گئے ''حضرت سارہ'' اپنے شوہر کی تمام تکالیف میں ان کے ساتھ تھیں، ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار بہت کم لوگ بنے، اسی لئے انہوں نے عراق کے شمالی علاقے حاران کی ہجرت فرمائی۔ آپ اپنے والد کے کفر اور بت پرستی پر سخت رنجیدہ تھے اور ہمیشہ اسے نصیحت کرتے رہے۔

قرآن میں اس کا تذکرہ یوں آیا ہے۔

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر کو کہا، کیا تو نے بتوں کو خدا بنا رکھا ہے۔ میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ (الانعام، نمبر ۷۴)

اباجان! تم ان چیزوں کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور تمہیں کسی قسم کا فائدہ نہیں دے سکتے۔ (مریم، نمبر ۴۲)

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ اور بھتیجے حضرت لوطؑ کے ساتھ نہر فرات عبور کی اور اس کے بعد سے عبرانی کہلائے اور یہ لقب ان کی نسل میں یہوذا کی اولاد پر استعمال ہوا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ مصر تشریف لے گئے ان کے ساتھ اس وقت بھی ان کی یہ مومن زوجہ ساتھ تھیں جو ہر تکلیف اور سہولت میں ان کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھیں۔

مصر میں حضرت ابراہیم کی زندگی میں دوسری خاتون داخل ہوئیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

''حضرت ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا مگر تین بار اوران میں سے دو بار اللہ کے حق کے بارے میں تھا ایک مرتبہ بت توڑنے کے لئے بیماری کا بہانہ ''انی سقیم'' کہا اور دوسری مرتبہ بت توڑنے کی ذمہ داری بڑے بت پر ڈالی۔'' (بخاری)

تیسرے کذب کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ ایک دن یہ سفر کرتے کرتے ایک ظالم حکمران کے علاقے میں پہنچ گئے اسے بتایا گیا کہ ایک شخص دنیا کی خوبصورت ترین عورت کے ساتھ آیا ہے اس نے انہیں بلوا بھیجا اور پوچھا کہ یہ عورت تمہاری کون ہے؟ (مشہور یہ ہے کہ اگر عورت کے ساتھ شوہر ہوتا تو اسے یہ بادشاہ قتل کر دیتا تھا اور عورت چھین لیتا لہذا) آپ نے فرمایا کہ میری بہن ہے۔ اس کے بعد حضرت سارہ کے پاس آ کر کہا کہ روئے زمین پر تمہارے اور میرے علاوہ کوئی مومن نہیں ہے اس لئے (تم اور میں اسلامی عقیدے کے بہن بھائی ہیں لہذا) میری بات کو جھٹلانا مت۔

اس کے بعد بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلوا لیا اور ان کی طرف دست دراز کرنا چاہا تو اسے قدرت کی طرف سے پکڑ لیا گیا اس نے حضرت سارہ کو کہا کہ میرے لئے دعا کر دے میں تجھے تکلیف نہیں دوں گا آپ نے دعا کی اسے چھوڑ دیا گیا تو اس نے پھر ہاتھ بڑھایا پھر پکڑا گیا اسے پھر دعا کے لئے کہا، جب انہوں نے دعا کی تو اسے چھوڑ دیا گیا تو اس نے اپنے خادموں کو بلایا اور کہا تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں بلکہ کسی شیطان کو لائے ہو۔ اس کے بعد حضرت سارہ کا اکرام کیا اور حضرت ''ہاجرہ'' کو ان کی خدمت کے لئے دے دیا۔

حضرت سارہ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے پاس تشریف لائیں وہ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے اشارہ سے احوال پوچھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے کافر کا حربہ اس کی گردن میں واپس کر دیا اور خدمت کے لئے ''ہاجرہ'' دے دی۔

پھر حضرت ابراہیمؑ، سارہ اور ہاجرہ کو لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ہاجرہ حضرت سارہ کی خدمت اخلاص اور محبت سے کرتی رہیں، اور عقیدہ توحید پر کاربند ہوئیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں اور عبادت اور اخلاص میں دل و جان سے مرمٹیں اور پکی مومنہ بن گئیں۔ حضرت سارہ کی عمر تقریباً اسی برس ہو چکی تھی مگر اولاد نہیں ہوئی تھی اور انہوں نے حضرت ابراہیم کی اولاد کے لئے رغبت محسوس کر لی تھی وہ ان کی دعاؤں میں یہ دعا سنا کرتی تھیں۔

"اے میرے رب مجھے صالح اولاد عطا فرما۔" (الصافات نمبر ۱۰۰)

حضرت سارہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اب یہ ان کی خواہش پوری ہو جانی چاہئے انہوں نے وہ کام کر دکھایا جو عورت نہیں کرتی اور طاقت سے ماوراء بات کر دکھائی انہوں نے ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کے لئے ہبہ کر دیا تا کہ وہ اس سے نکاح کر لیں تا کہ ان کے ہاں اولاد ہو جائے۔ اور حضرت سارہ نے خود پر ہاجرہ کو ترجیح دے دی۔

حضرت ہاجرہ کی عمر اس وقت تیس سال تھی جب آپ حضرت ابراہیمؑ کے نکاح میں آئیں۔ اللہ نے حضرت اسماعیل جیسا بیٹا جو خوشی اور خوش بختی کی علامت تھا، عطا فرمایا۔ خود ارشاد خداوندی ہے۔

پس ہم نے اسے ایک بردبار بیٹے کی خوشخبری دی۔ (الصافات نمبر ۱۰۱)

لیکن بہت جلد ہی، جب حضرت سارہ نے حضرت ابراہیمؑ کا اپنے بیٹے اسماعیل اور بیوی حاجرہ سے بہت زیادہ اہتمام دیکھا تو فطری غیرت میں مبتلا ہو گئیں اور مطالبہ کیا کہ حاجرہ اور اسماعیلؑ کو گھر سے نکال دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اپنے بیوی اور بچے کو جنوب کی طرف لے جاؤ، چنانچہ انہوں نے انہیں ایک چٹیل میدان اور صحراء میں لا کر چھوڑ دیا، ان کے پاس سوائے چند کھجوروں اور ایک پانی کے مشکیزے کے، کچھ نہ تھا، حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے اور خود کو صحرا میں چھوڑ کے جانے پر حضرت ابراہیمؑ سے چمٹ گئیں لیکن جلد ہی ان کے دل میں اطمینان وسکون آ گیا جب انہیں حضرت ابراہیمؑ نے انہیں بتایا کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔

حضرت ابراہیمؑ وہاں سے چل دیئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ اے میرے رب میں نے اپنے (گھر والوں اور) اولاد کو ایک بغیر کھیتی کی ایک چٹیل وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس چھوڑ دیا ہے اے میرے رب تا کہ وہ نماز قائم کریں پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے اور انہیں خوب پھل عطا فرما تا کہ وہ شکر کریں۔ (ابراہیم نمبر ۳۷)

اور اسی جگہ پر زمزم کا چشمہ جاری ہوا جو مشہور واقعہ ہے کہ حضرت اسماعیل پیاس کی شدت سے بلکنے لگے اور ہاجرہؑ بے قراری سے پانی ڈھونڈنے لگیں اور صفا و مروہ پر اترنے چڑھنے لگیں اور خدائے بزرگ و برتر کو پکارتی جاتیں اتنے میں حضرت اسماعیلؑ کے پیروں

کے قریب سے چشمہ جاری ہو گیا اور اس ویران جگہ پر زندگی لوٹ آئی تا کہ یہ جگہ زمین کا سب سے مقدس مقام قرار پائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا بکّہ (مکہ) میں برکت والا اور ہدایت سارے جہانوں کے لئے۔ (آل عمران نمبر ۹۶)

حضرت سارہ نے جو ایثار کیا تھا اللہ نے اس کا بدلہ دیئے بغیر چھوڑنا پسند نہ فرمایا لہذا فرشتے حضرت سارہ کے لئے ایک مکرم صالح بیٹے کی خوشخبری لے کر نازل ہوئے اور یہ پیدائش ایک معجزہ بنی کیونکہ حضرت سارہ ''سن ایاس'' کو پہنچ کر بوڑھی ہو چکی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

اور تحقیق ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے اور کہا سلام ہو، انہوں نے کہا سلام ہو۔ (سورہ ہود نمبر ۶۹) آگے آیت ہے۔

اور ان کی بیوی کھڑی تھی سو ہنس پڑی اور ہم نے انہیں اسحٰق کی خوشخبری دی اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی۔ (سورۂ ہود)

اس طرح ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی دونوں ازواج مطہرات نے خوشخبری پائی اور دونوں کے ہاتھوں پر معجزات ظاہر ہوئے، حضرت اسماعیلؑ کی والدہ کے سامنے زم زم کا چشمہ ان کے بچے اسماعیل کے لئے اللہ کے حکم کی فرماں برداری کے انعام میں پھوٹا۔ اور کون عورت ہے جو چٹیل صحراء میں بغیر کھانے اور پانی کے رہنے پر راضی ہو جائے؟ مگر یہ صرف اللہ کے حکم کی تابعداری تھی۔

اسی طرح حضرت سارہ کو ان کے صبر، ایمان، اور حضرت ابراہیم کے لئے قربانی کا بدلہ یوں ملا کہ وہ بوڑھی اور بانجھ ہوتے ہوئے بچے کی ماں بنیں۔

بے شک ان دونوں مومن خواتین نے حضرت ابراہیم کے دامن میں زندگی گزاری اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فرمایا۔

(۴) زوجہ لوط علیہ السلام

قرآن کریم نے اپنے پیارے نبی لوط علیہ السلام کی بیوی کا تذکرہ کیا ہے لیکن کسی

مدح اور عزت کے نام سے نہیں بلکہ صرف ''لوطؑ کی بیوی'' کہہ کر کافروں کے لئے دی گئی مثال میں ذکر کر دیا۔

اللہ نے مثال دی ہے کافروں کے لئے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کی۔ (التحریم آیت نمبر ۱۰)

اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ بڑی عظیم الشان ہے۔ قیامت آنے سے پہلے اور میزان عدل قائم کئے جانے سے پہلے اللہ کی مخلوق کو یہ معلوم ہو گیا کہ لوط علیہ السلام کی بیوی آگ کی حق دار ہے۔

ان کے شوہر کے نبی ہونے سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا اور نہ ہی اس نے فائدہ اٹھایا کیونکہ وہ اپنے لئے ذلت رسوائی اور خیانت کو پسند کرتی تھی اور کفر و گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔

ابھی ہم اس عورت کے قصہ کو روکتے ہیں اور کچھ لمحات اللہ کے نبی حضرت لوط علیہ السلام کی حیات مقدسہ کے ملاحظہ کرتے ہیں۔

حضرت لوطؑ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے ان کے والد کا نام ''ہاران'' تھا حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ہاران ہجرت کر گئے تھے وہیں ان کی شادی ہوئی پھر یہ شام ہجرت کر گئے اور اردن کے شہر ''سدوم'' میں سکونت اختیار کی۔

اس شہر کے لوگ فسق اور گمراہی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اخلاق نام کی وہاں کوئی چیز نہ تھی اور پورا شہر حرام کاری اور بدمعاشی سے بھرا ہوا تھا حضرت لوط علیہ السلام نے نبوت ملنے کے بعد وہاں اصلاح کا مشکل ترین کام شروع کیا اور آسمانی دعوت ان نافرمانوں تک پہنچانے لگے۔ فرمایا

تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر آتے ہو بلکہ تم حد سے بڑھنے والی قوم ہو۔ (الاعراف نمبر ۸۱)

اہل سدوم نے صرف کفر، شہوات اور ارتکاب حرام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حضرت لوط علیہ السلام کا مذاق اڑایا اور آپ کی اور مسلمانوں کی عفت، پاکیزگی کے دشمن بھی ہو گئے اور ان کی عفت و پاکیزگی قابل سزا جرم سمجھنے لگے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنے شہر سے نکال دو یہ لوگ پاک رہنا چاہتے ہیں۔ (الاعراف نمبر ۸۲)

یہ لوگ اپنی نافرمانیوں اور فسق و فجور میں مبتلا رہے اور سیدھے راستے پر چلنے والوں کو روکتے اپنی مجلسوں میں کھلم کھلا برائی کی دعوت دیتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دینے کا فیصلہ کیا اور فرشتوں کو بھیجا۔

یہ فرشتے انسانی شکل میں بڑے سحر انگیز خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں آئے اور حضرت لوطؑ کے دروازے پر آ کر ٹھہر گئے۔

اس وقت لوط علیہ السلام کی خائن بیوی کا شرمناک کردار ظاہر ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام "واعلہ" تھا اور حضرت لوط کی تکالیف میں اکثر یہی سبب بنتی تھی۔

جیسے ہی کوئی مہمان حضرت لوطؑ کے گھر میں داخل ہوتا تھا یہ فوراً ہی اپنی قوم کو جا کر ان کی آمد کی اطلاع کر دیتی تھی اس نے حسب سابق ایسا ہی کیا اور ان کی فحاشی اور نامناسب کام میں اعانت کی۔

حضرت لوطؑ ان مہمانوں کی آمد سے ویسے ہی گھبرائے ہوئے تھے اور وہ اپنی قوم کی بری حرکتوں سے خوفزدہ تھے۔ ارشاد باری ہے۔

جب لوطؑ کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے لوگ گئے تو انہیں برا لگا اور ان کا دل تنگ ہوا وہ کہنے لگے آج کا دن بڑا مشکل ہے۔ (ھود نمبر ۷۷)

وہ خائنہ عورت ان مہمانوں کی خبر تو قوم کو دے ہی چکی تھی لہذا لوگ آئے اور حضرت لوطؑ کے گھر کے گرد جمع ہو گئے۔

یہ کمینہ خصلت لوگ اپنی بری خواہش اور شیطانی ہوس کے ساتھ اچھلتے کودتے آئے مگر انہیں معلوم نہ تھا ان کی یہ خوشی عارضی ہے اور یہی خواہش نفسانی انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور انتقام تک پہنچا دے گی اور دردناک عذاب ان کا مقدر بن جائے گا۔ حضرت لوطؑ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور انہیں لوٹنے کا کہنے لگے مگر ان کی سر پر ہوس سوار تھی۔ حضرت لوطؑ نے انہیں کہا کہ اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو، پھر آپؑ نے اپنی بیٹیوں کے رشتے ان کے سرداروں کو پیش کئے مگر انہوں نے ہٹ دھرمی دکھائی اور کہا۔

تحقیق تجھے معلوم ہے کہ ہمیں تیری بیٹیوں پر کوئی حق نہیں اور تجھے بھی معلوم ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ (ھود نمبر ۷۸)

حضرت لوطؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے وہ اپنے مہمانوں پر سے ظلم و زیادتی کو دفع کرنا چاہتے تھے انہوں نے تمنا کی کہ کاش میرے پاس قوت ہوتی تو ان ”بے بقدر لوگوں کو دور کر دیتا۔“ پھر آپ نے اپنے مہمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کاش اگر میرے پاس تمہارا دفاع کرنے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط پناہ میں آ جاتا تو میں تم سے ظلم و زیادتی دور کر دیتا جو کچھ یہ لوگ چاہتے ہیں وہ انتہائی گھناؤنا اور شرم ناک فعل ہے۔

یہ سن کر فرشتوں نے حضرت لوطؑ کا غم دور کر دیا اور کہا کہ ہم اللہ کی بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور آپ کی تکلیف دور کرنے آئے ہیں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ ہم ان لوگوں کے لئے عذاب لے کر آئے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

انہوں نے کہا کہ اے لوط ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے پس اپنے گھر والوں کو رات کے کسی وقت لے کر نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ (ہود نمبر ۸۱)

قوم کے لوگ جب گھر میں مہمانوں کو ڈھونڈنے داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی روشنی اچک لی وہ اندھے ہو گئے تو الٹے پاؤں بھاگ لئے۔

اور تحقیق انہوں نے لوط کو مہمانوں کے بارے میں ستایا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو چوپٹ کر دیا۔ (القمر نمبر ۳۷)

فرشتوں نے حضرت لوطؑ کو کہا کہ اپنے گھر والوں کو لے کر اس سرکش بستی سے نکل جائیں اور کوئی بھی پیچھے مڑ کر عذاب کی ہولناکی کو نہ دیکھے مگر یہ خائن عورت ضرور دیکھے گی اس لئے کہ وہ ان فسادیوں سے راضی تھی اور ان کی مددگار تھی لہذا ان کے ساتھ یہ بھی ماری جائے گی۔ ارشاد باری ہے۔

مگر تیری عورت اس کو بھی وہ عذاب پہنچے گا جو انہیں پہنچے گا۔ (الایۃ ہود نمبر ۸۱)

پھر اس مکروہ عمل کے عادی بستی والوں پر عذاب اترا اور ان پر پے در پے پتھر بارش کی طرح برسنے لگے۔ اور ان پر ہر شخص کا نام لکھا تھا۔

لوط علیہ السلام کی بیوی ایک بری زوجہ اور عورت کی مثال ہے اس نے صرف حضرت لوطؑ کی رسالت سے انکار اور کفر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے ہی گھر سے دشمنی کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر جرات کی، کافروں کی حمایت اور ان کی کفر پر معاونت کی۔ وہ ان کی فحش عمل پر

معاون اور ترغیب دینے والی تھی کیونکہ اس نے اپنے شوہر کے مہمانوں کے لئے بھی انہیں بلایا تھا۔

یہ ایک ایسی عورت کا کردار ہی ہو سکتا ہے جو بیمار فکر، اور بے کار عقل کی حامل ہو، اور اس عورت کو نور اور خوش بختی بھی حاصل تھی مگر اس نے اندھیروں اور بد بختی میں رہنے کی وجہ سے انہیں ترک کر دیا، اور اس کے نتیجے میں دنیا میں رسوائی کی سزا اور قیامت تک کے لئے ایک الگ سزا میں مبتلا ہوگئی، اور جب رب ذوالجلال اسے پکار کر کہے گا کہ جا جہنم میں جانے والوں کے ساتھ داخل ہو جا اس لئے کہ تو کافرہ اور اپنے شوہر کی خائنہ تھی اور اس بات کا تجھے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا کہ تیرا شوہر ایک نبی مرسل اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہے اور یہی سزا ہے خیانت کرنے والوں کی جو تجھے اور تجھ جیسے لوگوں کو ملے گی۔ یہ قصہ ہر عورت کے لئے نمونہ عبرت ہے کیونکہ کسی کے گناہ کا بوجھ کوئی اور اٹھا نہیں سکتا اور خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''ہر نفس اپنے کیئے کے ہاتھوں مرہون ہے۔'' (المدثر نمبر ۳۸)

(۵) زوجہ عزیز مصر

اس عورت کا تذکرہ مذکورہ نام کے ساتھ قرآن کریم میں آیا ہے اگر چہ بے شمار روایات میں اس کا نام زلیخا منقول ہے، یہ راعیل بنت رعابیل ہے جو اطفیر بن روحیب کی زوجہ تھی۔[1]

قرآن کریم میں یہ تذکرہ ایک نبی کے قصے میں شامل ہے تاکہ بلندی اور پستی کے درمیان محاذ آرائی، اور اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کی عفت اور پارسائی کا ثبوت ہو۔ یہ عورت، صنف نازک کی فطری لڑائی اور اس بات کی مثال تھی کہ جب عورت بگڑنے لگے تو وہ اپنی رغبت اور خواہش کے لئے کیسے کیسے حیلے اور مکر کرتی ہے اور انصاف وحق کی رعایت بھی نہیں کرتی۔

اس کا قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ عبرت کا مرقع ہے اور نفس کے میلان

---

(۱) مزید تفصیل کے لئے، قصص الانبیاء لابن کثیر (ص ۲۰۶)۔ تاریخ الطبری (۳ص ۵۰۴) الاستیعاب لابن عبد البر (۲ص ۹۶)۔ الدر المنشور (۳ص ۵۰۴)۔ مروج الذھب مسعودی (اص ۵۷)۔ قصص الانبیاء للنجار (ص ۱۴۵)۔

کے اس سے مقابلہ، ضروری ہونے کی مثال بھی ہے۔

اس سے پہلے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان سے دھوکا کر کے انہیں ان کے محبت کرنے والے والد سے دور کرنے کے لئے انہیں کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ اور قدرت نے چاہا کہ یوسف علیہ السلام مصر میں غلام بن کر بک جائیں اور عزیز مصر کے محل کے باسی بن جائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور انہوں نے ان کو تھوڑی قیمت پر چند دراھم کے بدلے بیچ دیا۔ (یوسف نمبر ۲۰) اور پھر عزیز مصر انہیں خرید کر اپنے محل لے آیا اور اپنی بیوی کو کہا کہ اس کو اچھی طرح رکھو شاید اس سے ہمیں فائدہ ہو یا ہم اسے بیٹا بنالیں گے، اس طرح یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کنوئیں میں ہلاک ہونے سے بچالیا تا کہ یہ اللہ کے نبی بنیں اور اس طرح اللہ کی نگرانی میں ان کی پرورش شروع ہوئی۔

ارشاد ہے۔

”اور اس طرح ہم نے یوسف کو ٹھکانہ دیا اور تا کہ ہم اسے تعبیر خواب سکھائیں۔“ (یوسف نمبر ۲۱)

حضرت یوسفؑ عزیز مصر کے گھر میں جوان ہوئے اور مکمل مرد بن گئے اور بڑے خوبصورت نوجوان تھے کہ عورتیں ان پر فریفتہ ہونے لگیں۔ اور یہیں ”امراۃ العزیز“ نے بھی حضرت یوسفؑ پر فدا ہونا شروع کیا اسے ان سے محبت ہوگئی اور یہ ہر وقت اپنی نظروں سے ان کا تعاقب کرتی رہتی اور اپنی تمام تر رعنائیوں اور فتنہ سازیوں کے ساتھ مل کر ان کے سامنے آتی مگر آپ اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے کیونکہ وہ بقول نبی آخر الزماں ﷺ ”وہ کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیھم السلام تھے۔

زلیخا مسلسل تاک میں رہی اور اس نے خوب کوششیں کرلیں اور نمکین اور اشاروں میں باتیں بنا کر جب تھک گئی تو اسے ایک موقع ہاتھ آگیا اور اس نے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا اس نے اس وقت کے لئے بہت تیاری کی تھی اور تحکمانہ حیثیت کے مضبوط اظہار کا ہتھیار بھی ساتھ تھا۔

اس بات کی جرات اسے یوں ہوئی کہ وہ خود بھی ایک حسین وجمیل اور ان کی طرف

مائل، اور ان کی طالب تھی اور حضرت یوسفؑ بھرپور جوانی میں تھے اور ایسے میں حضرت یوسفؑ نے نافرمانی سے انکار کر دیا اور اللہ کے حکم کو مضبوطی سے تھاما اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں اس برائی سے دور رکھنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔

"تحقیق وہ (زلیخا) ان کا ارادہ کر ہی چکی تھی اور (یوسف) بھی ارادہ کر لیتا اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا۔ (یوسف نمبر ۲۴)

یوسف علیہ السلام یہ دیکھ کر دروازے کی طرف دوڑ پڑے لیکن زلیخا ان کے پیچھے پیچھے دوڑی۔ وہ ان کو کسی بھی صورت میں حاصل کرنا چاہتی تھی لہذا اس نے ان کی قمیص پکڑی اور وہ دروازے کی طرف تیزی سے بھاگے جا رہے تھے لہذا قمیص پھٹ گئی۔ دروازہ کھولا گیا اور دروازے پر عزیز مصر کو کھڑے پایا اسے دیکھ کر وہ دہشت زدہ ہوگئی اور آگے بڑھ کر کہنے لگی۔

ایسے شخص کی سزا کیا ہے جو تیرے گھر والوں سے برائی کا ارادہ کر دے۔ (سورۃ یوسف نمبر ۲۵)

وہ یہ کہہ کر باور کرانا چاہ رہی تھی کہ (نعوذ باللہ) حضرت یوسفؑ حدود سے آگے بڑھے ہیں تاکہ اس کی زخمی انا کو تسکین پہنچے۔ حضرت یوسفؑ نے بے بسی سے عزیز مصر کو دیکھا اور کہا۔

اس نے خود مجھے ورغلایا تھا۔ (سورۃ یوسف نمبر ۲۶)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی یوسفؑ کو بے بس دیکھ کر حق واضح کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر زلیخا کے ایک رشتہ دار کے ذریعے یہ گواہی دلائی۔

اور گواہی دی عزیز مصر کے اہل خانہ میں سے ایک نے کہا اگر قمیص آگے سے پھٹی ہے تو یوسف اور اگر پیچھے سے پھٹی ہے تو زلیخا گناہ گار ہے (یوسف نمبر ۲۶)

پھر عزیز مصر پر حقیقت آشکار ہوگئی اس نے یوسفؑ کی تصدیق کی اور حضرت یوسفؑ سے اس معاملے سے درگذر کرنے کی درخواست کی تاکہ خبر شہر میں نہ پھیلے۔

یوسف درگذر کر اس سے اور (زلیخا) تو استغفار کر، بے شک تو ہی خطا کار ہے۔ (یوسف نمبر ۲۹)

لیکن یہ بات عورتوں تک پہنچ گئی اور ان کے درمیان مشہور ہوگیا کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام کے حسن وجمال پر فریفتہ ہوگئی ہے۔

یہ ساری باتیں زلیخا تک پہنچیں تو اس نے اپنے دل میں کوئی تدبیر کرنے کی ٹھان لی۔ پھر ان کی اپنے محل میں دعوت کی، ان کی مجلس سجا کر انہیں کھانے کے لئے ایسے پھل دیئے جو چھری سے کٹنے کے بعد کھائے جائیں۔ اور پھر یوسفؑ کو حکم دیا کہ ان کے سامنے جا کر وہاں سے گزرو جب یوسفؑ کو عورتوں نے دیکھا تو ان کا حسن و جمال دیکھ کر بے خود ہو گئیں اور انہیں پتہ بھی نہ چلا کہ بجائے پھلوں کے انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے ہیں۔ وہ عورتیں حضرت یوسفؑ کا جمال دیکھ کر بے خود ہو گئیں اور کہنے لگیں۔

یہ کوئی انسان نہیں بلکہ کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ (یوسف نمبر ۳۱)

یہاں زلیخا نے ان سب کے سامنے اعلان کیا کہ میں اسی نوجوان کے عشق میں مبتلا ہوں جس کی وجہ سے تم مجھے ملامت کیا کرتی تھیں۔ میں نے ورغلایا تھا مگر یہ بچ گیا۔ لیکن اگر یہ میرا حکم نہ مانے گا تو جیل جائے گا۔ (یوسف نمبر ۳۲)

یہ باتیں سن کر حضرت یوسفؑ نے تمنا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس گندی فضاء سے دور لے جائے اور ان عورتوں کے مکر کو دور کر دے کہ جن کی زبانیں یوسف کی داستان سے لبریز ہیں اگر یہ سب جیل جانے سے ممکن ہو سکتا ہے تو اللہ کی غضب کی جگہ سے بہتر ہے اور نفس تو گناہ کا پتلا ہے۔

یوسفؑ نے کہا کہ اے میرے رب جیل مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جس طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں۔ (یوسف نمبر ۳۴) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اس طرح حضرت یوسفؑ ایسی تہمت پر جیل میں داخل ہو گئے جس سے وہ بری تھے اور اس عورت سے دور بھاگتے تھے جس کی خواہش اور میلان نے اسے فحش حرام پر مجبور کر دیا تھا۔

پھر جیل میں بعض ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے حضرت یوسفؑ کا معاملہ مصر کے بادشاہ تک جا پہنچا اور حضرت یوسفؑ کی برات عزیز مصر اور بادشاہ کے دل میں جم گئی لیکن انہوں نے اپنی رہائی کو ان عورتوں کے اعلان حق سے مشروط کر دیا لہذا بادشاہ نے ان عورتوں کو بلوا کر ان سے پوچھا۔

تم کیا کہتی ہو جب تم نے یوسفؑ کو ورغلانے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے کہا خدا کی پناہ، ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہ پائی۔ (یوسف نمبر ۵۱)

حضرت یوسفؑ بری تھے، پارسا، پاک تھے انہوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا جس کی

نسبت ان کی طرف کی گئی تھی۔ اور پھر عزیز مصر کی بیوی بھی کلمہ حق کہنے آ پہنچی۔ اور کہا کہ:

''میں نے ہی اسے ورغلایا تھا اور یوسف سچا ہے۔'' (آیت نمبر ۵۲)

اس طرح اس نے یہ اعتراف کر لیا کہ محبت اور عشق کی کھڑکی اسی نے خود کھولی تھی اور حرام کام پر خود آمادہ ہوئی تھی لیکن حضرت یوسف پاکیزہ نفس پارسا تھے۔

اس نے مزید کہا کہ یوسف جیل میں بغیر کسی جرم کے گیا اور تہمت اور بہتان برداشت کی، میں اسے انصاف دیتی ہوں کہ میں ہی مجرم ہوں۔

یہاں عزیز مصر کی بیوی کا قصہ پورا ہوا۔ جیسا کہ قرآن نے ذکر کیا ہے کہ یہ عورت اپنی خواہشات کے گھوڑے پر سوار تھی اور وہ اپنے نفس کی منہ زوری سے کامیاب نہ ہو سکی۔ اور عورتوں کے فکر و فریب میں مثال بن گئی۔

اسی طرح حضرت یوسفؑ پارسائی کی مثال قرار پائے۔ انہوں نے اپنے نفس کی لگام پر قابو رکھا اور خواہشات پر حاوی رہے۔ اس کے صلے میں مصر کے خزانوں کے مالک بنے اور انبیاء کرام میں شمار کیے گئے۔

(۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ

یہ وہ محبت کرنے والی مومن ماں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم الہام فرمایا اور یہ ایک نبی کی ماں بنیں۔

ان کا نام ''یوکابد'' ہے اور ایک قول کے مطابق یوخابنت لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہے۔ ان کا نکاح عمران بن قاہت بن لاوی سے ہوا تھا جو کہ بنی اسرائیل میں سے تھے اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی اولاد تھے۔

ان کے ہاں حضرت ہارون اور موسیٰ علیہما السلام پیدا ہوئے اس دور میں بنو اسرائیل فرعون کے ظلم و ستم کا شکار تھے اور ان کی مصیبت اس وقت بڑھ گئی جب ایک نجومی نے فرعون کو بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو فرعون کی سلطنت چھین لے گا، فرعون نے فوراً قتل و غارت گری کا حکم جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو ذبح کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ فرعون کی نسل کی خدمت کر سکیں اور پھر اس پر عمل شروع ہو گیا۔

ارشاد ربانی ہے:

”بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور وہاں کی ایک جماعت کو کمزور کرنے لگا ان کے لڑکوں کو ذبح کر دیتا اور لڑکیوں کو باقی رکھتا بے شک وہ فساد کرنے والوں میں تھا۔“ (سورۃ القصص نمبر ۴)

موسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے مگر پیدائش سے پہلے ہی ان کی موت کا پروانہ جاری ہو چکا تھا حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے ان کی پیدائش وحمل کو لوگوں سے خفیہ رکھا تھا ان کی پیدائش کے بعد تین ماہ تک وہ اس کو راز رکھنے میں کامیاب رہیں۔ اور ایک خوفزدہ ماں کی طرح اپنے بچے کی نگہبانی کرتی رہیں مگر فرعون کے لشکر نے ان کا دل اور تنگ کر دیا وہ بار بار رہائشی علاقوں میں بچوں کی پوچھ گچھ کرتے۔

ابن کثیرؒ نے قصص الانبیاء ص ۳۱۱ پر تحریر کیا ہے کہ ان کی پیدائش کے بعد انہیں الہام ہوا کہ ایک صندوق بنا کر اسے رسی سے باندھ دے اور ان کا گھر دریائے نیل کے کنارے تھا۔ یہ انہیں دودھ پلاتیں اور جب خوف محسوس ہوتا تو حضرت موسیٰؑ کو صندوق میں ڈال دیتیں اور رسی کا سرا اپنے پاس رکھتیں جب فرعون کے ہرکارے چلے جاتے تو یہ رسی کھینچ لیتیں اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی ان کی ماں کے ذریعے حفاظت فرمائی۔

ارشاد ربانی ہے:

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاؤ اور جب خوف محسوس ہو اسے دریا میں ڈال دے خوف ورنج نہ کر ہم اسے تیرے پاس لوٹائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔ (سورۃ القصص نمبر ۷)

یہ وحی محض ایک الہام اور ارشاد کے معنیٰ میں ہے جیسا کہ قرآن میں شہد کی مکھی کو حکم دینے کے لئے وحی کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس وحی سے مقصود اس کی رہنمائی کا بیان ہے لہذا مطلب یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل اور فکر میں یہ راسخ کر دیا گیا کہ اگر یہ دریا میں چلا گیا تو واپس بھی آجائے گا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو اللہ کے حوالے کر کے دریا میں ڈال دیا اور یہیں ان کا نام ان پر صادق آیا۔ اس لئے کہ ان کو دریا میں درخت اور پانی کے درمیان ڈالا گیا۔ ”مو“ کا قبطی زبان میں ترجمہ ”پانی“ اور ”سی“ سے مراد ”درخت“ ہے اس وقت موسیٰ

علیہ السلام کی ی والدہ کی عقل اور جوارح اپنے بیٹے کے چلے جانے کے ساتھ مشغول تھے اور پھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی سوچ ہر فکر سے خالی ہوگئی سوائے حضرت موسیٰ کی فکر کے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل خالی ہوگیا قریب تھا کہ وہ اس بے چینی کو ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے دل کو سہارا نہ دیتے۔ (القصص نمبر ۱۰)

حضرت موسیٰؑ کی بہن صندوق کا پیچھا کرتے ہوئے دریا کے کنارے چلتی رہی یہ ان کی ماں کا حکم تھا۔

حضرت موسیٰؑ کی ماں نے ان کی بہن کو کہا اس کا پتہ لگا تو اس نے ان کے ایک پہلو سے دیکھا اور ان لوگوں کو پتہ بھی نہ چلا۔ (القصص نمبر ۱۱) یہ صندوق جب فرعون کے گھر جا کر ٹھہر گیا تو وہاں خادماؤں نے اٹھالیا اور ڈرتے ڈرتے یہ صندوق فرعون کی اہلیہ کے سامنے رکھ دیا ان کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ جب صندوق کھولا گیا اور پردہ ہٹایا گیا تو آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کو نور سے چمکتا دیکھا اسے پہلے ہی لمحے بچے سے محبت ہوگئی۔ مگر جیسے ہی فرعون نے اسے دیکھا تو اسے ذبح کرنے کا حکم دیا لیکن آسیہ نے درخواست کی کہ اسے نہ مارا جائے۔ کہا۔

یہ تیری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا۔ (القصص نمبر ۹)

اس طرح جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر براجمان ہوگئے تو اب ان کی غذا کا بندوبست کیا گیا مگر یہ کسی عورت کا نہ دودھ پیتے اور نہ ہی کچھ کھاتے۔

ارشاد ربانی ہے:

اور ہم نے حرام کر دیا اس پر دودھ پلانے والیوں کو (آیت نمبر ۱۲) اتنے میں ان کی بہن وہاں آ پہنچی اور اس نے کہا کہ میں تمہیں ایک عورت کا پتہ بتاتی ہوں جو اسے دودھ پلا سکتی ہے اور پرورش کر سکتی ہے پھر وہ انہیں ان کی والدہ کے پاس لے آئی اس طرح حضرت موسیٰؑ اپنی والدہ کا دودھ پینے لگے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کی والدہ پر فضل و امتنان فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے۔

پس ہم نے لوٹا دیا موسیٰؑ کو اس کی ماں کی طرف تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہو اور اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچ ہے۔ (القصص آیت نمبر ۴)

اس طرح حضرت موسیٰؑ نے اپنی والدہ کی گود میں پر امن اور مطمئن ہو کر پرورش پائی

حتی کہ آپ جوان ہو گئے۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ ان عورتوں میں سے بن گئیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا، اور جب اپنے رب کے فیصلے سے خوب اچھی طرح راضی رہیں اور جنہوں نے اللہ کے حکم پر خوب اچھی طرح عمل کر کے دکھایا۔

(۷) فرعون کی بیوی

یہ آسیہ بنت مزاحم بن ناحث بن یعقوب علیہ السلام بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ یہ وہ خاتون ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عقیدے اور اصول پر ثابت قدم رہنے والی عورت کی مثال دی ہے۔

اور پھر وہ بھی ایسے شخص کے سامنے جس کو انسانیت کفر، ظلم اور عناد میں مبتلا شخص کی حیثیت سے جانتی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے یہ حالت بیان فرمائی ہے۔

"بے شک فرعون زمین میں چڑھ رہا تھا۔" (القصص آیت نمبر ۴)

اور فرمایا:

بے شک کہ اس نے سرکشی کی ہے۔ (طٰہٰ آیت نمبر ۲۴) اور جسے اللہ تعالیٰ نے نصیحت و عبرت کا مرقع بنایا۔

تا کہ تو اپنے پیچھے آنے والوں کے لئے نشانی بنے۔ (یونس آیت نمبر ۹۲)

یہ خاتون اس ازلی وابدی معرکہ کی مثال تھیں جو کہ آدمؑ کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کے لئے حق و باطل، خیر و شر اور اندھیرے اور روشنی کے درمیان جاری ہے۔ نیل کے کنارے واقع اس حسین و جمیل اور وسیع عریض نسل میں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اللہ کے ایک نبی پرورش پائیں۔

حضرت موسیٰؑ اپنے دشمن کے گھر میں پرورش پاتے رہے جو صبح و شام بیدار ہوتے۔ بچوں کے قتل کے احکامات جاری کرتا، تا کہ کہیں اس کے ہاتھ سے حکومت نہ چھن جائے، لیکن فرعون اور اس کے لشکریوں کو علم تک نہ ہو سکا کہ وہ بچہ ان کے ہی گھر میں پرورش پا رہا ہے۔

یہ حضرت آسیہ ہی تھیں کہ جنہوں نے نیل سے بہہ کر آنے والے صندوق میں سے چمکتے نورانی مولود کو اپنے سینے سے لگا کر فرعون سے اسے قتل نہ کرنے کی التجا کی اور اسے

''آنکھوں کی ٹھنڈک'' قرار دیا۔فرعون نے اسے قتل نہ کرنے کی حامی تو بھری مگر ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تو ٹھیک ہے مگر مجھے اس کی ضرورت نہیں اور پھر اسی معصوم بچے کے ذریعے حضرت آسیہ کو گراں قدر نفع حاصل ہوا۔

وہ ایمان لائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی اور انہی کے دین پر وفات ہوئی یہ دنیا کا نفع تھا۔اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں گھر تیار کر رکھا ہے۔

حضرت موسیٰؑ اپنی والدہ کی گود اور سایہ عاطفت میں اسی طرح حضرت آسیہ کی محبت اور شفقت کے ساتھ پرورش پاتے رہے حضرت آسیہ گویا ان کی دوسری ماں تھیں۔

حضرت موسیٰؑ اپنی ذہانت تدبر اور غیرت کے ساتھ فرعون اور اس کے لشکریوں کے ظلم وستم دیکھتے رہے پھر اپنی قوم کے ایک شخص کی مدد کرتے ہوئے ایک فرعونی شخص کو راہ عدم دکھائی اور خود روپوش ہو کر نکل پڑے۔

حضرت آسیہ اپنے غضب ناک شوہر کی جانب سے حضرت موسیٰ کے بارے میں بڑی خوفزدہ تھیں کہ کہیں وہ انہیں پکڑ کر شہید نہ کرادے اس نے چاروں طرف ہرکارے بھیج رکھے تھے کہ موسیٰ جہاں ملے پکڑ کر قتل کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فرعون اور اس کے لشکریوں کی مکاری سے بچالیا اور ایک مخلص بندہ خدا نے ان سے یوں کہا۔

بے شک سرداروں نے تمہارے بارے میں قتل کا فیصلہ کر لیا ہے۔تو نکل جا میں تیرا خیر خواہ ہوں۔(القصص آیت نمبر ۱۹)

سال پر سال گزرتے رہے مگر حضرت موسیٰؑ مصر لوٹ کر نہ آئے حضرت آسیہ، موسیٰؑ کو دیکھنے کے شوق میں ان کی جدائی پر غمگین رہتیں، یوں ہی دن گذرتے رہے آخر کار ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کی اطلاع ان کے کانوں تک پہنچی لیکن یہ آمد طبعی نہ تھی بلکہ اب وہ اللہ کے رسول بن کر آئے تھے اور وہ فرعون سے بنی اسرائیل پر سے ظلم کا خاتمہ اور ان کی فلسطین کی طرف ہجرت کا مطالبہ کر رہے تھے۔

حضرت موسیٰؑ لوٹ تو آئے تھے مگر یہ اس فرعون کے پاس آئے تھے جو اپنے شر اور سرکشی کے باعث لوگوں پر ظلم کر رہا تھا اور زبردستی غلامی پر مجبور کر رہا تھا ساتھ ساتھ خدائی دعویٰ بھی کر چکا تھا۔

حضرت آسیہ بہت خوفزدہ ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ظالم فرعون کے ہاتھوں ضرور قتل ہو جائیں گے، لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ وہ آیات نشانیاں اور دلائل لے کر آئے ہیں اور انہوں نے فرعون کو جرات سے یہ کہا ہے۔

ہم دونوں تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور انہیں تکلیف نہ دے ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانیاں لائے ہیں اور سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کا متبع ہو۔ (سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۴۷)

فرعون اور اس کے جادوگروں اور حضرت موسیٰؑ کے مابین معرکہ ہوا تاکہ حق واضح ہو اور باطل ناکام اور ذلیل ہو۔

حضرت آسیہ کو حضرت موسیٰؑ کے معجزات کا علم ہوا تو انہوں نے ان کی دعوت حق کو قبول کر کے ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ اور اس سے پہلے بھی وہ اپنے شوہر کے دعوائے خدائی کو نہیں مانتی تھیں اور فرعون اور اس کے سرداروں کی اس حرکت کو استہزائی نظروں سے دیکھا کرتی تھیں۔ اور اب وہ حق کو واضح طور سے دیکھ چکی تھیں۔

اور انہوں نے اس سرکش فرعون کو اسی وقت خوف سے تھرتھراتے بھی دیکھا جب حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی نے سانپ بن کر ان کے درمیان دوڑنا شروع کیا۔

اور انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ ظالم جابر تشدد پرست فرعون اللہ کی آیات کے سامنے عاجز ہو کر اسلام لانے والے جادوگروں کے سامنے چیخنے کے سوا کچھ بھی نہ کر سکا۔

کیا تم میری اجازت کے بغیر ہی ایمان لے آئے؟ (طٰہٰ آیت نمبر ۷۱) میں تمہارے ہاتھ پاؤں الگ الگ کاٹ کر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔ (الاعراف آیت نمبر ۱۲۴)

جب سرکش فرعون کو اپنی بیوی کے ایمان لانے کا علم ہوا تو اس نے اپنے غضب کا پیالہ ان پر انڈیل دیا تاکہ انہیں ہدایت والے راستے سے ہٹا دے اس نے ان کی ہاتھ پاؤں میں کیلیں گاڑ کر انہیں تپتی دھوپ میں پٹخ دیا مگر ان کا ایمان پہاڑوں کی طرح ان کے دل میں اٹل رہا وہ کوڑوں کی مار اور آگ میں جلنے کی سزا کے سامنے بھی اپنے ایمان سے نہ ہٹیں۔

انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کتاب اللہ میں ایک سچی مخلص دعا اور تکالیف سے بھری سچی ایمانی آہ کے طور پر لکھ دی گئی۔

اے میرے رب میرے لئے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور

اس کے عمل سے نجات دے اور اس ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔ (التحریم آیت نمبر ۱۱)

آخر کار فرعون نے ان پر ایک بہت بڑی چٹان گرادی وہ چاہتا تھا کہ ان کے جسم کو ریزہ ریزہ کر کے ان کا خاتمہ کر دے مگر اللہ نے پہلے ہی ان کی روح کو جسم سے آزاد کر دیا اور انہیں وہ تکلیف محسوس ہی نہ ہو سکی جو چٹان گرنے سے ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ اور سر پاش پاش ہوا۔

ان کی روح اسی میدان تکلیف کے اوپر معلق ہو کر فرعون کی سرکشی اور جنون کا مذاق اڑاتی رہی فرعون کو اس بات کی طاقت نہ تھی کہ وہ ان کی روح کو عالم خلد اور بہشت بریں میں جانے سے روک سکتا جہاں حضرت آسیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے محل بنا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ آسیہ بنت مزاحم سے راضی ہو گیا یہ خاتون کتاب اللہ میں ضرب المثل قرار پائیں جنہوں نے محض اپنے ایمان کے تحفظ کی خاطر طرح طرح کی تکلیفیں اور سزائیں برداشت کیں۔

یہ ان خواتین میں سے ہیں جو خلقت اخلاق، عقل اور ایمان کے اعتبار سے کامل ہوئیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

”چار عورتیں کامل ہوئیں، مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم (جو فرعون کی بیوی تھی) خدیجہ اور فاطمہ۔“ (کنز العمال حدیث نمبر ۳۴۴۰۸)

انہیں فخر اور رفعت کے لئے اتنا کافی ہے کہ یہ طویل انسانی تاریخ میں صدیقات اور مومنات کی قافلے کی روح رواں ہیں۔ اور یہ اس مکان رفیع میں پہنچیں جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اللہ نے مثال دی ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی، جب اس نے کہا کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دے اور مجھے فرعون اس کے عمل اور اس ظالم قوم سے نجات عطا فرما دے۔ (التحریم آیت نمبر ۱۱)

اے مومنین اور مومنات۔ تو آپ نے سن لی حضرت آسیہ کی ضرب المثل، جو ایمان، عقیدہ کی گہرائی میں مثال ہیں، عمل کرنے والوں کو چاہئے کہ اس طرح عمل کر کے دکھائیں۔

---

(۱) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں۔
قصص الانبیاء للنجار ص ۲۰۳۔ تاریخ طبری (اص ۳۸۹)
(البدایہ والنہایہ (اص ۲۲۴)

(۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ

جب ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ان کی والدہ محترمہ اور مربیہ حضرت آسیہ کے حوالے سے کرتے آرہے ہیں تو ان کی زوجہ محترمہ کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ زوجہ موسیٰ کون ہیں؟

ان کی پہچان کے لئے ایک واقعہ ذکر کرنا ضروری ہے جس نے انہیں ایک اولوالعزم پیغمبر کی شریک حیات بنادیا۔

یہ قصہ حضرت موسیٰ کے مصر سے خروج کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

پس موسیٰ وہاں سے نکل گئے اور وحشت کی حالت میں کہنے لگے اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے بچا۔ (القصص آیت نمبر ۲۱) اور جب متوجہ ہوئے مدین کی طرف کہنے لگے کہ عنقریب میرا رب مجھے صحیح راستہ کی طرف لے جائے گا۔ (آیت نمبر ۲۲)

حضرت موسیٰ جب مدین کی طرف گئے تو جلدی میں نکلے تھے اس لئے زادراہ ساتھ نہ رکھ سکے اور نہ ہی انہیں مدت سفر کا اندازہ تھا بس اللہ تعالیٰ کی راہنمائی پر اعتماد تھا، نکل پڑے۔ پھر مدین پہنچ کر وہاں کے پانی پر پہنچے تو وہاں لوگوں کی مختلف ٹولیاں دیکھیں جو پانی بھر رہی تھیں اور ایک طرف دولڑکیوں کو دیکھا جو پانی سے دور اپنی بکریوں کی نگرانی کررہی تھیں اور انتظار میں تھیں کہ جب طاقتور لوگ پانی پلاکر چلے جائیں تو یہ اپنی بکریوں کو بھی پلائیں۔

حضرت موسیٰ کا جذبہ ہمدردی، رجولیت اور قوت بیدار ہوئے آپ نے اٹھ کر ان دونوں سے پانی سے دور کھڑے ہونے کا سبب پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ جب تک یہ چرواہے نہیں جائیں ہم اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلاسکیں گی۔

ان لوگوں کے نزدیک ہر چیز کا معیار طاقت تھی اور یہ دونوں لڑکیاں اپنے والد کی کمزوری بڑھاپے کے باعث کسی پانی پلانے والے مرد سے محروم تھیں حضرت موسیٰ کھڑے ہوئے اور کنوئیں کے پاس آئے، چرواہے آپ کا ڈیل ڈول اور قد کاٹھ دیکھ کر ڈر گئے اس لئے ایک طرف ہوگئے اور آپ نے ان دونوں لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلادیا اور درمیان میں انہیں کوئی روک نہ سکا کیونکہ وہ لوگ طاقتور کا احترام کرتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور جب وہ مدین کے پانی پر آئے تو وہاں لوگوں کی بہت سی جماعتیں دیکھیں جو پانی پلا رہے تھے اور دو عورتوں کو ان سے دور کھڑی بکریاں روکے دیکھا۔ (القصص آیت نمبر ۲۳)

جب موسیٰ ان لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلانے کی مدد کر چکے تو ایک درخت کے سائے میں ستانے لگے بھوک اور تھکاوٹ نے انہیں نڈھال کر دیا تھا تو انہوں نے اللہ سے التجاء کی۔

کہا" اے میرے رب تو جو میری طرف بھلائی نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔" (القصص آیت نمبر ۲۴)

جب یہ دونوں بہنیں اپنے والد کے پاس پہنچیں جو اکثر روایات کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ تو والد نے ان کے جلدی آنے پر حیرت کی اور ماجرا پوچھا تو انہوں نے ایک رحم دل مصری شخص کے بارے میں بتایا جس نے پانی پلایا تھا اور انہیں انتظار اور بھیڑ کی کوفت سے نجات دلائی تھی، تو ان کے والد بہت خوش ہوئے اور ان کی زیارت کے مشتاق ہوئے۔

عین اس وقت جب حضرت موسیٰ اپنے رب کی بارگاہ میں دعا مذکور کر رہے تھے، ان لڑکیوں میں سے ایک جس کا نام "صفورا" تھا جسے قرآن نے عورتوں کی معزز صفت" حیا سے سمٹتی چلتی ہوئی آئی" سے موصوف کیا ہے آئی اور حضرت موسیٰ سے شرماتے ہوئے گویا ہوئی کہ ہمارے والد آپ کو بلاتے ہیں اور وہ آپ کو پانی پلانے کی اجرت دینا چاہتے ہیں۔

ارشاد باری ہے۔

"اور ان میں سے ایک حیا سے سمٹتی چلتی ہوئی آئی اور کہا میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تا کہ آپ کو پانی پلانے کی اجرت دیں۔ (القصص نمبر ۲۵) حضرت موسیٰ اس لڑکی کے ساتھ اس کے والد کی قیام گاہ کی طرف ہو لئے اور اسے یہ کہہ کر اپنے پیچھے آنے کا حکم دیا کہ "ہم عورتوں کے پیچھے چلنا اچھا نہیں سمجھتے اس لئے پیچھے سے راستہ کی نشاندھی کرتی چلو۔" اور یہ آپ نے اسے اس وقت فرمایا جب ہوا کے جھونکے سے اس کا کپڑا اڑنے لگا اور پنڈلی وغیرہ ظاہر ہوئی تو آپ نے اسے پیچھے کر دیا اور خود آگے چل دیئے اور وہ راستہ بتاتی رہی۔

حضرت موسیٰ ان بزرگ کے پاس پہنچے تو انہوں نے خوب استقبال کیا اور انہیں ظاہراً

بھوک کی حالت میں دیکھ کر کھانا پانی دیا پھر ان کی مدین آمد کا ماجرا پوچھا حضرت موسیٰؑ نے سب احوال کہہ سنایا تو انہوں نے فرمایا ڈرو مت تم ایک ظالم قوم سے بچ کر آ گئے ہو۔ (القصص نمبر ۲۵)

حضرت شعیب نے جب ان کے حسن اخلاق کو دیکھا ان کی شجاعت اور عبادت دیکھی اور خصوصاً جب ایک بیٹی نے کہا کہ انہیں ملازم رکھ لیں تو آپ نے چاہا کہ حضرت موسیٰؑ ان کے اہل وعیال میں شامل ہو جائیں تو آپ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ایک بیٹی کا نکاح تم سے کر دوں اور تم آٹھ سال میری بکریاں چراؤ اگر دس سال پورے کر دو تو تمہاری مرضی ہے۔

حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب ان کی صاحب زادی نے انہیں کہا کہ انہیں مستاجر رکھ لیں کیونکہ طاقتور اور ایماندار شخص اچھا مستاجر ثابت ہوتا ہے۔ تو حضرت شعیب نے پوچھا کہ تمہیں اس کے طاقتور اور ایمان دار ہونے کے بارے میں کیا معلوم؟ تو اس نے بتایا کہ حضرت موسیٰؑ نے ایک ایسی چٹان کو اکیلے اٹھایا جسے عام دس آدمی بھی نہیں اٹھا سکتے، اور جب میں اسے لا رہی تھی تو اس نے مجھے اپنے پیچھے کر دیا اور کنکریاں دیں کہ اس کو پھینک کر مجھے راستہ بتاتی رہنا۔

اس طرح حضرت موسیٰؑ نے ”صفورا“ سے نکاح کر لیا اور یہ ایک بہترین نیک مخلص اور وفادار بیوی ثابت ہوئیں۔

حضرت موسیٰؑ اپنی مدت اجارہ پوری ہونے کے بعد اہلیہ کو لے کر مصر کے لئے نکلے ان کے ساتھ کچھ مویشی بھی تھے راستے میں طور پہاڑ کے پاس رب کریم نے انہیں مخاطب فرمایا، کلام کیا اور انہیں آیات اور نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور موسیٰؑ چلے اپنے گھر والوں کے ساتھ طور کی ایک جانب آگ محسوس کی تو اپنی اہلیہ کو کہا یہیں ٹھہرو میں آگ محسوس کر رہا ہوں شاید میں تمہارے پاس کوئی خبر یا انگارہ لے آؤں تا کہ تم تاپو۔ (القصص نمبر ۲۹)

---

(۱) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں۔ الدر المنثور للسیوطی (۶ ص ۴۰۵) قصص الانبیاء (ص ۳۱۷) تفسیر الطبری (۲۰ ص ۶۳) قصص الانبیاء النجار (ص ۲۱۲)

اس طرح یہ حیادار شرم وحیا کی پیکر لڑکی اللہ کی ایک نبی کی زوجہ بن گئی اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت موسیٰؑ کی طویل زندگی میں اللہ کے پیغام کی دعوت کے مشن میں ان کا بڑا کردار رہا اور یہ ان کی معاون، مددگار اور شریک حیات تھیں۔

(۹) زوجہ ایوب علیہ السلام

وہ کتنا حسین منظر ہوتا ہے جب انسان اپنی زندگی پر نظر دوڑائے تو اسے اپنی شریک حیات اور اولاد کی ماں اپنے برابر کھڑی نظر آئے اور مرد کی خوشی سے اسے خوشی ہو اور مرد کی تکلیف اسے بے چین کرتی ہو۔

اس منظر کی کردار وہ صبر والی خاتون ہیں جو ایک صبر کرنے والے پیغمبر کی زوجہ ہیں جو اپنے بعد آنے والی خواتین کے لئے ضرب المثل ہیں جو آسانی اور تنگی میں تکلیف اور سہولت میں شوہر کا ساتھ نبھاتی رہیں۔ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ ہیں جنہوں نے تکلیفوں پر خوب صبر کیا اور ہر خوشی اور غم میں اللہ کی شکر گذار رہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے صبر میں مثال قائم کی جب انہیں امتحان اور آزمائش کا سامنا کرنا پڑا اللہ تعالیٰ کا یہ امتحان چند دنوں کے لئے نہیں تھا بلکہ کئی طویل سالوں پر محیط تھا اور ایسا امتحان جس میں ساری اولاد ختم ہوگئی اور انسان کو اولاد سے زیادہ کون عزیز ہوتا ہے؟

اسی طرح مال و دولت کے ختم ہوجانا اور عزت و دولت کی جدائی بھی انسان کے لئے بڑی مشکل ہے، پھر جسم کی تکلیف جو سب سے سخت تکلیف اور بیماری ہے ان تمام امتحانوں میں ایک محبت کرنے والی خیال رکھنے والی بیوی ان کی پوری تکلیف اور آزمائش میں ان کے پاس موجود رہی۔

دن گزرتے رہے سال پر سال ختم ہوتے رہے اور حضرت ایوب پر برابر تکلیف رہی جسم لاغر ہوگیا گوشت ختم ہوگیا، چہرہ کملا گیا رنگت پھیکی پڑگئی اپنے بستر پر بھی انہیں تکلیف کے مارے قرار نہ تھا۔

ان کے دوست ساتھ چھوڑ گئے ساتھی ایک طرف ہوگئے، ان کا قبیلہ ان سے منہ موڑ گیا سوائے ایک محبت والفت والی بیوی کے جس نے اپنے دل کی گہرائیوں سے ان کی تیمارداری کی اور اپنی استطاعت کی مطابق ان کی خدمت کرتی رہی۔

ان کی پوری بیماری میں اللہ کی شکر گزار، رضا سے راضی، ایمان پر برقرار اور خیال رکھتی رہی ان کا نام ''رحمت بنت افرائیم'' تھا، یہ اسم بامسمیٰ خاتون تھیں انہوں نے اپنے شوہر کے اچھے اور صحت مند ایام میں ان کے ساتھ رفاقت سفر اختیار کی تھی لیکن ان کا ذکر قرآن میں کیسے آیا؟

اصل میں قرآن میں ان کا ذکر یوں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ایوبؑ کو ان کی قسم پوری کرنے کے سلسلے میں خطاب فرمایا ہے اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ شیطان نے حضرت ایوبؑ پر بیوی کی طرف سے ان پر حملہ آور ہونے کا سوچا وہ حضرت ایوبؑ پر ساری ترکیبیں آزما چکا تھا پھر وہ ان کی بیوی کی پاس آیا اور انہیں اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کی۔

رحمت اپنے کسی کام میں مصروف تھی اس نے پوچھا کہ تیرا شوہر کہاں ہے اس نے کہا کہ وہ بیمار اور کمزور بستر مرگ پر جذام کی تکلیف میں مبتلا ہیں نہ تو وہ مرتے ہیں کہ رو دھو لیا جائے اور نہ زندہ ہیں کہ ان کی امید کی جائے۔ شیطان نے یہ سن کر موقع غنیمت جانا اور پوچھا کہ تیرا شوہر اپنی جوانی میں کیسا تھا؟ اس کی صحت و عافیت کیسی تھی؟ نعمتیں اور مال کتنا تھا؟

یہ سن کر رحمت کو یادوں نے گھیر لیا ان کے دل پر غم چھا گئے کہ ساری اولاد کھو دی عزت، جاہ ختم ہو گئی حتیٰ کہ شوہر وہ بھی بستر پر ہے اور کھانے پینے تک کے لئے وہ خود محنت کرتی ہے۔ یہ سوچ کر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مایوسی اور اندھیری ان پر آ گئی تو یہ حضرت ایوبؑ کے پاس آ کر بولیں۔

تمہارا رب کب تک تمہیں تکلیف دے گا؟ مال کہاں گیا؟ اولاد کہاں گئی؟ دوست کہاں گئے؟ ساتھی کہاں گئے؟ تمہاری جوانی کہاں گئی تمہاری موروثی عزت کہاں گئی؟

حضرت ایوبؑ بولے ضرور تجھے شیطان نے پٹی پڑھائی ہے۔ تو رحمت نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اپنے غم اور تکلیف دور کرنے کی دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر حضرت ایوبؑ نے غصہ سے پوچھا کہ تم آسانی میں کتنے سال رہی ہو؟ رحمت نے کہا آٹھ سال، حضرت ایوبؑ نے پوچھا تکلیف میں کتنے سال رہی؟ کہاں سات سال تو حضرت ایوبؑ نے کہا کہ کیا میں اس بات سے شرم نہ کروں کہ ابھی نعمت اور تکلیف کی مدت برابر نہیں ہوئی

اور میں اللہ تعالیٰ سے تکلیف دور کرنے کی دعا کروں، خدا کی قسم اگر میں ٹھیک ہو گیا تو تجھے سو کوڑے ماروں گا۔ اس کے بعد انہوں نے رحمت کی خدمت کو خود پر حرام کر لیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہونے والی بات کو پورا کر دے۔

اللہ کے نبی حضرت ایوبؑ نے اب خود کو تن تنہا محسوس کیا کوئی مددگار اور غم گسار نہ رہا تھا اور ان پر تکلیف بڑھ گئی اور بیماری دوگنی ہو گئی۔

انسان کے پاس سوائے خالق و باری تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کرنے کے، دوسرا راستہ کیا رہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے در کے علاوہ دوسرا کونسا در ہے جہاں وہ گڑ گڑائے اور اس کے سامنے جھک جائے لہٰذا وہ اپنے رب کی بارگاہ میں سربسجود ہوئے اور التجا کی۔

ارشاد باری ہے۔

اور ذکر کرو ایوب کا جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف نے چھوا ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (الانبیاء نمبر ۸۳)

حضرت ایوبؑ یہاں تک آ پہنچے اور انہوں نے صبر میں اعلیٰ مثال قائم کر دی یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی التجاء سن لی اور انہیں حکم دیا کہ زمین اپنے پاؤں سے رگڑو وہاں سے چشمہ نکل آئے گا اس پانی کو پیو اور غسل کرو تمہاری صحت لوٹ آئے گی۔ اور قوت بھی واپس آ جائے گی۔

انہوں نے جیسے ہی پانی پی کر غسل کیا ان کے زخم مندمل ہو گئے اور ٹھیک ہو گئے جسم تندرست اور بدن درست ہو گیا وہ مکمل طور سے صحت یاب ہو گئے۔

ارشاد باری ہے:

اور تذکرہ کرو ہمارے بندے ایوب کا، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے بیماری اور تکلیف کے ساتھ چھوا ہے، (کہا گیا) کہ اپنے پاؤں (زمین پر) رگڑو یہ ٹھنڈا غسل کا اور پینے کا پانی ہے۔ (سورۃ ص آیت نمبر ۴۱)

اسی دوران ان کی زوجہ بھی وہاں آ گئیں ان کا دل اپنے بیمار شوہر کی وجہ سے بہت پریشان تھا جب سے حضرت ایوب نے انہیں وہاں سے واپس کیا تھا یہ پریشان رہیں اور ان کے دل نے اپنے شوہر کو اس حالت میں چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ کیونکہ ان کی بیماری کے پہلے دن سے ان کے ساتھ تھیں اس سے پہلے نعمتوں میں ساتھ رہیں لہٰذا وہ اپنے شوہر کی خدمت اور

تیمارداری کے لئے لوٹ آئیں مگر حضرت ایوب وہاں نہ ملے۔

انہوں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان شخص، بھری بھری کھال والا، انتہائی طاقتور اور صحت مند شخص وہاں موجود ہے، یہ پہچان نہ سکیں کہ یہ کون ہے؟ اوراس سے پوچھا کہ جو بیمار شخص یہاں تھا وہ کہاں گیا؟ یہ حضرت ایوبؑ کے بارے میں ان سے ہی پوچھ رہی تھیں حضرت تو انہیں پہچان چکے تھے "رحمت" بھی انہیں پہچان گئیں حضرت ایوب نے انہیں سینے سے لگالیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے انہیں صحت وعافیت عطا فرمادی۔

اور ہم نے ایوب کو ھبہ کئے ان کے اہل اور انہی جیسے ان کے ساتھ ہماری طرف سے رحم کے طور پر اور عقل والوں کے لئے نصیحت کے طور پر (ص نمبر ۴۳) نعمت اور عافیت حضرت ایوبؑ اوران کی اہلیہ پر لوٹ آئیں لیکن حضرت ایوبؑ کی قسم کا ایفاء ابھی باقی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ ایک تنکوں کا گٹھا (جس میں سو تنکے ہوں) لے کر اپنی زوجہ رحمت کو خفیف سے ضرب لگادیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ایوبؑ کی قسم پر آسانی اوران کی مخلص مومنہ بیوی پر رحم تھا جس نے اپنے شوہر کی تکالیف میں ساتھ دیا اور رنج وغم کی شریک رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر پر انعام دیا ان کا مال، انہیں لوٹا دیا اور انہیں پہلے سے دگنی اولاد عطا فرمائی اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف متوجہ ایک مومن بندے کی مثال تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا لو اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔ (ص ۴۴) حضرت ایوبؑ کی زوجہ ایک بہترین بیوی تھیں اور بہترین ساتھی اور تکالیف ایام اور زمانے کی الٹ پلٹ میں بہترین معاون تھیں۔

خواتین اسلام کو ان کی اتباع کرنی چاہئے کیونکہ وہ عزم اور صبر کے مدارس میں سے ایک مدرسہ اور مثال اور قربانی وفنائیت کا نمونہ تھیں۔

(۱۰) ملکہ سبا

یہ خاتون ایک تاجدار ملکہ تھیں اللہ تعالیٰ نے انہیں سوائے ایمان کے ہر چیز کی نعمت عطا کردی تھی۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا فرمائی، جنات اور پرندوں کو

مسخر کیا اور ہوا ان کے حکم سے چل دیتی تھی، انہوں نے حکومت وسلطنت کو اللہ تعالیٰ کے پیغام اور دعوت کا ذریعہ بنا رکھا تھا انہوں نے کسی کافر بادشاہ کو نہ چھوڑا نہ کسی ظالم حکمران کو نہ کسی طاقتور بادشاہ کو مگر یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی جس نے انکار کیا اس کے لئے تلوار کا فیصلہ ہوتا۔

اس طرح دین دنیا کے سارے کونوں میں پھیل گیا مگر اس قوم اور ملک کے بارے میں نہ حضرت سلیمانؑ نے سنا اور نہ انہیں پتہ چل سکا۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اور ان کا لشکر جس میں جنات چرند پرند سب شامل تھے چل رہے تھے ان میں سے ہر ایک کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام مقرر تھا۔

ھد ھد کی ذمہ داری پانی والی جگہ ڈھونڈنا تھی اور اب پڑاؤ کے لئے حضرت سلیمان کو جگہ کی ضرورت تھی مگر ھد ھد غائب تھا۔ لہذا حضرت سلیمانؑ نے اس کے غائب ہونے کو جرم شمار کیا کیونکہ وہ اپنی ذمہ داری سے غائب تھا لہذا آپؐ نے قسم کھائی کہ اگر وہ کوئی صحیح عذر دلیل اور حجت کے ساتھ پیش نہ کر سکا تو اسے یا تو ذبح کر دیا جائے گا یا سزا دی جائے گی۔

ھد ھد زیادہ دیر غائب نہیں رہا اور سر جھکائے اپنے آقا اور حکمران کی تعظیم بجالاتے ہوئے خدمت میں حاضر ہوا حضرت سلیمانؑ نے سزا دینے سے پہلے غائب ہونے کی وجہ دریافت فرمائی تو اس نے معتمد اور باخبر زبان سے کہا۔

''میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہ تھی اور میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ (سورہ نمل آیت نمبر ۲۲) یہ پرندہ اپنی تاخیر کی وجہ معقول اور ایک خبر لے کر آ گیا مگر وہ کیا خبر تھی جو یہ چھوٹا سا پرندہ لے آیا مگر ایک عظیم الشان نبی جو بڑی وسیع مملکت کے بادشاہ تھے معلوم نہ کر سکے۔

یہ پرندہ یمن میں سبا کی طرف گیا اور وہاں سورج کی عبادت کرنے والی ایک قوم کو دیکھا جن کی حکمران ایک عظیم الشان خاتون تھی جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر نعمت سے نوازا تھا اور اس کا ایک بڑا تخت بھی تھا۔ لہذا ھد ھد نے یہ سب کچھ حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں گوش گذار کر دیا۔ کہا

میں نے ایک عورت کو دیکھا جو ان کی حکمران ہے اور اسے ہر چیز ملی ہے اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو سورج کو سجدہ کرتے دیکھا بجائے اللہ تعالیٰ

کے، اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے مزین کر دیئے ہیں اور انہیں سیدھے راستہ سے روک دیا اور وہ ہدایت پر نہیں۔ (النمل نمبر ۲۳۔۲۴)

یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے کب اور کیسے شیطان نے ان کے سروں پر سوار ہو کر انہیں حق اور سیدھے راستے سے دور کر دیا ہے اے اللہ کے نبی انہیں کیا ہوا؟

وہ کیوں اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ جانتا ہے جو کہ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا مالک ہے۔ (النمل، آیت نمبر ۲۵۔۲۶)

حضرت سلیمانؑ اس عجیب بات سے گھبرا گئے مگر انہوں نے پرندے کی بات پر یقین نہ کیا بلکہ فرمایا کہ ہم تیری بات کی سچ جھوٹ کی تحقیق کریں گے۔ اگر تیری بات صحیح اور سچ ہے تو میرا خط لے جا کر ان کو پہنچا دے پھر انتظار کر کہ وہ آپس میں کیا کہتے ہیں اور دور ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

لہذا یہ پرندہ قاصد بن کر اڑا بڑا حسین قاصد اور بڑا معزز بھیجنے والا تھا اور یہ دعوت اور کلمہ حق اللہ کے نبی کی جانب سے لئے جا رہا تھا۔

اور یہ ملکہ بلقیس کے مضبوط قلعے میں بنے ہوئے محافظوں میں گھرے ہوئے محل میں جا پہنچا اور اس کے بستر پر وہ خط ڈال دیا۔ جب ملکہ اپنی نیند سے بیدار ہوئی تو اس خط کو دیکھ کر گھبرا گئی کہ یہ خط اتنے حفاظتی انتظامات اور قلعہ بندی کے باوجود کیسے آ گیا اور اسے کون ڈال گیا اور اس کے خاص کمرے میں کیسے پہنچ گیا۔ یقیناً وہ کوئی بڑی طاقت اور قدرت والا شخص ہے۔

اس نے اپنے ملک کے وزراء اور اہل شوریٰ کو جمع کیا اور ان سے کہا۔

اے سردارو! میرے پاس ایک معزز خط ڈالا گیا ہے کہ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تم لوگ میرے مقابلے میں تکبر نہ کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ۔ (النمل نمبر ۳۱)

ملکہ خود ایک بہت ذہین اور عقل مند خاتون تھی شوریٰ کے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتی تھی۔

''وہ کہنے لگی اے سردارو مجھے میرے معاملے میں مشورہ دو میں کوئی فیصلہ نہیں کرتی

جب تک تم توثیق نہ کردو۔'' (النمل نمبر۳۲)

تواس کے سرداروں نے کہا کہ ہم بہت طاقتوراورذی حرب لوگ ہیں آپ کا جیسا حکم ہو۔ یہ ایسی عورت تھی جو ہر چیز کوتول پرکھ کر فیصلہ کرتی تھی۔ یہ عورت ان سب کی حاکم تھی اور ساری قوم اس کی مطیع وفرمانبردار تھی اوراس کی رائے پر فیصلہ کرتے تھے۔

جب ملکہ بلقیس نے دیکھا کہ اس کی قوم کے مرد لڑائی اور مدافعت پر آمادہ ہیں تو اس نے انہیں روک دیا اور کہا کہ صلح میں بہتری ہے اور درست وراست عقل والے وہی فیصلہ کرتے ہیں جس میں خیر ہواس لئے اس نے کہا۔

بے شک بادشاہ جس بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے اجاڑ دیتے ہیں اور اس کے معززین کوذلیل کردیتے ہیں۔ (النمل آیت نمبر۳۴)

جب بادشاہ ہماری بستی میں داخل ہوگا تواس پر لشکرکشی کرے گا کھلیان اجاڑدے گا اور عزت داروں کوکمتر اورآزادلوگوں کوغلام بنالے گا لیکن میں چاہتی ہوں کہ سلیمانؑ کی طرف کچھ ہدیئے بھیجوں اوراس میں خوبصورت لوگوں کوبہترین اشیاء کے ساتھ جو ہمارے ملک میں تیار ہوتی ہیں اس کے بعداس کی منزل نہج اور دعوت کو پرکھوں گی اگراس نے ہدیے قبول کرلئے تو وہ دنیاوی بادشاہ ہے اور میں مال دولت، فوج اور افراد کے اعتبار سے اس سے بالا ہوں گی اوراگراس نے ہدیے واپس کردیئے تو یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوگا۔

اور میں ان کی طرف ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی بھیجے گئے لوگ کیا واپس لاتے ہیں۔ (النمل آیت نمبر۳۵)

ھدھد یہ سارے مشورے اوران کا فیصلہ سن کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پہنچ گیا، تو حضرت سلیمانؑ نے جنات کوحکم دیا کہ ایک عجیب وغریب عمارت اور محل بناؤ جو آنکھوں کوخیرہ اوردلوں کودہشت زدہ کردے۔

جب بلقیس کا وفد یہاں پہنچا تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں حقیقت ہے یا خواب؟ اور پھر سلیمانؑ نے چمکتے چہرے کے ساتھ ان کے سامنے آکرانہیں خوش آمدید کہا۔ تو انہوں نے بلقیس کے بھیجے ہوئے تحفے انہیں پیش کئے مگر حضرت سلیمان نے انہیں یہ کہہ کر واپس کردیا کہ اپنے تحفے واپس لے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ دنیا میں کسی کونہیں دیا گیا۔

اے قاصد! یہ ہدیہ واپس لے جا اور میرا یہ جواب ہے کہ عنقریب تمہارے پاس ایسا لشکر آنے والا ہے جس کا سامنا نہ کرسکو گے اور ہم تمہیں سبا سے اور تمہارے ملک سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اس لئے کہ تم اللہ کی عبادت سے تکبر کر رہے ہو پس میں تم سے نہ مال طلب کرتا ہوں اور نہ اس کی حرص رکھتا ہوں میں نے تمہارے پاس پیغام محض اس لئے بھیجا تھا کہ تم مسلمان ہو کر یہاں آؤ اور توحید والے دین کا اقرار کرو اور اللہ خالق وسبحانہ کی عبادت کرو۔

قاصدین یہ پیغام لے کر بلقیس کے پاس پہنچے اس نے کہا کہ اب ہمارے پاس ان کی اطاعت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہم ان کی دعوت جلد سے جلد قبول کرلیں گے قبل اس کے کہ وہ اور اس کا لشکر یہاں آ دھمکے۔

ملکہ بلقیس خود حضرت سلیمانؑ کے دارالحکومت کی طرف نکل پڑی جب حضرت سلیمانؑ کو اس کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے جنات کو حکم دیا کہ میرے لئے بڑا مضبوط شیش محل بناؤ تا کہ ملکہ بلقیس کو اللہ کی عطا کا نظارہ کراؤں۔ پھر آپ نے جنات سے کہا کہ اس کے آنے سے پہلے اس کا تخت کون لے کر آئے گا تو ایک عفریت نے کہا کہ میں آپ کی مجلس و دربار ختم ہونے سے پہلے لے آؤں گا اور ان میں سے ایک شخص نے جسے اللہ تعالیٰ نے علم، حکمت اور ایمان عطا کیا تھا، کہا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے لے آؤں گا۔

یہ ''آصف بن برخیا'' تھے پلک جھپکتے ہی تخت موجود تھا یہ دیکھ کر اللہ کے نبی اللہ کے حضور سربسجود ہوگئے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا۔

''کہا یہ سب میرے رب کا فضل ہے وہ مجھے آزماتا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ (النمل، آیت نمبر ۴۰)

حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ تخت کی نشانیوں کو تبدیل کر دیا جائے تا کہ اس عورت کی ذہانت اور عقل کا امتحان لیا جا سکے۔ اس کے علاوہ حضرت سلیمانؑ نے شیش محل بنوا کر اس کا فرش بھی شیشہ کا بنوایا اور اس کے نیچے پانی ڈلوا کر اس میں مچھلیاں چھوڑ دیں تا کہ دیکھنے والے کو کسی بہتی نہر یا سمندر کا منظر معلوم ہو اور اس کا تخت محل میں بچھا دیا اور اس تمام تیاری سے مقصد یہ تھا اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دکھائی جائیں اور یہ کہ جیسی مملکت اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو عطا فرمائی ہے وہ بلقیس کو اور نہ ہی کسی اور کو دی گئی ہے۔

پھر امتحان کا وقت آ گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''جب وہ آ گئی تو سلیمانؑ نے کہا کہ تیرا تخت اس طرح کا ہے اس نے جواب دیا ''گویا کہ یہ وہی ہے۔'' (النمل نمبر۴۲)

اس نے اپنی ذہانت کا ثبوت اس طرح دے دیا کہ اس نے اس تخت کے اپنا ہونے کو ناممکن جانا کیونکہ وہ اسے یمن کی سرزمین میں چھوڑ آئی تھی پھر وہ محل میں داخل ہوئی لیکن راستے میں سارا پانی نظر آیا تو اس نے تالاب سمجھ کر اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا تاکہ پانی میں سے گزر سکے تو حضرت سلیمانؑ نے اسے فرمایا۔

یہ سب شیشوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ (النمل نمبر۴۴)

بس اسی وقت ملکہ کا دل ایمان سے معمور ہو گیا اور غفلت کے پردے ہٹ گئے۔ کہنے لگی کہ میرے رب میں تیری عبادت سے دور تھی اور کافی زمانہ تک تیری رحمت سے گمراہ رہی، میں نے غیر کی عبادت کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اب میں گواہی دیتی ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

میرے رب میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اب میں ایمان لائی سلیمانؑ کے پاس اللہ رب العالمین پر۔ (النحل، آیت نمبر۴۴)

اس طرح یہ عظیم خاتون اللہ تعالیٰ کے دین میں اخلاص وانابت کے ساتھ داخل ہو گئی یہ خاتون اپنی سیاست، انتظام ملک، شوریٰ اور حکمت میں مثال تھی اور اللہ تعالیٰ نے ایک عقل مند عورت کے لئے اس کی مثال دی ہے تو یہ اپنی عقل اور رائے میں اپنی مثال آپ تھی۔ اسی عقل نے اسے اللہ کے راستے کی طرف ہدایت دی اور توحید کا جھنڈا اس کے ملک پر بلند کروا دیا۔

بہر حال بلقیس دنیا کے حکمرانوں میں ایک ملکہ اور اللہ کی کتاب میں مثال بنی اور کتاب اللہ میں اسے شرف اور بلند مرتبہ حاصل ہو اور عزت اور تعظیم کی وجہ سے اس کا ایمان اور اسلام اللہ نے بڑھا دیا۔

(۱۱) عمران کی زوجہ

ان کا ذکر قرآن کریم میں ''عمران کی زوجہ'' کے نام سے ہی آیا ہے۔ یہ ایک نیک شخص

تھے اور بنی اسرائیل کے بڑے لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

اس خاتون کا ذکر قرآن میں ایک دعا اور اللہ کے سامنے عاجزی کے اظہار کے ذکر میں آیا ہے۔ اس خاتون کی کافی عمر ہو چکی تھی مگر اولاد نہ تھی اور اس کی ہمیشہ خواہش رہی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اولاد عطا فرمائے۔ جس سے وہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ اس کی قلقاریوں سے گھر گونجے، وہ اکثر رات کو آسمان پر پرندے دیکھا کرتی جو اپنے چوزوں کو کھلاتے اور انڈے دیا کرتے تو یہ دیکھ کر ان کی اندر کی ممتا جاگ اٹھتی۔ اس کا دل بھی چاہتا کہ وہ اپنے بچے کو سینے سے لگائے اور اپنی ممتا کی تسکین کرے۔ عورت کی سب سے حسین آرزو اپنے پہلو میں اور اپنے سامنے اپنے بچے کو کھیلتا دیکھنا ہوتی ہے۔

اسی خواہش نے انہیں اپنے رب کے دروازے پر گڑگڑانے کو مجبور کیا تو اس نے اپنے رب کی بارگاہ میں التجا کی۔ وہ تمام امیدوں اور تمناؤں کے ساتھ پکارتی ہے:

''اے رب، مجھے بیٹا عطا فرمادے تاکہ میں دوسری عورتوں کی طرح ماں کہلاؤں اور میں یہ نذر مانتی ہوں کہ اگر تو نے میری ممتا کو سچ کر دکھایا، دعا قبول کر لی تو میرا بیٹا بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔

رب نے اس کی دعا سن لی۔ ان کا مطالبہ پورا کر دیا گیا، ان کی دعا کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اس نے جنین کو محسوس کیا جو ان کی رگوں میں پل رہا تھا، تو انہوں نے اپنے دل میں لذت، مسرت اور خوشی کے ہیجان کو محسوس کیا۔

''زوجہ عمران تیزی سے اپنے شوہر کو خوشخبری دینے پہنچ گئیں اور انہیں بتایا کہ وہ دونوں ماں باپ بننے والے ہیں تو عمران بھی اپنی بیوی کی خوشی، مسرت اور اللہ تعالیٰ کے شکر میں شریک ہو گئے۔

یہ خوبصورت ایام گزرتے رہے اور ''زوجہ عمران'' امیدوں کے سمندر میں مسکراتی، شرح صدر کے ساتھ غوطے کھاتی رہی۔ لیکن قدرت کا کرنا یوں ہوا کہ اس کی خوشی غم میں بدل گئی اور عمران اپنے رب کے سامنے حیات کو ودیعت رکھ چکے تھے، وہ دنیا سے چلے گئے۔

عمران رخصت ہوئے اور اپنی بیوی کے بطن میں اپنی اولاد کو چھوڑ گئے۔ اس اولاد کی انہوں نے بڑی تمنا کی تھی کہ اسے دیکھیں گے، سینے سے لگائیں ہے۔ ''حنہ'' کی تمنا ہوتی کہ اگر عمران زندہ رہتے تو اپنی اولاد کو دیکھ کر خوش ہوتے اور آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔ اپنی

زندگی کا پھل چکھتے۔ لیکن اللہ کا فیصلہ ہو چکا اور اس کے فیصلہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

آخر کار ولادت کا وہ لمحہ آ گیا جس کی وہ شدت سے منتظر تھی۔ ولادت ہوئی مگر اچانک کچھ اور ہی سامنے آیا۔

ان کی تمنا تھی کہ بیٹا ہوگا تو اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کریں گے۔

مگر اولاد تو ہوئی لیکن وہ لڑکی تھی۔ زوجہ عمران پر غم کے بادل چھا گئے۔ مایوسی نے ان کے دل میں گھر کر لیا وہ کب سے بیٹے کی امید لئے بیٹھی تھی، مگر انہیں بیٹا نہ ملا۔

جب دکھ کم ہوا اور غم زائل ہو گیا، دعا قبول ہو گئی تو شوہر پیٹ میں بچہ چھوڑ کر راہی عدم ہوا اور پھر تمنا یہ رہی کہ بیٹا ہوگا تو بیت المقدس پر وقف کریں گے۔ اب بیٹی ہوئی تو ”حنہ“ نے یہ سمجھا کہ اب نذر پوری نہیں ہو سکتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”جب عمران کی بیوی نے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ جو میرے پیٹ میں ہے وہ وقف ہوگا، مجھ سے قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پس جب ولادت ہوئی تو کہنے لگی میرے ہاں لڑکی تولد ہوئی ہے اور اللہ کو مولود کا علم ہے اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوتا۔ میں نے اس کا نام مریم رکھا اور اس کے لئے تیری شیطان مردود سے پناہ مانگتی ہوں۔“ (آل عمران، آیت نمبر ۳۵۔۳۶)

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے ضعف پر رحم کھاتے ہوئے اس کے صبر اور نذر کو قبول فرمایا اور ان پر نعمت کا اتمام فرما دیا اور اسی مولود سے راضی ہو گیا کہ وہ ان کی نذر اس سے پورا کر دے۔

پس اس کے رب نے اس (مریم) کو اچھی طرح قبول کیا۔ (آل عمران، آیت نمبر ۳۷)

اس طرح مریم بیت المقدس میں داخل ہو گئی اور متولی ھیکل نے بھی اجازت دے دی کہ مریم بیت المقدس کی خدمت کرے اور اس میں عبادت کرے۔

زوجہ عمران نیک عورت کی مثال ہیں۔ ان پر غم و رنج آئے مگر وہ اس کے رفع کے لئے ہاتھ اٹھا کر رب السموات والارض سے مناجات کرتی اور اس کے فضل و کرم کا سوال کرتی۔

اسی طرح یہ اپنی اولاد کو نیکو کاری چاہنے والی عورتوں کی مثال ہے۔ انہوں نے چاہا کہ

ان کی اولاد صالح بنے اور دین کے کاموں اور اللہ کے گھر کی خدمت میں لگی رہے۔

یہ ایک کمزور عورت تھی۔ اس نے اللہ سے مانگا تو اللہ نے ان پر رحم کیا اور ان کا کفیل اور مددگار بن گیا۔

(۱۲) مریم بنت عمران

ابھی ان کی والدہ کا ذکر گزرا اور یہ کہ مریم کس طرح بیت المقدس میں داخل ہوئیں۔

یہ مریم بنت عمران ہیں۔ (ان کی والدہ کا نام "حنہ بنت فاقوذ" تھا) بیت المقدس کی اس نئی خدمت گار اور مہمان کی کفالت کے بارے میں بیت المقدس کے متولی و خادمین حضرات میں اختلاف ہو گیا کیونکہ یہ ان کے امام اور ذی القربہ شخص کی بیٹی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے آ کر جھگڑا نمٹانے کی کوشش کی۔ فرمایا کہ میں اس بچی کا خالو ہوں، اس لئے میں اس کی کفالت کروں گا۔ یہ بچی مجھے دے دو اور اس کی نگہبانی کا فریضہ مجھے عنایت کر دو۔ مگر جھگڑا اور بڑھ کر طویل ہو گیا۔ ہر ایک ان میں سے مریم کی کفالت کرنا چاہتا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ کی نزدیک ہو جائے۔ انہوں نے نہ تو حضرت زکریا علیہ السلام کی رائے قبول کی اور نہ ان کو ترجیح دی۔

لہٰذا انہوں نے قرعہ ڈالا اور نہر پر چلے گئے جہاں انہوں نے اپنے قلم نہر میں ڈالے۔ (یہ ان کا قرعہ ڈالنے کا طریقہ تھا) تو حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کی سطح پر براجمان رہا۔ باقی لوگوں کے قلم ڈوب گئے۔ اب لوگوں نے ان کی رائے بھی مان لی اور بچی ان کے حوالے کر دی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو ہم تجھے وحی کرتے ہیں اور تو ان کے پاس نہ تھا جب وہ قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا۔" (آل عمران، آیت نمبر ۴۴)

حضرت زکریا علیہ السلام کی مریم کی کفالت کا ذکر بھی قرآن نے کیا ہے۔

"اور اس کی کفالت زکریا نے کی۔" (آل عمران، آیت نمبر ۳۷)

حضرت زکریا نے مریم کی راحت کا ہر طرح خیال کیا اور عبادت گاہ میں سے سب

سے زیادہ محفوظ اوراونچی جگہ کا انتخاب کیا جہاں بغیر سیڑھی پہنچا نہیں جا سکتا تھا۔حضرت مریم وہاں رات دن عبادت کرتیں اور بیت المقدس کی خدمت اور رکھوالی کرتیں۔حضرت زکریا علیہ السلام ان کی خبر گیری کرتے اور آرام کا خیال رکھتے۔وہ ان کے آنکھوں کی ٹھنڈک تھیں۔پھر حضرت زکریا علیہ السلام نے عجیب معاملہ دیکھنا شروع کیا۔وہ جب وہاں آتے ان کے پاس عجیب پھل دیکھتے۔سردی کے پھل گرمی میں اور گرمی کے سردی میں۔

انہیں کون لاتا ہے؟ حضرت زکریا علیہ السلام کے انتظامات کے مطابق تو کوئی وہاں نہیں آ سکتا اور نہ ہی کوئی جھانک سکتا تھا۔ایک مرتبہ انہوں نے پوچھ ہی لیا کہ یہ پھل کہاں سے آئے؟ کھانا کہاں سے آتا ہے، جو ہمارے برتنوں کے علاوہ ہے؟ یہاں تو کوئی آ نہیں سکتا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے رزق عطا فرماتا ہے۔

اب حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کی قدر ومنزلت سے بھرپور آگاہی ہوگئی اور انہیں پتہ چل گیا کہ اللہ نے مریم کو عام لوگوں سے ہٹ کر خصوصیت عطا فرمائی ہے۔

اسی دوران چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں باپ بننے کی خواہش بھی تھی، وہ اکثر دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھدار بیٹا عطا فرمادیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صورت میں ایک بیٹا جو سردار اور نبی تھا عطا فرما دیا۔

حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش پاکیزگی اور عفت کے ماحول میں بدی کے ماحول سے دور ہوئی اور بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ کی نگہبانی اور عنایت کے ساتھ ہوئی۔فرشتے ان کے پاس آکر انہیں ان کے بلند مرتبہ اور منزلت عند اللہ کی خوشخبری دیتے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے چن لیا ہے اور ہر قسم کی آلودگی سے انہیں بچایا ہے۔ارشاد گرامی ہے:

”اور جب کہا فرشتوں نے اے مریم! تجھے اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور پاکیزہ بنایا اور دنیا کی عورتوں پر تجھے چن لیا ہے، اے مریم رجوع رہ اپنے رب کی طرف اور (اس کے سامنے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کر۔“ (آل عمران، آیت نمبر ۴۲۔۴۳)

جب مریم جوان ہو چکیں تو ایک مرتبہ وہ اپنی ضرورت کے لئے محراب سے نکلیں اور بیت المقدس کی مشرقی جانب کسی جگہ رکیں تو اچانک اپنے سامنے ایک روشن حسین چہرے والے نوجوان کو دیکھا تو یہ گھبرا کر بے چین ہوئیں اور اس سے دور ہونے لگیں، مبادا اس بے

یار و مدد گار جگہ میں یہ شخص انہیں نقصان نہ پہنچا دے۔
اس سے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیز گار ہے۔(مریم، آیت نمبر ۱۸)

تو اس فرشتے (جبریل) نے کہا کہ "میں تیرے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) قاصد ہوں تاکہ تجھے ایک سمجھدار بیٹا ہبہ کروں۔" (مریم، آیت نمبر ۱۹)
یہ سن کر بی بی مریم کی وحشت کچھ کم ہوئی کہ یہ خلوت میں آنے والا شخص انسان نہیں بلکہ ایک معزز فرشتہ ہے۔ لیکن وہ اس کی اس بشارت پر حیران تھی کہ میں ایک جوان لڑکی ہوں، ابھی شادی بھی نہیں کی، کوئی مرد میرے قریب نہیں آیا تو ایک کنواری اور پاکباز لڑکی کے کس طرح اولاد ہو سکتی ہے۔ تو انہوں نے کہا۔
"مجھے بیٹا کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مرد میرے قریب نہیں آیا اور نہ ہی میں سرکش ہوں۔" (مریم، آیت نمبر ۲۱)
فرشتے نے جواب میں کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور مشیت ہے۔ اس کی ثناء جلیل ہے۔ وہ کسی چیز سے عاجز نہیں، وہ جو کہتا ہے ہو جاتا ہے۔
فرشتے نے کہا "اسی طرح تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ میرے لئے بہت آسان ہے اور تاکہ میں اسے لوگوں کے لئے نشانی بناؤں۔" (مریم، آیت نمبر ۲۰)
یہ کہہ کر فرشتے نے ان کے سینے پر پھونک ماری اور چلا گیا۔ اور مریم حیران و پریشان فکر میں ڈوبی بیٹھ کر سوچنے لگیں کہ اگر ایسا ہو گیا تو لوگ ان کے بارے میں کیا کہیں گے کہ ایک کنواری لڑکی بغیر کسی شوہر و مرد کے بچہ جنے گی۔ لہٰذا وہ "الناصرہ" کے قریب ایک مکان میں رہنے لگیں۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ان کی فکر اور سوچ میں اضافہ ہوتا جاتا کہ لوگ زبان کھولیں گے، لہٰذا ان کا غم بڑھتا جاتا لیکن اللہ کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم رکھا کیونکہ وہ خود جانتی تھیں کہ وہ ہر عیب سے مبراء ہیں۔ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔
مروی ہے کہ جب مریم کو آثار حمل ظاہر ہوئے تو سب سے پہلے جس شخص نے محسوس کیا وہ ان کے اقرباء میں سے تھا۔ اسے "یوسف نجار" کہا جاتا تھا۔ یہ بہت نیک آدمی تھے۔ انہیں اس بات سے بڑا تعجب ہوا کیونکہ وہ انہیں جانتا تھا کہ یہ بڑی دیانتدار، پاک، صاف اور عبادت گذار لڑکی ہے۔

ایک دن اس نے مریم سے یوں گفتگو کی، پوچھا:

''اے مریم کیا کھیتی بغیر بیج کے ہوسکتی ہے؟ مریم نے کہا، ہاں، ورنہ سب سے پہلی کھیتی کیسے اگتی؟ اس نے پوچھا اے مریم کیا درخت بغیر پانی کے اگ سکتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں، ورنہ پہلے درخت کو کس نے پیدا کیا؟ اس نے پوچھا کیا اولاد بغیر باپ کے پیدا ہوسکتی ہے؟ مریم نے کہاں ہاں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بغیر مرد وعورت کے پیدا فرمایا۔ تو یوسف نجار نے کہا، اب اپنا معاملہ بتاؤ؟ مریم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا، اس کا نام عیسیٰ ہوگا۔ یہ سن کر یوسف نجار کو یقین ہوگیا کہ مریم سچی اور مبرا ہے۔ اس کا حمل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

''سدی'' نے اپنی سند سے صحابہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مریم اپنی خالہ کے پاس گئیں جو کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی تھیں۔ تو انہوں نے کہا مریم مجھے محسوس ہورہا ہے کہ میں ماں بننے والی ہوں۔ تو مریم نے کہا مجھے بھی لگتا ہے کہ میں ماں بننے والی ہوں۔ یہ سن کر اس (یحییٰ علیہ السلام کی والدہ) نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ تیرے پیٹ والے کو سجدہ کررہا ہے۔

مالک کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام آپس میں خالہ زاد تھے اوران دونوں ماؤں کا حمل ایک ہی ساتھ رہا تھا۔

جب ولادت کا وقت آ گیا تو مریم علیہا السلام نے دردزہ محسوس کیا تو وہ بستی سے اکیلی نکل پڑیں اور ایک سوکھے ہوئے کھجور کے پیڑ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں جہاں انہیں دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔ جب ولادت ہوئی تو وہاں ان کی مدد کو کوئی بھی نہ تھا، نہ کوئی مونس کہ ان کی وحشت کو کم کرتا، انہیں دو تکلیفیں محسوس ہورہی تھیں۔ ایک دردزہ اور دوسری یہ کہ اب لوگ ان پر جھوٹے الزامات اور تہمتیں لگائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے رب کو پکارا۔

اے کاش میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی اور بھولی بسری ہوجاتی۔ (مریم، آیت نمبر ۲۳)

لیکن تھوڑی دیر بعد ہی انہیں آواز آئی:

''مت رنج کر، تیرے رب نے تیرے قدموں میں چشمہ جاری کردیا ہے اور کھجور کی ٹہنیاں ہلا، تجھ پر تازہ کھجوریں گریں گی۔ پس کھا پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر اگر کوئی انسان

نظر آئے تو اسے کہہ دینا کہ میں نے اللہ کے لئے روزہ کی نذر کی ہے، آج کے دن میں کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔" (مریم، آیت نمبر ۲۴۔۲۶)

پانی جاری تھا اور کھجوریں گرتی رہیں تاکہ اسے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے تو ان کا دل مطمئن ہو گیا اور انہوں نے اپنی طاقت کو مجتمع کیا اور بچہ کو اٹھائے بستی میں پہنچ گئیں۔ فوراً ہی پوری بستی میں یہ بات پھیل گئی اور خبر مشہور ہو گئی، لوگ جمع ہو گئے۔ بعض ملامت کرنے لگے، بعض ان کی پاکیزگی اور بزرگی کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے:

"اے مریم، تو بہت بری چیز لائی، اے ہارون کی بہن، نہ تیرا باپ برا تھا، اور نہ تیری ماں سرکش ہے۔" (مریم، آیت نمبر ۲۸)

لیکن وہ زبان سے کچھ نہ بولیں بلکہ اس بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے بات کرو۔ تو لوگ اور زیادہ حیران ہوئے کہ ہم کس طرح گود کے بچے سے بات کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی زبان کھول دی۔ اس جیسے بچے بولتے نہیں ہیں۔ وہ اونچی آواز سے بولا۔ اللہ کی طاقت بیان کی اور اپنی ماں سے ان کے استہزاء کا دفاع کیا۔ بچہ نے کہا:

"میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا کی اور مجھے نبی بنایا ہے اور مجھے مبارک کر دیا ہے میں جہاں کہیں بھی ہوں۔ اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ ہوں۔ (مریم، آیت نمبر ۳۱۔۳۲)

بچہ سچی دلیل کے ساتھ گویا ہوا کیا اس دلیل کے بعد بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے جو ان کے باطل دعوے کی تردید کرے یا ان کی افتراء کا جواب دے۔ اللہ تعالیٰ نے حکمت سے اسے گویائی دی۔ نبوت کے لئے تیار کر دیا۔ حالانکہ وہ ابھی ماں کی گود کا بچہ تھا اور یہ سب کچھ مریم علیہا السلام کی برأت کی نشانی تھی۔ ان کی پاکیزگی پر دلالت کرنے والا معجزہ تھا۔ یہ دنیا کی سب سے زیادہ معزز اور پاکباز خاتون قرار پائیں۔

حضرت مریم اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر مصر روانہ ہو گئیں کیونکہ دنیا میں ان کے معجزانہ ولادت کی خبریں گردش کرتی رہیں تھی۔ حتیٰ کہ وہاں کے حاکم "ھیر دوس" تک بھی پہنچیں اور اس نے اپنی مملکت چھن جانے کے خوف سے انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔

لہذا آپ مصر میں بارہ سال مقیم رہیں۔ وہاں ھیر دوس بادشاہ کی موت کی خبر ملی تو آپ

واپس فلسطین تشریف لے آئیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کی نگرانی میں ''بیت لحم'' سے کچھ دور ایک ٹیلے پر امن اور ٹھنڈے پانی کے ساتھ رہتے رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو نشانی بنایا اور انہیں ایک ٹیلے پر ٹھکانہ دیا جو سکون والا اور ٹھنڈے پانی والا تھا۔'' (المومنون، آیت نمبر ۵۰)

پاکیزہ، طاہرہ مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مددگار اور سند تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حامل رسالت تھے۔ عمر تیس سال تھی۔ آپ شہر شہر گھوم پھر کر محبت اور سلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے اور یہود کو خود پر ایمان کی دعوت دیتے۔ لیکن وہ ان کا انکار کرتے رہے۔ بہت کم لوگ ایمان لائے اور انہوں نے تکلیفیں دیں۔ حتیٰ کہ قتل تک جا پہنچے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا اور اپنی طرف اٹھا لیا۔ جیسا کہ ان میں ذکر ہے۔

اس واقعہ کے پانچ سال بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک امانت مریم کو واپس لے لیا اور حضرت مریم عالم ملکوت میں پہنچ گئیں۔ یہ پاکیزگی اور عفت میں اپنی مثال آپ تھیں۔ اس وقت ان کی عمر ۵۳ (ترپن) سال تھی۔ ارشاد باری ہے:

''اور مریم بنت عمران جس نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا ہم نے اس کے چاک گریبان میں پھونک دیا اپنی روح کے ذریعے اور اس نے اپنے رب کے پیغاموں کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی۔ اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔'' (التحریم، آیت نمبر ۱۲)

کنواری بی بی مریم پر سلام ہو جو ایک بڑے معجزے اور برہان عظیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھیں۔

(۱۳) ابولہب کی بیوی

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہمیشگی کی بدبختی کو سمجھنے پر قادر نہیں ہوتے۔ یہ وہ بدبختی ہے جس کے بعد کوئی اور بدبختی نہیں۔

یہ عورت انہی بدبخت عورتوں میں سے ہے۔ یہ اپنے آخری الفاظ کہنے سے پہلے ہی عذاب اور خسران کی مستحق بنی اور اپنے شوہر ''عبدالعزیٰ ابولہب'' سے نار جہنم میں جا ملی۔ ان دونوں کو قرابت رسول ﷺ سے کوئی فائدہ نہ پہنچا بلکہ یہ دونوں اگر ان سے فائدہ حاصل کرتے

تو اللہ انہیں بہت عزت دیتا۔

ان دونوں کی دشمنی اس پہلے دن سے ہی ظاہر ہو گئی تھی جب آنحضرت ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر "دعوت اسلام" کا اعلان فرمایا۔ آپ ﷺ نے پہاڑی پر چڑھ کر قریش کو پکارا، وہ سب جمع ہو کر پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا "یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن صبح یا شام کو تم پر چڑھائی کرنے والا ہے تو میری بات کا اعتبار کرو گے؟"

سب نے بیک زبان کہا، کیوں نہیں۔ آپ سچے اور امانت دار ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"پس میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک عذاب شدید سے۔"

تو ابولہب بولا، تو ہلاک ہو، کیا تو نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میاں بیوی کے لئے سورہ لہب نازل فرمائی۔

"ہلاک ہوا ابولہب اور وہ ہلاک ہو چکا، اس کے مال اور کمائی نے اسے فائدہ نہیں دیا۔ وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں پہنچے گا اور اس کی بیوی جو ایندھن اٹھانے والی ہے اس کی گردن میں آگ کی رسی ہوگی۔" (سورۃ اللھب، پارہ نمبر ۳۰)

اور حقیقت میں یہ عورت جس کا نام "اروی بنت حرب" ہے (ابوجہل کی بیٹی) اپنی گردن پر نبی اکرم ﷺ کی دشمنی سوار کر چکی تھی۔

اگر ہم ذرا پیچھے نگاہ دوڑائیں تو اس دشمنی کا ایک پس منظر ہے۔ یہ ایندھن کی لکڑی ڈھونے والے غیظ و غضب میں حضرت خدیجہ بنت خویلد سے کڑھتی رہتی تھی۔ حضرت خدیجہ مال، دولت، عزت، جاہ، نسب والی قریش کی عورتوں کی سردار تھیں اور ان کی منزلت اور قدر اس طرح مزید بڑھی کہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کی زوجیت میں آئیں اور بے شمار آنکھیں آپ کے شرف کی بناء پر ان کا طواف کرتی رہتی تھیں۔

اروی کو حسد نے مار رکھا تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ بن کیسے گئی اور محمد ﷺ ان کی نظر میں کیا تھے جو اس مرتبہ کے مستحق ہو گئے؟

پس یہ وجہ تھی کہ ام جمیل اروی بنت حرب دشمن ہو گئی اور اسلام اور محمد ﷺ سے اعلان جنگ کر دیا۔

قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی دو بیٹیاں رقیہ اور ام کلثوم اسی ام جمیل کی بہو تھیں۔ یہ اس کے دو بیٹوں عقبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ ام جمیل بہت غصہ میں بھری تھی۔ اس نے آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کی زندگی مکدر کر کے رکھ دی اور ان دونوں کو بے تحاشا تنگ کرتی اور انہیں کسی لمحے سکون سے نہیں رہنے دیتی تھی۔ اعلان نبوت کی بعد اسے موقعہ مل گیا کہ وہ رسول اکرم ﷺ اور ان کی زوجہ حضرت خدیجہ سے انتقام لے کر اپنے غصے کو تسکین پہنچائے۔

اس نے انتقام کی ابتداء آپ کی بیٹیوں سے کی۔ اس نے اپنے بیٹوں سے قسم لی کہ جب تک محمد ﷺ کی دونوں بیٹیاں اس چھت کے نیچے ہیں وہ نہیں سوئے گی اور ابولہب کو مجبور کر دیا کہ ان دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوا کر محمد ﷺ کے گھر بھیج دے۔ چنانچہ عتبہ اور عتیبہ نے بنات رسول ﷺ کو طلاق دے کر گھر بھیج دیا۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید محمد ﷺ تبلیغ کے بجائے بیٹیوں میں مصروف ہو جائیں گے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے بنات رسول ﷺ کو ابولہب اور ام جمیل کے بیٹوں سے اچھا بدل عطا فرمایا اور وہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس طرح نور کا قافلہ چلتا رہا اور اسے اس عورت اور اس کے شوہر کی دشمنی سے کوئی نقصان نہ پہنچا سکی۔

ام جمیل ایندھن کی لکڑیاں ڈھوتی تھی۔ اس کے سامنے اس کا شوہر اونٹ چراتا تھا۔ دونوں کے پاس عقل اور ارادہ نہیں تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلتے ہوئے ان کی مخالفت کرتے اور آوازیں کستے۔ اور ان کا شیوہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور انکار بنا ہوا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ نے ''ربیعہ بن عباد'' جو بنوالدیل سے متعلق تھے، اور جاہلیت میں تھے بعد میں اسلام لائے روایت کی ہے کہ

''میں نے ''ذوالمجاز'' کے بازار میں آپ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ لوگو ''لا الہ الا اللہ'' کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔ لوگ ان کے گرد جمع تھے۔ آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص روشن چہرے والا جو بھینگا بھی تھا وہ کہہ رہا تھا، کہ یہ شخص جھوٹا اور صابی ہے۔ یہ کہتا ہوا وہ آپ ﷺ کے پیچھے جاتا، میں نے پوچھا یہ (بھینگا) کون ہے؟ جواب ملا آپ ﷺ کا چچا

(۱) یہ مؤلف کا مسلک نہ جانے روایات کی بناء پر ہے۔ ورنہ عام کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ (مترجم)

ابولہب ہے۔

جی ہاں ام جمیل اپنے کینہ اور حسد کے باعث یہ طاقت رکھتی تھی کہ وہ ابولہب کے ہر ارادے کو سلب کر لے۔ حتیٰ کہ اس نے اسے سارے بنو ہاشم سے علیحدہ کر دیا تھا۔ سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑے تھے، مگر یہ نہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ام جمیل صبح و شام کانٹے چن کر لاتی، تا کہ آپ ﷺ کے راستے اور گھر کے دروازے کے سامنے پھینک دے۔ اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے شوہر اور قوم والوں کو چغلیاں کھا کر آپ ﷺ کے خلاف بھڑکاتی تا کہ گھر والوں اور رشتہ داروں کو بھی مخالف کر دے اور آپ ﷺ کے بارے میں اشعار پڑھنے سے بھی گریز نہیں کرتی تھی۔ اسی طرح آپ کو بجائے محمد کے ''مذمم'' برائی والا (نعوذ باللہ) کہا کرتی۔

''مذمما قلینا'' ہم نے مذمم کو چھوڑ دیا۔

''و دینه ابینا'' اس کے دین کا انکار کیا۔

''و امراہ عصینا'' اور اس کے حکم کی نافرمانی کی۔

آپ ﷺ اس کے شعروں کو ہنس کر ٹال دیتے اور اس کو بجائے خود کے کسی اور کو سب و شتم شمار فرماتے، اور ارشاد فرماتے:

''دیکھو، اللہ تعالیٰ نے ان کے سب وشتم کو کس طرح مجھ سے پھیر دیا ہے۔ یہ کسی مذمم کو لعن طعن کرتے اور گالیاں دیتے ہیں اور میں تو محمد ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے اسے عذاب جہنم بھی خاص قسم کا دیا اور اس میں اس کا ایک کام مقرر کر دیا۔ وہی عمل جو یہ دنیا میں کرتی تھی وہی دوسرے جہاں میں بھی کرے گی اور دونوں میں مشابہت بھی ہے۔ وہ یہ کہ جہنم کی آگ میں بھی ایندھن ڈھویا کرے گی۔ آگ بھڑکائے گی۔ اس کی شدت کو چکھے گی اور شعلوں میں خود بھی جلے گی اور دنیا میں یہ اپنی گردن میں رسی باندھتی تھی تا کہ لکڑیاں ان سے باندھ دے اور جہنم میں بھی اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی۔ مگر وہ آگ کی رسی ہوگی اور وہ رسی اس کا گلا گھونٹے گی اور اسے ہلاکت اور موت کا مزہ چکھائے گی۔

سورۃ اللھب انہی دونوں میاں بیوی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ دونوں دنیا کے بدترین شقی ہیں اور قیامت میں بھی ان سے بڑا شقی کوئی نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا کلام تمام اعجازات سے پر ہے۔اس میں کافروں کے لئے ایسی وعیدیں ہیں جو بہادروں کا دل چاک کردیں اور نوجوان ان کے خوف کے مارے بوڑھے ہوجائیں۔مگر یہ خبیث النفس عورت اپنے کفروعناد پرڈٹی رہی تو جب اس نے اللہ کا ارشاد سنا تو وہ فوراً تیزی سے آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے کی غرض سے دوڑی۔اس کے ہاتھ میں پتھر تھے۔سامنے رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی ابوبکر صدیق کھڑے تھے۔ان حضرات نے اسے دیکھا کہ وہ ہاتھ میں پتھر لئے دوڑتی چلی آرہی ہے اور پھر اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہوکر کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے دوست نے میری ہجو کی ہے۔ میں یہ کردوں گی وہ کردوں گی۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اللہ نے اس کی آنکھوں کو اچک لیا ہے اور نبی اکرم ﷺ اسے نظر نہیں آرہے۔حتیٰ کہ ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تجھے میرے ساتھ کوئی نظر آرہا ہے؟ تو وہ بولی تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے۔

اس طرح ام جمیل اپنے کینہ اور بداخلاقی پر قائم رہی اور کینہ کو سینے میں لئے موت کی آغوش میں چلی گئی اور اس کا شوہر بھی مرگیا۔وہ بھی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔

علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ المسد (سورۃ لھب) اپنے شان نزول کے حوالے سے ایک معجزہ ہے۔کیونکہ اس میں دعویٰ ہے کہ ابولہب بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔اس کے ذریعے آپ ﷺ نے یہ خبر دی کہ یہ دونوں میاں بیوی ایمان نہیں لائیں گے۔نہ ظاہراً نہ باطناً نہ سراً نہ اعلانیۃً۔اور وہی ہوا۔اس طرح یہ نبوت پر ایک انتہائی عظیم الشان دلیل ہے۔

(۱۴) مجادلہ (لڑنے والی عورت)

مجادلہ قرآن کی سورت ہے اور اسی خاتون کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔اس کا نام خولہ بنت ثعلبہ بن اصرم ہے۔اس کے شوہر کا نام ''اوس بن صامت'' رضی اللہ عنہ تھا۔یہ شروع ہی میں اسلام لائے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر، احد، خندق اور دیگر غزوات میں شریک رہے۔یہ مشہور صحابی ''عبادہ بن صامت'' جو بارہ نقباء میں سے تھے، کے بھائی ہیں۔

قرآن کریم میں خولہ کا ذکر اس لئے آیا ہے کہ یہ ایک وفا شعار اور خدمت گذار بیوی تھی۔ان کے بارے میں تاریخ نے زیادہ نہیں لکھا۔ان کے شوہر بوڑھے ہوگئے تھے،ان کی عمر بہت ہوگئی اور چڑچڑاہٹ مزاج میں داخل ہوگئی تھی۔ایک مرتبہ غصہ میں انہوں نے خولہ کو کہہ دیا کہ ''تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔''

خولہ نے یہ سنا تو اس پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔جاہلیت کے دستور کے مطابق ان الفاظ سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی تھی اور یہ سختی میں سب سے زیادہ شدید طلاق سمجھی جاتی تھی۔ایسی حرمت تھی جس میں رجوع بھی نہیں ہوسکتا۔کیا چند لمحوں میں گھر اور خاندان میں گذارے ہوئے سال یکدم ختم ہوجائیں؟ کیا اپنے شوہر کے لئے اپنی جوانی برباد کرنے کے بعد ظلم اور غم جھیلنے پڑیں گے؟ ظلم کا دور ختم ہوچکا،اسلام کا عدل آچکا،اللہ اس فیصلہ سے راضی نہ ہوگا،یہی سوچتے سوچتے روتی ہوئی خولہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔

آپ ﷺ مومنین کے لئے رؤف ورحیم تھے۔خولہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑی ہوکر کہنے لگی۔یارسول اللہ (ﷺ) میری جوانی بوسیدہ ہوگئی،میں بوڑھی ہوچکی،اولاد پیدا ہونا بند ہوگئی اور ''اوسؓ'' نے مجھ سے ظہار کیا ہے۔(مذکورہ الفاظ ظہار کہلاتے ہیں) یارسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ ''اوس'' کیا ہیں؟ میرے بچوں کے والد،میرے چچازاد اور دنیا میں مجھے سب سے زیادہ محبوب شخص ہیں۔اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ کمزوری اور چڑچڑاہٹ پن کا شکار ہے۔اس کی قوت کم اور زبان تنگ ہوگئی ہے۔کبھی میں اس پر کسی بات پر غصہ کرتی ہوں اور کبھی وہ مجھ پر غصہ کرتے ہیں۔

آج اس نے مجھے ایسے الفاظ کہے ہیں کہ وہ جس ''ذات نے آپ پر قرآن سچا نازل کیا ہے'' اس نے طلاق کے لئے یہ الفاظ ذکر نہیں کئے۔اس نے مجھے کہا ہے کہ ''تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہوگئی ہے۔'' تو خولہ نے رسول اللہ ﷺ سے بار بار کہا اور آخر کار کہنے لگی۔''اے اللہ میں اپنی شدت غم کا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں۔اوس کی جدائی مجھ پر بہت بھاری ہے،اے اللہ! اپنے نبی کی زبان پر وہ حکم جاری فرما جس میں ہمارے لئے آسانی ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کی بے کلی اور دکھ دیکھ کر میں اور گھر میں موجود افراد رونے لگے۔اس کی رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کے دوران ہی آنحضرت ﷺ پر وحی

کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے اور آنحضرت ﷺ پر جب وحی آتی تو آپ ﷺ اپنا سر مبارک چادر میں ڈھک لیتے اور آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا اور آپ اپنے اگلے دانتوں میں ٹھنڈ محسوس فرماتے اور پسینہ پسینہ ہو جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خولہ کو کہا کہ یہ یقیناً تیرے بارے میں حکم آرہا ہے تو اس نے کہا، اے اللہ خیر کا معاملہ فرما۔ میں تیرے نبی سے سوائے خیر کے کچھ نہیں چاہتی۔ اب تک آنحضرت ﷺ سے وحی کی کیفیت ختم نہیں ہوئی۔ اس دوران بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے وہ اتنی بے تاب تھی کہ اس کا جدائی کے ڈر سے دم نکل جاتا۔

آنحضرت ﷺ اس کیفیت سے باہر ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اسے پکارا۔ ''اے خولہ۔'' وہ لبیک کہتے ہوئی خوشی کے مارے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ نے تیرے اور تیرے شوہر کے بارے میں قرآن نازل فرمادیا ہے۔(۱) پھر آپ ﷺ نے اٹھائیسویں پارے کی شروع کی آیات تلاوت کیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس کا سننا ہر چیز کو محیط ہے۔ میں خولہ کی بات سن رہی تھی۔ وہ اپنے شوہر کا شکوہ آنحضرت ﷺ سے کر رہی تھی۔ اس کی بعض باتیں مجھے سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔(۲)

اپنے شوہر کو کہو کہ ایک غلام آزاد کر دے۔ میں نے کہا، یارسول اللہ (ﷺ) اس کے پاس کوئی غلام نہیں ہے جسے وہ آزاد کر سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اسے حکم دو کہ وہ دو ماہ مسلسل روزے رکھے۔ میں نے کہا کہ وہ بوڑھا شخص ہے نہیں رکھ سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ میں نے کہا اس کے پاس کھلانے کو کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم اسے کھجوروں کی ٹوکری سے امداد کریں گے۔ میں نے کہا ایک ٹوکری میں بھی دوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، بہت اچھا، ان پر صدقہ کر دو۔

اس طرح اس چھوٹے سے گھر میں خوشیاں واپس آ گئیں۔

پھر ان کی زندگی ہنسی خوشی گزرتی رہی اور اس کی ستھرائی کو کسی چیز کا زنگ نہیں پہنچا۔ حتیٰ کہ ''اوس'' کا انتقال ہو گیا اور ''خولہ'' کی زندگی اللہ کی عبادت، اس کا ذکر کرتے اور اپنے رب سے رحمت و مغفرت طلب کرتے گذرتی رہی۔ اس طرح دن گذرتے رہے اور لوگ

---

(۱) طبقات ابن سعد (صفحہ نمبر ۱۵۹/ ۸) (۲) المستدرک للحاکم (صفحہ نمبر ۴۸۱/ ۲)

خولہ بنت ثعلبہ کو بھول گئے۔

حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آ گیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے، ان کے ساتھ ''جارود عبدی'' بھی تھا۔ اچانک ان کے سامنے ایک عورت ظاہر ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور کہنے لگی۔ ارے واہ عمر، میں تمہیں اس وقت سے جانتی ہوں جب تمہیں عمیر کہا جاتا تھا اور تم عکاظ کے بازار میں اپنی لکڑی سے بھیڑیں ہانکتے تھے اور ایام کے گزرنے کے ساتھ تم ''عمر'' ہو گئے، پھر کچھ دن بعد تم امیر المومنین بن گئے۔

اللہ تعالیٰ سے رعیت کے بارے میں ڈرو، یاد رکھو جو شخص وعید سے ڈرتا ہے، دور کی چیز قریب ہو جاتی ہے اور جو موت سے ڈرتا ہے اس کو کھو دینے کا خوف لاحق ہو جاتا ہے۔

جارود کہنے لگا۔ اے مائی تو نے تو امیر المومنین کو بہت زیادہ کہہ دیا۔ (مطلب یہ تھا کہ چپ ہو جا۔) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ چھوڑو جارود۔ کیا تم انہیں نہیں جانتے۔ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جو ''اوس بن صامت'' کی زوجہ تھیں۔ یہ وہ خاتون ہیں کہ جن کی بات اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سنی ہے۔ خدا کی قسم عمر اس لائق ہے کہ اس کی ہر بات سنے۔(۱)

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو، یہ اہل حق میں سے تھیں اور جانتی تھیں کہ اسلام دین حق ہے۔ وہ حقوق نہیں دباتا اور نہ ظلم کو کبھی پسند کرتا ہے۔

ظہار میں عورت پر ظلم اور حقوق کا سلب ہے، وہ اپنی بات پر اس وقت تک قائم رہیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو کو اعتدال پر لا کر جاہلیت کی خرابی کو دور کر کے قول حق نازل فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت واسعہ فرمائے اور انہیں پرہیزگاروں سے وعدہ کی گئی جنت میں داخل فرمائے۔ آمین۔

(۱۵) معاذہ اور مسیکہ رضی اللہ عنہما

اسلام معاشرے کو ذلت اور برائیوں سے پاک کرنے آیا تھا اور اکثر خرابیاں

(۱) الاستیعاب (صفحہ نمبر ۱۸۳۱/۴) مزید تفصیل کے لئے تفسیر کشاف، تفسیر ابوالسعود، تفسیر خازن، تفسیر ابن کثیر، تفسیر القرطبی کا اٹھائیسواں پارہ ملاحظہ کریں۔

دور جاہلیت کی پیداوار تھیں اور جاہلین کے افعال زیادہ شنیع ہوتے تھے۔ اگرچہ آج کل معاشرے کے بے شمار لوگ انہی خطوط پر چل کر ان کی پیروی کر رہے ہیں اور پاکیزگی کے بعد دوبارہ گندگی کی جانب لوٹ رہے ہیں۔

یہ دو باندیاں ایسی تھیں کہ جن کے دلوں میں ایمان داخل ہوتے ہی ان کے حالات تبدیل ہو گئے۔ اس وقت باندی کی زندگی اور عمر عموماً بدکاری کے پیشہ سے وابستہ ہوتی تھی اور ان پر ایسے سخت دل اور بے ضمیر لوگ مسلط ہو جاتے تھے جو ان سے پیشہ کراتے تھے۔ باندیوں کو کمائی کی صنعت قرار دے کر ان سے خوب دولت کماتے۔

اس سے پہلے کہ ہم معاذۃ اور مسیکۃ کے حالات پر کلام کریں، بدکاری کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اس زمانے میں یہ پیشہ جا بجا پھیلا ہوا تھا اور اس کی سب سے بڑی کھپت باندیوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ کہیں کہیں آزاد عورتیں بھی اس پیشے میں ملوث پائی جاتی تھیں۔ اس کی دو صورتیں تھیں۔

پہلی یہ کہ بعض سردار اپنی باندیوں پر ماہانہ مقرر کر دیتے تھے کہ ہر ماہ اتنا کما کر دینا ہے۔ وہ یہ کمائی محنت، مزدوری سے حلال کما کر نہیں دے پاتیں تو بدکاری کا پیشہ اپنا لیتیں۔

دوسری یہ کہ بعض عرب لوگ کوٹھے بنا کر ان میں نوجوان باندیاں بٹھا دیتے اور دروازے پر ایک جھنڈا گاڑ دیتے، جو ان کی علامت ہوتی تھی اور بدکاری کرنے کے خواہشمند وہاں اپنا مطلب پورا کر لیتے۔

ان جگہوں کو "مواخیر" کہا جاتا تھا۔ اس کے ذریعے مال کمایا جاتا تھا۔

طبعی طور پر باندیاں اس فعل سے انکار کرتیں، مگر مزاحمت پر انہیں تشدد کا نشانہ بنا کر اس نیچ کام پر مجبور کر دیا جاتا۔

جب اسلام کا ظہور ہوا جو پاکیزگی اور پارسائی کا دین ہے، اس سے معاذۃ مسیکہ جب آشنا ہوئیں تو ان کے دل پر اس کا بڑا خوشگوار اثر ہوا۔ ایمان کی حرارت سے ان کے دل بدل گئے۔ یہ دونوں باندیاں، منافقین کے سردار "عبداللہ بن ابی" کی غلامی میں تھیں۔ یہ منافق اپنی منافقت کی کرسی پر بیٹھا پاکیزگی اور صفا کے دور میں نفاق اور برائیاں پھیلا رہا تھا۔ وہ روشنی کے مقابلے میں اندھیرا اور خیر کے مقابلہ میں شر کو لا رہا تھا۔

باطل کبھی بھی حق پر غالب نہیں آسکتا اور بھلائی کی ہمیشہ مدد و نصرت ہوتی ہے۔ اس منافق نے یہی گندا پیشہ شروع کرا رکھا تھا، اس کی چھ خوبصورت باندیاں تھیں، جن کے نام معاذہ، مسیکہ، امیمہ، عمرہ، اروٰی، قتیلہ تھے۔ یہ منافق ان کو اس گندے کام کے ذریعے پیسے کمانے پر مجبور کرتا تھا اور ان مظلوم لڑکیوں کی اس ظالم جابر شخص کے سامنے نہ چلتی تھی۔

ایک مرتبہ ان لڑکیوں نے سنا کہ یہ منافق غصہ میں چلا چلا کر نبی اکرم ﷺ کے لئے دھمکیاں دے رہا ہے۔

ہوا یوں کہ ایک دن یہ اس گندی کمائی کا حساب کرنے بیٹھا تو عام معمول سے کم پایا۔ اس نے اپنے معاون دلالوں سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا، سردار جی، آپ کو معلوم ہے کہ مدینہ میں اسلام پھیل گیا ہے اور نوجوان جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور ہمارے پاس آنے والے اکثر نوجوان اسلام قبول کر چکے ہیں اور اس دین میں بدکاری حرام ہے، اس کی دعوت پاکیزگی اور پارسائی اور رذائل و نقائص سے دوری ہے اور مسلمان لوگ بھلائی کی طرف جلدی کرتے ہیں۔

یہ سن کر ابن ابی غصہ سے پھٹ پڑا اور کہنے لگا۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ محمد ﷺ کو کس طرح میری بادشاہت کے مقابلے میں لاتے ہیں۔ میں تو عنقریب مدینے کا بادشاہ بننے والا ہوں۔ اور یہ ہمیں کس طرح اس دین میں لا کر ہمارا رزق بند کرتا ہے؟

اور پھر کسی پر بھی ''ابن ابی بن سلول'' کا کینہ مخفی نہیں رہا۔ جو وہ اسلام اور ''نبی اللہ'' کے بارے میں رکھتا تھا، یہ وہ کینہ تھا جس نے اس کی آنکھوں اور دل پر پردہ ڈال دیا تھا اور پھر اسے نہ حق سنائی دیا نہ نور نظر آسکا۔

دین حنیف اسلام نے معاذہ اور مسیکہ کے دلوں میں جڑ پکڑ لی۔ وہ سمجھنے لگیں کہ دین کیا ہے؟ اس کی دعوت کیا ہے؟ یقیناً یہ ایک دین حق ہے۔ ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ نوجوان جو ہمارے لئے دوڑے چلے آتے تھے آج اس دین کی اتباع کر رہے ہیں۔ بس ان کے دلوں میں ایمان کے سفر کی ابتداء ہوگئی اور دین کی حقیقت ان دونوں کے سامنے آشکار ہونے لگی۔

انہوں نے اس دین کی پاکیزگی اور پارسائی کے بارے میں سنا۔ انہوں نے اس دین میں عورت کی عزت و احترام اور اس سے انصاف کے بارے میں سنا۔ انہوں نے بدکاری

اورفواحش سے اس دین کی جنگ کے بارے میں سنا۔اسلام میں پاکیزگی اور پارسائی ہے۔ عزت وانصاف ہے۔عورت اس میں پاکیزگی،شرف وفضیلت اور مرتبہ سے آشنا ہوتی ہے۔

عورت کا اسلام نے اکرام اوراعزاز کیا ہے۔حقارت، اہانت اور زندہ زمین میں گاڑنے کی رسومات ختم کردیں۔عورت کوگھر میں بیوی،ملکہ اورشوہر کواختیار کرنے والی بنایا نہ کہ مجبور محض، یابکاؤ مال۔ بلکہ یہ تو ماں بنتی ہے جواپنے گھر کی حکمران ہےاوراس کے ساتھ حسن سلوک پر جنت اوراللہ تعالیٰ کی رضارکھی گئی۔

مسیکہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔ کہنے لگی۔اے معاذہ، اس نظریئے اوراس کے اکرامات سے ہم کیوں دور ہیں؟ ہم کیسی زندگی گذار رہی ہیں۔اس بدکاری میں پڑکرتو ہم ہلاک ہوگئیں۔

ان کا پاک دل اللہ کے دین اسلام کے لئے کھل گیااوران دونوں باندیوں نے فیصلہ کرلیا کہ آئندہ وہ فعل نہ کریں گی جس سے اللہ ناخوش ہو۔

کئی دن گزر گئے،ایک دن یہ دونوں عبداللہ بن ابی کے پاس آئیں اوران میں سے ایک کے پاس ایک دیناراوردوسری کے پاس کچھ بھی نہ تھاتواس نے انہیں کہا کہ جاؤاور کچھ کماکرلاؤ۔توانہوں نے کہا۔’’خدا کی قسم،ہم کبھی بھی ایسانہیں کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بدکاری کوحرام قراردیا ہے۔‘‘ یہ سن کراس نے ان دونوں کو مارنا شروع کردیا تا کہ انہیں بدکاری پرمجبور کردے۔

ابن ابی کے پاس ایک قریشی قیدی تھا جو بدر کے قیدیوں میں سے تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ معاذہ اس کے ساتھ راضی ہوجائے تا کہ اس سے وہ بچہ پیدا کرکے اس بچے کے بدلے اپنی جان چھڑائے۔مگرمعاذہ نے انکار کردیا۔اس پر’’ابن ابی‘‘ نے اسے اور مارااور تکلیفیں دیں۔

جب تکلیفیں حد سے زیادہ بڑھ گئیں تو یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس منافق کی شکایت لے کرآئیں۔اس پراللہ تعالیٰ کا یہ ارشادنازل ہوا۔

’’اورمت مجبور کرواپنی باندیوں کو بدکاری پر، جب کہ وہ پاک رہنا چاہتی بھی ہیں، تا کہ تم دنیاوی سامان حاصل کرواوراگرکوئی انہیں مجبور کردےتواس سے مجبوری کے بعدان

باندیوں کے (حق میں) اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔'' (النور، آیت نمبر ۳۳)

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تذکرہ نازل ہونے سے یہ دونوں باندیاں بہت خوش ہوئیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے اس منافق اور اس جیسے لوگوں کو حرام فعل پر مجبور کرنے اور کسب حرام کرنے کی ممانعت فرمائی۔ انہیں اپنے عذاب کی وعید سنائی اور ان مجبور لڑکیوں کو معافی کی نوید سنائی۔

جی ہاں، یہ عدل وانصاف والا دین ہے۔ اس نے ان مجبور و بے کس باندیوں کو ان فساد مچانے والوں کا چارہ بننے نہ دیا۔ اور یہ پاکیزگی اور پارسائی والا دین ہے جو معاشرے کو برائیوں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

صاحب ''الظلال'' کہتے ہیں کہ باندیوں کو بدکاری پر مجبور کرنے سے روکنے کا حکم قرآن کریم میں اسلامی معاشرے کی تعمیر کے بارے میں قرآن کریم کا حصہ بن گیا اور ناپاک جنسی تصرفات کا دروازہ اسلام نے بند کر دیا۔

اہل بدکاری کا یہ سلسلہ اپنی سہولت کی وجہ سے بے شمار لوگوں کو اکساتا تھا اور جب یہ سلسلہ نہ ہو تو لوگ خود بخود پارسائی کے عمل یعنی نکاح کی جانب پھر جاتے ہیں۔

پہلے کہا جاتا تھا کہ بدکاری امن کا دروازہ ہے جو شریف اور معزز گھروں کی حفاظت کرتا ہے۔ کیونکہ اس انسانی فطری خواہش کا حل سوائے اس گندے عمل کے کیا ہے جب کہ شادی کرنا بڑا مشکل ہے۔

یا مہنگائی کے بھیڑیے جب مفت کی گھاس نہیں پاتے تو وہ گھر کی اشیاء پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس قسم کی سوچ میں دل کی تسلی کے لئے کافی سامان تھا۔

لیکن جنسی میلان کو زندگی چلانے کے لئے صاف ستھرا ہونا ضروری ہے اور معاشرے میں حکومتوں کو اپنے اقتصادی نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ ہر فرد اس میں صحیح طرح زندگی گذار سکے اور شادی بھی آسانی سے کر سکے اور اگر ان حالات میں شاذ ونادر کوئی ضرورت آ جائے تو اس کا خصوصی علاج اور حل نکالا جائے۔ بدکاری کے پیشہ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔

اقتصادی نظام میں ایسی بہتری آنا ضروری ہے کہ اس قسم کی گندگی کی طرف کوئی گنجائش نہ نکل سکے اور نہ ہی خرابیوں کی صورت میں اس قسم کے پیشے اختیار کرنے کی دلیل

بن سکے۔

اور یہ سب کچھ اسلام میں ہے کہ اس کا مکمل نظام صاف ستھرا اور پارسا ہے۔ جو آسمان سے زمین کو ملا دیتا ہے اور انسانیت کو آسمانوں کی روشن بلندی تک پہنچا دیتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نور سے قائم ہے۔ انتہیٰ۔

ہم گویا کہ ''معاذہ اور مسیکہ'' کے سامنے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑی اس گندگی سے بیزاری کا اظہار کر رہی ہیں۔ جی ہاں، انہوں نے ایک سچے، صاف ستھرے اسلامی معاشرے میں ''نقص'' اور ناپاکی کے اس ذلیل پیشے سے انکار کرکے اسے ترک کر دیا۔

''یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہی لوگ ظالم ہیں۔'' (البقرہ، آیت نمبر ۲۲۹)

ام کجہ الانصاریہ

عورت دور جاہلیت میں حقوق سے محروم تھی۔ بے دست و پا تھی۔ اسے بچپن ہی میں زندہ گاڑے جانے سے دریغ نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ باپ اپنی بیٹی کو عار سمجھتا اور وہ اس کے قہر کا شکار ہو جاتی، اور جب کوئی لڑکی سسرال پہنچ جاتی تو وہاں ظلم و زیادتی کا سامنا کرتی۔ پھر جب کسی کی موت ہو جاتی تو اسے بے جان شے تصور کیا جاتا، نہ اسے باپ کی میراث سے کچھ ملتا، نہ شوہر کی میراث سے۔ بلکہ سب سے تعجب انگیز بات یہ تھی کہ اسے خود مال سمجھا گیا اور میراث میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس سارے جنجال میں اسلام نے عورت کے لئے کیا کیا اور ام کجہ انصاریہ کے ساتھ کیا مسئلہ درپیش آیا کہ اسلام نے اس کے حقوق کا سلب ہونا اور اس کی ذلت برداشت نہ کی بلکہ اسے بیٹی، بیوی اور ماں ہونے کے حوالے سے عزت عطا فرمائی۔

ام کجہ انصاری مسلمان خواتین کی سردار تھیں، جنہوں نے اسلام اور اس کی شریعت حنیفہ کی پیروی کی۔ شریعت اسلامیہ نے ان کی مدد قرآن کریم کے بنیادی اور دائمی دستور میں فرمائی جو کہ پڑھا جاتا ہے۔ حقوق بیان کرتا ہے اور عدل کا میزان قائم کرتا ہے۔

ان کی شادی ''اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ'' جو ایک جلیل القدر صحابی تھے اور

عقبہ ثانیہ میں شریک تھے، سے ہوئی۔ یہ ایک آسودہ حال شخص تھے۔ اللہ نے انہیں خوب مال و دولت سے نوازا تھا۔ ام کجہ اور ان کی زندگی گذر رہی تھی کہ "یوم احد" آن پہنچا۔

حضرت اوس بن ثابتؓ نے بدر کی طرح اس غزوہ کے لئے بھی اپنی بیوی کو الوداع کہا، چھوٹی بیٹیوں کو پیار کیا اور نکل پڑے اور لڑائی کے میدان میں جا پہنچے اور اعلاء کلمتہ اللہ اور رد مشرکین کے لئے حق کی تلوار اٹھائی، معرکہ شروع ہوا اور فرشتوں نے شہید مومنوں کی ارواح کو اپنی حفاظت میں لینا شروع کر دیا اور جنت بریں کی طرف پرواز کرنی شروع کر دی۔

حضرت اوس بن ثابت بھی احد کی زمین کو اپنے لہو سے سرخ کر کے شہید ہو گئے اور ان کی روح شہادت کا پروانہ اور وعدہ جنت لے کر جنت کی طرف پرواز کر گئی۔

شہادت کا پروانہ تو یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پاک خون بہایا اور وعدہ جنت وہ بدر کی شرکت پر مغفرت کا فرمان الٰہی تھا۔

ام کجہ اسی طرح اپنی نیت کے ساتھ ایمان پر رہیں اور اپنی دونوں بیٹیوں کو بہتے ہوئے آنسوؤں، فخر اور محبت کے ساتھ بتاتیں کہ ان کا باپ دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوا۔

ام کجہ کی اپنے شوہر سے جدائی یقیناً تکلیف دہ تھی۔ لیکن وہ اپنے شوہر کو جنت ملنے کی وجہ سے بہت خوش تھیں اور وہ صابرین کا قول دہراتی کہ "ان لوگوں کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹیں گے۔" (البقرہ، آیت نمبر ۱۵۶)

اور انہوں نے اپنے کندھے پر اس بہادر شہید کی دونوں بیٹیوں کی تربیت کا بوجھ اٹھالیا۔ لیکن ظلم ام کجہ کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا اور ظلم ان کے گھر کا راستہ دیکھ رہا تھا۔ ایک مرتبہ اوس کے چچا زاد بھائی سوید اور عرفجہ ان کے گھر میں داخل ہوئے اور اوس کا مال و متاع اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور ان ماں اور بیٹیوں کو بغیر مال و متاع کے چھوڑ گئے۔ یہی جاہلیت تھی اور جاہل اسی طرح کرتے تھے۔

لیکن "ام کجہ" جو جلیل القدر صحابیہ تھیں، اسلام کا عدل و انصاف دیکھ چکی تھیں۔ اللہ کی رحمت کو جان چکی تھیں اور یہ کہ حق تعالیٰ ایسا عادل ہے جو اپنے بندوں پر ظلم کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا شکوہ لے کر پہنچیں، کیونکہ انہیں اس دربار سے انصاف کا یقین تھا۔

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میری دو بچیاں ہیں، ان کے والد کا انتقال ہو چکا ہے، ان کا باپ بہت ساری دولت چھوڑ کر گیا تھا جو اس کے چچا کے بیٹیوں ''سوید اور عرفجہ'' کے پاس ہے۔ وہ ان دونوں کو کچھ نہیں دیتے کہ اس سے اشیاء خورد و نوش لی جا سکیں۔''

نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو بلوا بھیجا۔ وہ آئے اور کہنے لگے:

''یارسول اللہ! اوس کے بچے نہ سواری کر سکتے ہیں نہ بوجھ اٹھا سکتے ہیں، نہ دشمن سے بچاؤ کر سکتے ہیں۔ ہم تو ان کے لئے کمارہے ہیں۔ یہ خود کما نہیں سکتے۔''

اس پر انصاف بھری آیت نازل ہوئی۔

''مردوں کے لئے اس ترکہ میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے جو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ جائیں۔'' (النساء، آیت نمبر ۷)

اللہ تعالیٰ نے میراث کی تقسیم کا حکم فرما دیا اور ام کجہ کو آٹھواں، بچیوں کو دو ثلث اور باقی ماندہ اوس بن ثابت شہید کے چچازادوں کو دے دیا گیا۔

اس طرح قرآن نے ماں اور بیٹیوں، بلکہ تمام عورتوں سے انصاف کیا اور عورت کو مرد کی طرح وراثت ملنے لگی۔

اس جلیل القدر صحابیہ نے حق کے علاوہ کسی چیز کو ماننے سے انکار کیا، اس لئے کہ وہ اپنی فطرت اور ایمان کے باعث سمجھتی تھی کہ اسلام عدل و انصاف کا دین ہے اور وہ ظلم پر کس طرح چپ رہ سکتا ہے؟ جاہلیت کا دور گیا، جب عورتوں کے حقوق غصب کئے جاتے تھے تو پھر اب یتیموں کے حقوق اور اموال کیسے غصب ہو سکتے ہیں۔؟

''بے شک اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا مال کھانے والے کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

''بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔'' (النساء، آیت نمبر ۱۰)

اللہ تعالیٰ کا سچا فرمان ہے:

''بے شک یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور بشارت

دیتا ہے۔ ان مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔" (الاسراء، آیت نمبر۹)

(۱۷) کبیشہ بنت معن

یہ ایسی عورت کا تذکرہ ہے جس پر عرب کی جاہلیت نے ظلم کیا اور کتاب اللہ کے علم نے اسے انصاف عطا کیا اور اس نے اپنا حق پالیا۔ یہ عورت کبیشہ بنت معن بن عاصم ہے جس کا تعلق "اوس" قبیلے سے تھا۔

یہ ابوقیس بن اسلت کی بیوی تھی۔ ابوقیس دنیا سے جاچکا تھا اور اسے جاہلیت کے اس رسم ورواج کے رحم وکرم پر چھوڑ گیا تھا جسے امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

"جب کوئی آدمی مرجاتا تو آدمی کے اولیاء عورت پر یہ حق رکھتے تھے کہ اگر ان کی مرضی ہوتو اس کا نکاح دوسری جگہ کردیتے ورنہ وہ یونہی بیٹھی رہتی، اس معاملے میں عورت کے میکے والوں کا کوئی حق نہیں ہوتا تھا۔ (بخاری، صفحہ نمبر ۴۴/۶)

یہی کچھ اس جلیل القدر صحابیہ کے ساتھ بھی ہوا۔

ابوقیس بن اسلت بڑا بہادر اور شاعر شخص تھا، اور اسلام سے پہلے یہ لوگوں سے صحیح اور حق دین کے بارے میں بہت زیادہ پوچھتا تھا۔ اس کے مسلمان ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا جو کبیشہ سے پہلے کسی بیوی سے تھا۔

کبیشہ بنت معن نے اس بچے کی خوب رعایت کی۔ حتیٰ کہ وہ بچہ گھبرو جوان ہوگیا۔ اس کا نام "حصن" تھا۔

معاملہ اسی طرح چل رہا تھا کہ اچانک ایک دن وہ لڑکا کچھ دوسرے افراد کے ساتھ گھر میں آیا اور کبیشہؓ پر ایک کالی چادر ڈال دی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اب یہ بیوہ دو قسم کے حقوق سے محروم ہوگئی ہے۔

(۱) اس عورت کو اپنے شوہر کی جائیداد سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

(۲) یہ اپنی مرضی سے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔

لیکن شوہر کے گھر والوں کو اختیار ہے کہ اگر ان میں سے کوئی اس سے نکاح کرے یا کہیں کرادے تو ٹھیک ہے۔ مگر اس عورت یا اس کے میکے والوں کو اس بات کا اختیار نہیں۔

یہ رواج جاہلی عادات میں سے تھا۔ لہذا چند دن تو یہ اپنے گھر میں بے کس و ناچار پڑی رہی۔ پھر یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے غم سے روتے ہوئے اپنی لاچاری کا شکوہ کیا اور حقوق کے غصب پر انصاف طلب کیا۔ کہنے لگی:

"یا رسول اللہ! نہ تو مجھے اپنے شوہر کی میراث سے حصہ دیا جا رہا ہے اور نہ ہی مجھے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت ہے۔" (تاریخ الطبری، صفحہ نمبر ۴/۳۰۵)

اس کے آنسو اسلام کے عدل و انصاف کا مطالبہ کر رہے تھے۔ کیا یہ بات عقل کے مطابق ہے کہ ایک عورت کو بغیر نکاح اور دولت کے سابق شوہر کی قوم کے اشارے کا مرہون منت قرار دے دیا جائے؟

کیا یہ کوئی مال اور سامان ہے جسے ورثہ جس طرح چاہیں استعمال کریں؟ نبی کریم ﷺ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اپنے گھر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کر۔"

لہذا یہ اپنے گھر میں جا کر اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہو گئی اور گڑگڑا کر ظلم کے دفعیہ کی دعا کرنے لگی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

"اے ایمان والو، تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم عورتوں کی (جان و مال کے جبراً) وارث بن جاؤ اور عورتوں کو اس غرض سے مقید نہ کرو کہ تم ان سے کوئی مال حاصل کر لو۔"

(النساء، آیت نمبر ۱۹)

اللہ تعالیٰ نے اس مظلوم عورت اور اس جیسی دوسری عورتوں کی سن لی اور دور جاہلیت کے اس رواج کو حرام قرار دے دیا۔

خدا کا قرآن اس لئے آیا ہے تاکہ عام و خاص میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ عورت معزز اور باوقار رہے، وہ کوئی سامان نہیں جو وراثت میں تقسیم ہو۔ اس لئے مسلمانوں کو جاہلیت کے رواج کی تقلید ہرگز روا نہیں ہے کہ عورتوں کو مال وراثت میں حصہ میں پاؤ اور جیسا چاہو اس میں تصرف کرو۔ حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتی بھی ہوں کہ تم میں سے جو چاہے اس سے نکاح کر لے یا اسے ہمیشہ کے لئے بے نکاحی بٹھا دے۔

کبیشہ بنت معنؓ یہ وہ صحابیہ ہیں جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا اور ان کے اور بعد میں آنے والیوں کے لئے آسانی کا اعلان ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ کے صحابہ اور صحابیات پر رحمت نازل فرمائے، وہ ہر معاملے میں قابل تقلید مثال تھے۔ وہ باطل کو دیکھ کر چپ نہ رہتے تھے اور حق سے پیچھے نہیں رہتے تھے۔

(۱۸) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط

یہ بڑی جلیل القدر صحابیہ ہیں۔ تاریخ نے ان کے تذکرے کو اس وقت دوام بخشا جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام سے مشرف فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے ان کا شرح صدر کر دیا اور یہ اسلام لے آئیں۔ پھر انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے لوگوں کو چیختے اور آہیں بھرتے دیکھا۔ جنہیں کفار کے کوڑے اور مار اس پر مجبور کرتی تھی، مگر پھر بھی نہ ان کا ایمان متزلزل ہوا اور نہ ہی کچھ خوف یا ڈر سے انہیں کوئی گھبراہٹ ہوئی۔

بس ان کے ساتھ ایک مشکل یہ تھی کہ یہ اکیلی عورت تھیں، نہ ان کا شوہر تھا اور نہ مسلمان رشتہ دار، جو رسول اللہ ﷺ سے مدینے جا ملنے کے لئے ان کی مدد کرتے۔ اس لئے انہوں نے اپنا ایمان چھپائے رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دل میں یہ امید استوار کئے رکھی کہ وہ کفر کے اس مرکز اور کفار کے لشکر سے ان کی کسی طرح جان چھڑا کر انہیں نور و ایمان کے مرکز مدینہ منورہ لے جائے گا۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب رسول اللہ ﷺ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مکہ کے قریب آ پہنچے تو ان کے دل میں بھی امید کی کرن روشن ہوگئی۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ عمرہ کرنے کی نیت سے تشریف لائے تھے۔ مگر قریش آپ کے ارادے کے آڑے آ گئے اور پھر صلح حدیبیہ رونما ہوئی۔ یہ وہ صلح ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عظیم فتح اور بڑی غنیمت سے تعبیر فرمایا۔

"بے شک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی۔" (سورۃ الفتح، آیت نمبر۱)

ام کلثوم کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ مسلسل ڈر رہی تھیں کہ اب کیسے ہجرت کریں گی اور صلح

کے شرائط میں یہ بھی تھا کہ آنحضرت ﷺ اب ہجرت کر کے جانے والوں کو مکہ واپس کردیں گے اور ام کلثوم کی تو ہمیشہ سے ہی یہ خواہش تھی کہ وہ مدینہ منورہ پہنچ جائیں اور ''ہجرت فی سبیل اللہ'' کا شرف حاصل کریں۔

لہذا ام کلثوم اکیلی ہی مدینہ کو نکل پڑیں، کوئی ساتھ نہ تھا۔ مگر راستے میں بنوخزاعہ کا ایک شخص ملا تو اس کے مسلمان ہونے کا یقین کر لینے کے بعد اس کے ساتھ ہجرت کے لئے چل پڑیں اور پھر اس طرح یہ فرار ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں مدینے پہنچ گئیں۔

ابھی ان کی سواری مسجد نبوی ﷺ پہنچی ہی تھی کہ ان کے بھائی عمارہ اور ولید بھی انہیں ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ مطالبہ کر دیا کہ ہماری بہن کو ہمارے حوالے کیا جائے اور یہ اس شرط کے ایفاء میں ہے جو صلح حدیبیہ میں طے ہوئی تھی۔

یہ سن کر ام کلثوم نے کہا:

''یا رسول اللہ! میں عورت ہوں اور عورت کمزور ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ یہ مجھے اپنے دین سے پھیر دیں اور میں تکالیف سہہ نہ سکوں۔'' اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا۔

''اے ایمان والو! جب تمہارے مومن عورتیں ہجرت کر کے آجائیں تو ان کا امتحان لو، اللہ ان کے ایمان کو بہتر جانتے ہیں، جب تم انہیں مومنہ جان لو تو انہیں کافروں کو واپس مت کرو، یہ ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ ان کے لئے، اور ان کفار کو ان کا خرچ کیا مال دے دو۔'' (الممتحنہ، آیت نمبر ۱۰)

اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اس معاہدے سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور یہ ام کلثوم کا امتحان تھا اور یہی پہلی ''ممتحنہ'' ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی وجہ سے اسلام کی تلاش میں نکلی تھیں۔ مال یا ''بر'' کی تلاش میں نہیں۔

آنحضرت ﷺ خواتین کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اللہ، اس کے رسول اور اسلام کی محبت میں وہاں سے نکالا ہے یا تم مال یا شوہر کی محبت میں یہاں آئی ہو؟''

تو جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے خروج کا اقرار کر لیتیں تو انہیں کافروں کی طرف واپس نہ فرماتے۔

اس عظیم مہاجرہ سے زید بن حارثہؓ نے نکاح کرلیا۔ جب زید کی شہادت ہوئی تو ام کلثوم سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نکاح کیا اور ان سے دو بچے ابراہیم اور ''حمید'' پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد انہوں نے ''حضرت عمرو بن العاص'' سے نکاح کرلیا اور ان کی وفات کے بعد پھر کسی سے نکاح نہیں کیا۔

یہ وہ خاتون ہیں جو اللہ کے رب ہونے، حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر ایمان لائیں۔ ایمان اور عقیدے میں قابل تقلید مثال بنیں اور اخلاص کی سچی مثال تھیں۔

کفر کے مرکز میں رہتے ہوئے ان کے ایمان میں کمی نہ آئی۔ ان کے ضعف اور عورت کی زندگی کے باوجود جب کہ کوئی مددگار بھی نہ تھا انکی فکر کمزور نہ ہوئی بلکہ عزم کرکے یہ ہجرت کے لئے نکل پڑیں۔ جہاں علم، ایمان اور مسلم موجود تھے۔ یہ ایک سچی، مخلص اور عظیم خاتون تھیں۔

اسی لئے ''ممتحنہ'' ہونے کا شرف ملا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں انصاف کا پروانہ ملا کہ ''اب یہ کافروں کو واپس نہیں کی جائیں گی۔'' اللہ تعالیٰ ان کی حمایت اور نگہبانی فرما رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مہاجر مومنہ پر رحمت نازل فرمائے جو قربانی، صبر اور ثابت قدمی میں قابل تقلید ہیں۔

دوسرا باب

نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیاں

زینب الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت زینب پہلی اولاد ہیں جن سے بیت نبوت معمور ہوا اور حضرت خدیجہ انہی کی پیدائش پر سب سے زیادہ خوش تھیں کیونکہ اللہ نے ان کے ذریعے قریش کے نوجوان سردار بنو ہاشم کے فرزند محمد بن عبداللہ کے دل میں سعادۃ اور خوشیاں بھر دی تھیں اور یہ زینب اس حسین اور مبارک بندھن کے نتیجے میں پہلی خوشی اور ثمر تھیں جو دو مبارک دلوں کو جوڑنے کا نتیجہ بنا تھا۔

اس پاکیزہ ثمرہ کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جسے دو معزز ماں باپ کی رعایت وعنایت حاصل ہوئی ہو اوران کی نگرانی میں اس کی پرورش ہوئی اور پاکیزگی وپارسائی کے گھر میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی پرورش فرمائی اور وہ مسلمان خواتین کے لئے قابل تقلید مثال بنیں۔

حضرت زینب سب سے زیادہ طاہر گھر اور افضل نسب سے پلی بڑھیں، ان کی عمر ابھی دس سال سے متجاوز نہیں ہوئی تھی کہ مکہ کے گھروں میں اور سرداروں کے ہاں ان کے رشتے کی دوڑ لگ گئی، سب سے پہلے جس شخصیت نے ان کا رشتہ طلب کیا وہ ''ابوالعاص بن ربیع'' تھے جو کہ حضرت خدیجہؓ کے بھانجے اور حضرت زینبؓ کے خالہ زاد تھے۔ حضرت خدیجہؓ انہیں بیٹے کی طرح عزیز رکھتی تھیں۔

اس طرح وہ رشتہ بھیجنے والوں میں سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھے۔ انہوں نے اپنا یہ راز اور پیغام نکاح اپنی خالہ کے گوش گذار کر دیا۔ کچھ ہی دن بعد حضرت خدیجہؓ نے زینب کے والد مکرم جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یہ بات عرض کر دی۔ اور ابوالعاص نے بھی خود آ کر آپ ﷺ سے گذارش کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ بہترین رشتہ اور جوڑ ہے۔ لیکن ان کا یہ پیغام میری بیٹی کے کان میں بھی پڑنا چاہئے کیونکہ وہ بھی اپنی بات کہنے کی اہل

ہے۔

لہٰذا آپ ﷺ اٹھے اور ان کے کمرے کے قریب آ کر با آواز بلند فرمانے لگے کہ میری بچی زینب، تمہارے خالہ زاد ابوالعاص نے تمہارا نام لیا ہے...... یہ فرما کر آپ ﷺ نے بلند آواز سے جواب آنے کا انتظار نہ کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ فطری حیا ان کی زبان کو رد سے روکے گی، اس لئے آپ ﷺ کان لگا کر سننے لگے تو وہاں سے کوئی آواز یا سرگوشی سنائی نہ دی تو آپ ابوالعاص کے پاس آئے جو انتظار کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے مصافحہ فرمایا اور مبارکباد دی۔

ابوالعاص کو رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا شرف مل گیا۔ یہ ایک بہت اچھے انسان تھے، قریشی تھے، ان کا نسب رسول اللہ ﷺ سے عبد مناف پر جا کر مل جاتا تھا۔ ان کا نسب یہ ہے۔

ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزیز بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

ان کا نسب ماں کی طرف سے خویلد بن اسد بن عبدالعزیز بن قصی پر جا کر مل جاتا ہے۔

ان کی عظیم شخصیت، کریم الخصال اور نسب کے اعتبار سے بلند ہونے کی وجہ سے لوگوں نے انہیں ''امین'' کا لقب دیا تھا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو بھی ''امین'' کا لقب دیا تھا۔

اس عظیم الشان رشتہ اور خاندان محمدی میں شمولیت کی خبر مکہ کے چاروں طرف پھیل گئی اور زینب کے نئے گھر جانے کی گونج سنائی دینے لگی۔

اولاد: یہ دونوں میاں بیوی محبت اور خوش بختی کے ساتھ زندگی گزارنے لگے اور رشک اور خوشی سے ان کا جہاں بھرنے لگا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلی اولاد کا انعام دیا، جس کا انہوں نے ''امامہ'' نام رکھا اور یہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن گئی۔

یہ وہی امامہ ہے جسے آنحضرت ﷺ اپنے کاندھوں پر اٹھا کر نماز ادا فرماتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹا عنایت فرمایا، جس کا نام انہوں نے ''علی'' رکھا۔ حضرت زینب کی یہی دو اولادیں تھیں۔

زینب کی پہلی آزمائش: جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو حضرت زینب اسلام لے آئیں اور اپنے شوہر ''ابوالعاص'' کو بھی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ اگر میں اسلام قبول کروں تو لوگ کہیں گے کہ اپنی بیوی کی رضامندی اور حمیت کی خاطر میں نے اپنا آباؤ اجداد والا دین چھوڑ دیا اور اگر میں اس کی مخالفت کروں تو...... اس کے آگے حضرت زینب نے ان

کی بات کاٹ کر کہا ”لیکن تم اپنی قوم کی بات نہیں چھوڑو گے، جو تمہیں راہ حق سے ہٹا رہی ہے۔“ یہ سن کر ابوالعاص کے ہاتھ ڈھیلے ہو گئے، وہ کچھ نہ کہہ سکے۔ ابوالعاص انہیں کہتے

”واللہ! تمہارے والد کو میں الزام نہیں دیتا اور اس کے علاوہ کوئی اور بات پسند نہیں کہ تم اور میں ایک ہی راستہ پر چلیں، لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ لوگ مجھے یہ کہیں کہ تیرے شوہر نے اپنی قوم کو رسوا کر دیا اور بیوی کی خوشی کی خاطر اپنے آباؤ اجداد کے دین کا انکار کر دیا، اب میں کیا کروں؟“

واقعات رونما ہوتے رہے اور زینبؓ مسلمانوں پر قریش کے ہاتھوں ظلم و ستم دیکھتی رہیں اور پھر اپنی قوم بنو ہاشم کا محصور ہونا بھی دیکھا۔ مگر کچھ کر نہیں سکتی تھیں اور سب سے زیادہ غم تو ”عام الحزن“ میں تھا کہ شفیق چچا ابوطالب دنیا سے چلے گئے اور حصار سے باہر نکل کر آنے والی ماں ”جو حصار میں بہت کمزور و ناتوان ہو گئی تھیں“ بھی چل بسیں۔

مشرکین کسی لحمہ مسلمانوں اور ان کے والد محترم نبی اکرم ﷺ سے عداوت سے غافل نہیں ہوئے اور ان کے دو اہم پشت پناہ ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات سے ان کی تکالیف بڑھ گئیں۔ مسلمانوں پر عموماً اور نبی کریم ﷺ پر خصوصاً۔

ایک دن زینبؓ نے مکہ میں چاروں طرف لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے بارے میں باتیں کرتے سنا اور یہ بھی کہ قریش نے اعلان کر دیا کہ کوئی محمد ﷺ کو زندہ یا مردہ لائے گا وہ انعام کا مستحق ہوگا۔

ان کی تینوں بہنیں رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن ہجرت کر چکی تھیں اور زینب اکیلی غمگین اپنے شوہر کے گھر میں مکہ میں رہ گئیں۔ اس وقت تک اسلام نے ایسے رشتوں کی جدائی کا حکم صادر نہ کیا تھا۔

یہ اکیلی غم کی ماری پیاروں کی جدائی پر روتی رہتیں، انکی والدہ انتقال کر چکی تھیں، والد اور بہنیں وطن چھوڑ چکے تھے، وہ اکثر اپنے والد کے گھر کے دروازے پر جا کر سرگوشیوں میں کہتیں۔ اے ساکنان بیت کہاں چلے گئے؟ اے بچپن کی یادو! اے بچپن کی قلقاریو! کہاں ہو؟

ابھی غم کم نہ ہوئے تھے کہ غزوہ بدر پیش آ گیا اور طبل جنگ بجا دیئے گئے۔ دونوں جانب احبہ و اقارب تھے۔ ایک طرف والد اور دوسری طرف شوہر، زینب نے کسی ایک کے

کھو جانے کے ڈر سے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر بدر میں مسلمانوں کی فتح کی عظیم خوشخبری آ گئی اور ابوالعاص جنگ میں قید ہو گئے۔ یہ سن کر ان کی خوشی کی انتہاء نہ رہی۔ ایک تو والد اور مسلمانوں کی فتح اور دوسری خوشی ان کے شوہر کا حالت کفر میں قتل ہو جانے سے بچ جانا۔

ابوالعاص کا بھائی ''عمر بن ربیع'' نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ''مجھے زینبؓ نے اپنے شوہر کو فدیہ کے بدلے چھڑانے بھیجا ہے۔'' فدیہ کیا تھا، یہ وہ ہار تھا جو حبیبہ حبیب خدا ''خدیجہؓ'' نے اپنی بیٹی کو اس کی شادی کے موقع پر دیا تھا۔ اسے دیکھ کر سرکار دو عالم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس ہار نے حضرت خدیجہؓ اور اپنی بیٹی زینبؓ کی یاد دلا دی تھی۔ آپ ﷺ نے کچھ لمحے خاموش رہ کر فرمایا:

''اگر تم لوگ چاہو تو زینب کا قیدی چھوڑ کر اس کا مال اسے واپس دے دو۔''

مسلمانوں نے اس کو بخوشی قبول کر لیا (اور وہ بھی یہی چاہتے تھے) انہوں نے کہا یارسول اللہ! ہم یہ خوشی سے اور اعزاز کے ساتھ مانتے ہیں۔

ابوالعاص، رسول اللہ ﷺ سے ایک وعدہ کر کے واپس اپنی بیوی زینب کے پاس لوٹ گئے اور حضرت زینبؓ نے ان کی بخیر و عافیت واپسی پر اپنے رب کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن یہ ملاقات زیادہ دیر نہ رہی۔ ابوالعاص نے بتایا کہ ''تمہارے والد نے تمہیں واپس مانگا ہے، کیونکہ اسلام نے تمہارے اور میرے درمیان جدائی کر دی۔''

دو محبوب اور میاں بیوی کی جدائی کے اس لمحے کی ہم منظر کشی کی طاقت نہیں رکھتے......

بہر حال حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر کو چھوڑ دیا اور اس آس پر کہ شاید ابوالعاص کلمہ توحید کا اعلان کر دیں اور ملن دوبارہ ممکن ہو جائے، مدینے جانے کی تیاری کر کے مدینہ کے لئے نکل پڑیں۔ اس وقت یہ امید سے بھی تھیں۔ راستہ میں ان کے ساتھ ان کے دیور ''کنانہ بن ربیع'' بھی تھے۔ لیکن مشرکین کو یہ بات پسند نہ آئی کہ وہ عار کے کپڑے پہنیں اور بنت رسول ﷺ با آسانی مدینے چلی جائے۔ لہذا راستہ میں انہیں روکا گیا اور کھینچا تانی میں آپ اونٹ سے گر گئیں جس سے حمل ضائع ہو گیا اور آپ لہولہان ہو گئیں۔

اس پر مشرکین نے کافی سمجھا کہ اب چاہے یہ خود مدینے چلی جائے۔ لہذا انہیں جانے دیا اور آپ مدینہ پہنچ گئیں جہاں مسلمانوں نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ وہ خوش تھے کہ خاندان محمدی پھر مجتمع ہو گیا ہے۔

حضرت زینبؓ مدینے میں: مدینے میں حضرت زینبؓ کو چھ سال گزر گئے، آگ سے زیادہ تپش رکھنے والے انتظار کے ساتھ یہ امید کرتی رہیں کہ شوہر کلمہ توحید پڑھ کر ان کے اور بچوں کے درمیان آموجود ہو۔

قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ ابوالعاص مدینے پہنچے، لیکن مسلمان ہو کر نہیں بلکہ صحابہ کے چنگل سے فرار ہو کر، ان کا قافلہ صحابہ نے پکڑ لیا تھا اور یہ خود قافلہ سے دور تھے اس لئے مدینہ پہنچ گئے اور فجر سے پہلے ہی زینبؓ کے گھر پہنچے اور ان سے پناہ طلب کر لی۔ ابھی صبح طلوع بھی نہ ہوئی تھی کہ مسلمانوں نے حضرت زینبؓ کی آواز سنی کہ:

"اے لوگو! میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے۔"

یہ آواز رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ نے بھی سنی۔ نماز ختم ہوتے ہی آنحضرت ﷺ تیزی سے حضرت زینبؓ کے ہاں پہنچے اور بات معلوم کی تو حضرت زینبؓ روتے ہوئے کہنے لگیں:

"یارسول اللہ! ابوالعاص اگر قریب ہیں تو چچا کے بیٹے ہیں اور اگر دور ہیں تو میرے بچوں کے باپ ہیں، اس لئے میں نے انہیں پناہ دے دی ہے۔"

پھر نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں نے بھی پناہ دے دی اور صحابہ نے قافلہ کا مال انہیں واپس کر دیا۔ صرف رسول اللہ ﷺ کی محبت اور ابوالعاص کی عزت کی وجہ سے اور یہ سب کچھ ان کی دلی خوشی اور رضا سے ہی ہوا۔

ابوالعاص نے اپنے بچوں کو پیار کیا۔ ان کی ماں کو الوداع کہہ کر مکہ روانہ ہو گئے اور دل میں ایک بات کو چھپائے ہوئے تھے، جب مکہ پہنچے تو مشرکین نے استقبال کیا اور مبارکباد پیش کی۔ ابوالعاص نے تمام لوگوں کے واجبات و حقوق واپس کر دیئے اور کہا اب کسی کا کوئی حق تو مجھ پر نہیں تو جواب ملا کہ نہیں "ہم نے تمہیں حق ادا کرنے والا معزز پایا ہے۔" یہ سن کر ابوالعاص نے ان پر ایک نظر دوڑائی اور پھر بلند آواز میں کلمہ توحید پڑھا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

پھر کہا:

"خدا کی قسم مجھے اسلام سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اس خوف کے کہ تم لوگ کہو کہ

میں تمہارا مال و دولت ہڑپ کرنا چاہتا ہوں۔ اب جب کہ اللہ نے وہ سب ادا کروا دیئے ہیں اور میں فارغ ہو گیا ہوں اس لئے اسلام کا اعلان کر رہا ہوں۔

یہ کہہ کر ابوالعاص مدینہ ہجرت کر آئے اور پھر سے حضرت زینب کا گھر توحید کے جھنڈے کے سائے میں آباد ہو گیا۔

وفات:۔ حضرت زینبؓ کو آنحضرت ﷺ نے پھر سے ابوالعاص کے نکاح میں دے دیا، مگر یہ رفاقت زیادہ نہ رہی۔ ہجرت کے وقت جو سانحہ ہوا تھا اس کی تکلیف مسلسل تھی۔ حضرت زینبؓ ایک سال کے بعد اس دنیائے دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ یہ ہجرت کا آٹھوں سال تھا۔ ابوالعاص اپنی حبیب زوجہ اور صبر اور جہاد طویل کی شہیدہ پر آنسو بہانے لگے۔

کوئی شخص انہیں حضرت زینب کے پاس سے ہٹا نہ سکا، مگر جب آنحضرت ﷺ آئے تو ابوالعاص آنسو بہاتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور خالی خالی نظروں کے ساتھ دروازے کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جنازہ تیار ہوا اور آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ نے نماز پڑھی اور حضرت زینبؓ ایسے سفر پر چلی گئیں جہاں سے مسافر واپس نہیں آتا۔

ابوالعاص اپنے گھر یادیں سمیٹے واپس آ گئے۔ ان کا رنج ہلاکت خیز تھا۔ اگر امامہ نہ ہوتیں تو شاید وہ دل کی تسلی بھی نہ کر پاتے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امامہ اپنی والدہ کے مشابہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت زینبؓ پر رحمت نازل فرمائے اور اس معزز خاتون پر سلام ہو۔

(۲۰) حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ

یہ بیت نبوت میں پرورش پانے والی دوسری بیٹی ہیں۔ جس طرح زینبؓ کی پرورش اور تربیت ہوئی اسی طرح ان کی ہوئی۔ سعادۃ او زامان کے ساتھ اپنے والدین اور بہنوں کے ساتھ ان کی زندگی گزری۔

حضرت زینبؓ کی شادی ہو جانے کے کافی عرصہ کے بعد بیت محمد ﷺ نے آل عبدالمطلب کے ایک وفد کا استقبال کیا جو اپنے چچا کے امانت دار بیٹے کے ساتھ سسرالی رشتہ قائم کرنا چاہتے تھے اور کسی دوسرے قریشی خاندان سے رشتہ آنے سے خوفزدہ تھے۔

حضرت رقیہؓ کی شادی: جب ہم رقیہؓ کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتے ہی ہیں تو اس بہن

کا تذکرہ بھی کرنا چاہیے جو جڑواں بہن کی طرح تھیں۔ یہ ام کلثوم ہیں۔ ان دونوں بہنوں میں بہت سی قدریں مشترک ہیں، یہاں تک کہ شادی بھی۔

جس وقت یہ وفد یہاں آیا اس وقت یہ دونوں بہنیں ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں۔ ام کلثوم سے ان کی جدائی کی باتیں برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ کہنے لگیں:

''میرا خیال یہ ہے کہ مجھ سے تمہاری جدائی کا وقت قریب آ گیا۔''

لیکن ان کے پیچھے کسی نے کہا کہ ''نہیں، بلکہ تم دونوں کا وقت ایک ساتھ آیا ہے۔'' یہ سن کر انہوں نے مڑ کر ننھی فاطمہ کو دیکھا وہ کہہ رہی تھیں کہ:

''ایک ہاشمی بزرگ آئے اور میرے والد سے کہنے لگے کہ ''ابن عم'' آپ نے اپنی بڑی بیٹی کا رشتہ ابوالعاص سے کیا وہ بہترین داماد ہے۔ اب آپ کے چچازاد بھی آپ سے وہی امید رکھتے ہیں جو آپ کی بچیوں کے خالہ زاد کی تھی اور یہ اس سے شرف ونسب میں کسی طرح کم نہیں ہیں۔ تو والد محترم نے جواب دیا کہ چچا آپ سچ کہتے ہیں تو اس ہاشمی نے کہا کہ ہم آپ کے پاس آپ کی دونوں بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کا رشتہ مانگنے آئے ہیں تو والد نے انہیں کہا ہے کہ مجھے مہلت دیں تاکہ میں اپنی بیٹیوں کو بتا دوں۔

اتنے میں حضرت خدیجہؓ اپنی بیٹیوں کے پاس آئیں اور ان سے رضامندی پوچھی اور بتایا کہ رشتہ مانگنے والے ابولہب کے بیٹے عتبہ اور عتیبہ ہیں جو تمہارے چچیرے بھائی ہیں۔

لڑکیوں کے کمرے میں خاموشی چھا گئی، وہ کچھ نہ بولیں۔ حضرت خدیجہ منتظر رہیں اور انہوں نے دل میں انقباض سا محسوس کیا۔ وہ ام جمیل بنت حرب زوجہ ابولہب سے مطمئن نہ تھیں۔ وہ ایک سخت دل، برہم مزاج، زبان کی تیز عورت تھی اور یہ سب کچھ مکہ کی تمام عورتیں جانتی تھیں، سیدہ خدیجہ اس عورت کے ساتھ اپنی بیٹیوں کے نبھاؤ کے بارے میں پریشان تھیں۔

لیکن معاملہ ان کے ہاتھ میں نہ تھا کہ وہ اس رشتہ سے منع کر دیتیں۔ اس لئے کہ انہیں ڈر تھا کہ اس طرح وہ کہیں بنو ہاشم کے انتقام کا نشانہ نہ بن جائیں اور خاص طور سے اس وجہ سے کہ انہوں نے زینب کا رشتہ اپنے بھانجے سے کر دیا تھا۔

اس دوران دونوں بہنیں ایک دوسرے کو تکتی رہیں۔ پھر ام کلثوم نے رقیہؓ سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے والد ہماری مرضی کے بغیر یہ فیصلہ نہیں کریں گے۔ تم کیا کرنا

چاہتی ہو؟ رقیہؓ نے نظریں جھکائے کہا کہ میں ایسی لڑکی نہیں جو اپنے والد کو ان کے قبیلے اور خاندان کے سامنے شرمندہ کردے، پھر اپنی بہن کو ہمت دلاتے ہوئے بولیں، میری بہن تو پریشان مت ہو، ہم دونوں ساتھ ہی رہیں گے۔

اس طرح شادی کی خوشی انجام پائی۔ مگر اس میں دھڑکا بھی لگا ہوا تھا۔ محمد بن عبداللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کو برکت کی دعا دی اور اللہ کی نگرانی میں انہیں رخصت کردیا۔

رقیہ کی شادی عتبہ سے ہوئی۔

رقیہ کو عتبہ سے طلاق: سیدہ خدیجہؓ کے خدشات درست ثابت ہوئے اور ام جمیل نے اپنی برہم مزاجی اور زبان کی تیزی کے جوہر ان دونوں شہزادیوں کو دکھا دیئے اور خصوصاً جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی، ابھی آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا شروع کی تھی کہ دونوں شہزادیاں ابولہب کے گھر سے بیت نبوت میں واپس آ گئیں۔

یہ سب اس لئے ہوا کہ قریش نے ان صاحبزادیوں کے بارے میں کہا تھا کہ تم لوگوں نے محمد ﷺ کو فکر و غم سے نجات خود دی ہے۔ چلو اب اس کی بیٹیاں لوٹا کر اسے ان میں مصروف کردو۔

اس کے بعد قریش کے لوگ آپ ﷺ کے تینوں دامادوں کے پاس گئے اور ہر ایک سے کہا کہ محمد ﷺ کی بیٹی کو طلاق دے دے تو ہم تیری شادی تیری اپنی پسند کی عورت سے کروادیں گے۔ ابوالعاص نے تو صاف انکار کردیا اور ابولہب کے بیٹوں کو بھی کوئی ایسی خواہش نہ تھی جس کا مطالبہ قریش کررہے تھے۔ مگر ام جمیل نے بہت جلدی کی اور قسم کھالی کہ محمد ﷺ کی بیٹیاں اور وہ ایک چھت کے نیچے نہیں رہیں گے اور اپنے شوہر کو مسلسل کہتی رہیں۔ چنانچہ ابولہب نے اپنی بیوی کی بات کو ترجیح دی اور اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ میرا سر تمہارے سروں سے حرام ہے اگر تم محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو۔" اس پر عتبہ اور عتیبہ نے رسول اللہ ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں کا طلاق دے دی اور پھر زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ ابولہب اور اس کی بیوی قرآنی ارشادات پر پورے اتر گئے۔ قرآنی ارشاد ہے:

"ہلاک ہوں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ ہلاک ہوا اس کے مال اور کمائی نے نہیں بچایا، وہ عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی ایندھن اٹھانے والی، اس کی گردن میں آگ کا پھندا ہوگا۔" (سورۃ اللھب)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنات رسول ﷺ کو ام جمیل کے گھر سے نجات دلا دی اور ایندھن اٹھانے والی کے مکروفریب اور مکر زندگی سے آزادی عطا فرمائی۔

حضرت رقیہؓ کی حضرت عثمانؓ سے شادی: حضرت رقیہ کو اپنے والد کی تکلیفوں اور جہاد میں حصہ لینا بھا گیا اور ام جمیل اور قریش کا گمان خاک میں مل گیا۔ نبی کریم ﷺ کو ان کی بیٹیوں کا غم دعوت سے باز نہ رکھ سکا اور حضرت رقیہ کو کچھ ہی عرصہ بعد نیک اور معزز شوہر مل گیا۔ یہ شخصیت عشرہ مبشرہ میں سے اور اسلام کے پہلے آٹھ انسانوں میں شامل تھی۔

یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جاہلیت میں بھی عزت عطا فرمائی تھی۔ یہ قریش کے نوجوانوں میں بہت زیادہ عالی نسب اور باحیا انسان تھے۔ ان کا نسب رسول اللہ ﷺ سے ملتا تھا۔ چمکتے چہرے والے عثمان مخلوق خدا کے پسندیدہ اور امیر ترین شخص تھے۔ پھر اسلام نے بھی انہیں عزت عطا کی۔

حضرت عثمان نے حضرت رقیہ کا رشتہ مانگا تو آپ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت رقیہؓ کے ساتھ کر دیا۔ مکہ والے اس اہم شادی میں شریک نہ ہوئے بلکہ حضرت عثمانؓ اور دین محمدی کے لئے غیظ وغضب کے ساتھ ان کی راتیں گزرنے لگیں کہ کس طرح کے حیلہ کے ذریعے انہیں نقصان پہنچایا جائے۔ لہذا ان کے زیر نگین مسلمانوں پر تکالیف بہت زیادہ بڑھ گئیں اور پھر آنحضرت ﷺ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرما دیا۔

صاحبۃ الھجرتین: حضرت رقیہؓ نے اپنے شوہر عثمانؓ کے ساتھ ہجرت کرنے والے پہلے گروپ میں ہجرت کا سفر کیا اور مکہ کے باہر اپنے احبہ اور یادوں کو الوداع کہا۔ وہ اپنے والد، والدہ اور بہنوں سے لپٹ کر رو دیں کہ آئندہ یہ چہرے دیکھنا نصیب ہوں یا نہ ہوں اور اپنے ایمان والے شوہر کی ساتھ اپنے احباب اور گھر والوں سے جدائی کے سفر پر چل دیں۔

حبشہ میں حضرت رقیہ اپنے والد کی جدائی کے غم میں گھلتی رہیں اور وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لئے بے چین رہیں۔ حتیٰ کہ اس بے چینی اور غم کی وجہ سے ان کی صحت پر برا اثر پڑا اور ان کا بچہ بھی ضائع ہو گیا۔

پھر وہاں یہ جھوٹی افواہیں گردش کرنے لگیں کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ سن کر مہاجرین کو اپنے گھر اور وطن کی یاد ستانے لگی اور وہ جلد وہاں کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان میں حضرت رقیہؓ اور عثمانؓ بھی تھے۔

مکہ کے قریب پہنچتے پہنچتے معلوم ہوگیا کہ وہ خبریں جھوٹی تھیں اس لئے یہ لوگ رات کے اندھیرے میں اپنے گھروں میں داخل ہوئے۔ دروازہ کھلتے ہی شدت فرح سے گلے ملنا شروع ہوئے اورآنسو بہنے لگے۔

حضرت رقیہ نے اپنی چھوٹی بہن فاطمہ سے پوچھا کہ ماں کہاں ہے؟ یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ انہیں صبر اور سکون کی تلقین فرمانے لگے۔ ان کے رنج کو دلاسا دلانے لگے۔ معلوم ہوا کہ ان کی ماں، رسول اللہ ﷺ اور بنوہاشم کے ساتھ سخت تکلیفیں اٹھا کر بستر سے لگ گئی تھیں اوراسی حال میں دنیا اوراپنی بیٹی کو جوحبشہ میں بے وطن تھی، چھوڑ گئیں۔

حضرت رقیہ زیادہ عرصے مکہ میں نہیں ٹھہریں کہ انہیں دوبارہ ہجرت کا حکم مل گیا۔ مگر حبشہ کی طرف نہیں، بلکہ یثرب کی طرف۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد نبی کریم ﷺ بھی مدینہ پہنچ گئے اور خاندان پھر سے ایک جگہ جمع ہوگیا۔

رقیہ مدینے میں:۔ دارالہجرت میں حضرت رقیہ اپنے اہل واحباب کے جمع ہونے سے بڑی خوش تھیں۔ اللہ نے انہیں ایک بیٹا عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے عبداللہ رکھا اوران کا نیا گھر خوشیوں اور محبت سے بھر گیا اور حضرت رقیہ اس بچہ پر توجہ کرنے لگیں تاکہ گزشتہ ایام کی تلخی، بچے کی وفات کا غم، ماں کی جدائی کا رنج بھول جائیں۔

خیال یہ تھا کہ شاید تکلیفوں کے دن ختم ہوگئے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں نئی آزمائش میں لاکھڑا کیا۔ ان دونوں عظیم مجاہد میاں بیوی کا بیٹا عبداللہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا، اس کا پھول جلد مرجھا گیا۔ دونوں میاں بیوی حسرت سے اس پھول کو کملاتے دیکھتے رہے اور یہ ننھا منا سا بچہ سکرات موت سے عالم ارواح منتقل ہوگیا۔ ماں باپ دونوں ہی روئے اور بچہ اللہ کے حوالے کردیا۔

پھر حضرت رقیہ کو بخار نے آن لیا۔ وہ بستر سے لگ گئیں اور حضرت عثمانؓ تندہی سے ان کی تیمارداری فرمانے لگے۔ حتیٰ کہ ان کے کانوں میں جہاد کے داعی کی آواز پڑی کہ مہاجرین وانصار کی دشمن کے مقابلے میں مدد کی جائے۔

لیکن حضرت عثمانؓ حضرت رقیہ کو سکرات موت میں مبتلا چھوڑ کر نہیں جاسکتے تھے۔ اس لئے غزوہ بدر میں حاضر نہ ہوسکے اور عزیز از جان رقیہ کے معرکہ موت میں حاضر رہے۔

وفات:۔ تکلیفوں کا وہ سفر جو ام جمیل کے گھر سے شروع ہوا تھا منتقل ہوتے ہوتے ہجرت،

حبشہ میں بے وطنی، ماں کی جدائی، بیٹے کی وفات سے اب اس نحیف جسم کو آرام دینے کے لئے ختم ہو گیا، روح طاہرہ پرواز کر گئی اور بدر میں پکارنے والے کی آواز کے ساتھ مدینہ کے آسمان میں بلند ہو گئی۔

ان کے مجاہد والد محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اپنی اس سوئی ہوئی مجاہد بیٹی کو غم و رنج کے ساتھ الوداع کہا۔ آپ ﷺ اپنے کپڑے سے حضرت فاطمہؓ کے آنسو پونچھتے جاتے جو اپنی بہن کے بستر پر جھکی روئے جا رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، جو اس مجاہدہ کے غم میں رونے والی عورتوں کو رونے سے منع کر رہے تھے "جو کچھ غم آنکھوں اور دل سے جاری ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے۔"

نماز جنازہ کے بعد مسلمان رسول اللہ ﷺ کی اس شہزادی کو ان کی آخری آرام گاہ لے گئے اور روتے ہوئے انہیں طیبہ کی مٹی میں چھپا دیا۔

اللہ تعالیٰ ام عبداللہ حضرت عثمانؓ کی زوجہ اور بنت رسول ﷺ حضرت رقیہ پر رحمت نازل فرمائے جو دو ہجرتوں کی جادہ پیما تھیں اور روشن اسلام کے راستے کی عظیم مجاہدہ خاتون تھیں۔

(۲۱) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آنحضرت ﷺ کی چار بیٹیوں میں سے یہ تیسری صاحبزادی ہیں، ام کلثومؓ حضرت رقیہؓ کے ساتھ جڑواں کی طرح تھیں اور زندگی کے اکثر واقعات میں ان کی شریک تھیں۔ آپس میں عمروں میں کم فرق ہونے کی وجہ سے بچپن ہی سے ساتھ رہیں اور قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک ہی ساتھ ان کا پیغام نکاح آیا اور سسرال میں بھی شریک ہو گئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس گھر سے انہیں ایک ساتھ ہی نجات عطا فرمائی۔ جب ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ نے انہیں طلاق دی۔ اس طرح ایندھن اٹھانے والی اور اس کے شوہر ابولہب کی وجہ سے مکدر زندگی ختم ہو گئی جو ان کے والد محترم حضرت محمد ﷺ سے دشمنی کی بناء پر تکلیف دہ ہو گئی تھی۔

ام کلثوم ہجرت سے پہلے بیت نبوت میں: حضرت ام کلثوم نے بی بی رقیہ کی طرح ہجرت نہیں کی بلکہ اپنی چھوٹی بہن فاطمہ کے ہمراہ بیت نبوت ہی میں مقیم رہیں اور اول ام

المومنین کا ہاتھ اپنے والد کی دعوت میں مدد پر بٹاتی رہیں۔ یہ دونوں اپنے بہادر نبی والد کا روزانہ استقبال کیا کرتیں جب وہ گشت سے واپس آتے اور اپنی محبت سے کفار کی غلاظت کا مداوا کرتیں۔

ام کلثومؓ اپنے والد کے ہمراہ شعب ابی طالب کے محاصرے میں بھی شریک رہیں تا کہ اللہ کے راستے میں حصار کی تکلیف سے بھی آشنا رہیں۔ ام کلثوم نے اپنے والد کی تھکن کو بھی دیکھا جب وہ جہاد سے تھک جاتے، ان کے قویٰ کمزور ہونے لگے تھے، عمر زیادہ ہونے لگی تھی تو ام کلثوم اس عظیم جدوجہد میں ان کی رعایت رکھتیں اور تیمارداری کرتیں۔

ام کلثوم نے اپنی والدہ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر دعائیں کرتے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ساتھ ان کی رفاقت طویل کر دے تا کہ وہ ان کے ضعف اور مرض میں ان کا سہارا بن سکیں، تو پھر بیٹی اپنے والد کو ان تکالیف میں بغیر ان کا ساتھ دیئے، سہارا بنے کیسے چھوڑ سکتی تھی۔

حضرت خدیجہؓ جب اپنی ان دو بیٹیوں کو دیکھتیں تو بیٹوں کی جدائی پر ان کے آنسو چھلک جاتے۔ ام کلثوم ان کا غم ہلکا کرنے کی کرتیں، کہتیں اماں آپ پر کوئی حرج نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی محنت اور خرچ وعطا کو نہیں بھولے گا اور اپنے کرم وانعام سے محروم نہیں کرے گا۔ یہ سن کر ماں اپنی بیٹی سے مسکرا کر کہتیں، میری بچی، کاش موت مجھے مہلت دے دے اس وقت تک کہ جب یہ تکالیف ختم ہو جائیں تو میں ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ خوشی خوشی جان دے سکوں گی اور اس وقت مجھے کوئی فکر نہ ہوگی۔ انشاء اللہ میرا اللہ تعالیٰ سے گمان یہ ہے کہ میں حبیب خداﷺ کی زوجہ ہوں اور تجھ جیسی بیٹیوں کی ماں ہوں۔ اے اللہ، مجھے تجھ سے آملنا ناپسند نہیں مگر یہ کہ میں چاہتی ہوں کہ مزید قربانی دوں تا کہ تیرے انعامات کی مستحق بن جاؤں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کر لی اور ان کی عمر اس وقت تک طویل فرما دی کہ حصار شعب ختم ہو گیا اور ان عظیم تکالیف سے نجات ہو گئی۔

اور پھر وہ وقت آیا کہ ام کلثوم اپنی ماں کی جدائی پر آنسو بہا رہی تھی، فاطمہ، ام کلثوم اور ان کے والد محترمﷺ ان کے گرد کھڑے ان کی آخری آرام گاہ کے لئے انہیں رخصت کر رہے تھے۔ ماں اپنی بیٹی ام کلثوم کے دل میں حسرت اور آنسو چھوڑ گئیں اور اپنے پیچھے

تین بیٹیاں شوہر کے پاس اور ایک بیٹی کو دیارِ غیر میں چھوڑ گئیں۔

دس رمضان کو نبوت کے دسویں سال اس مجاہدہ طاہرہ خدیجہ کو "حجون" لے جایا گیا، وہاں ان کے شوہر رسول کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لحد میں اتارا اور انہیں وہیں چھوڑ کر اپنے گھر کو غمگین لوٹ آئے اور اپنی بیٹیوں کو اس عظیم سانحہ پر دلاسہ دینے کے لئے خود سے لپٹا لیا۔

ام کلثومؓ اور ہجرت: ہجرت کا موقع آیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کو الوداع کہا اور خود یثرب کی طرف ہجرت کر گئے اور اپنی صاحبزادیوں کو اکیلا اللہ کے حوالے کر گئے۔ ام کلثوم کا دل خوف کے مارے پھٹا جاتا تھا کہ راستے میں کوئی مشرک ان کے والد محترم کو نقصان نہ پہنچادے۔ اس طرح خاندان محمدی ﷺ منتشر ہو گیا، ماں آخرت کے گھر سدھاری، والد محترم محمد ﷺ مدینہ منورہ اور ام کلثوم اور ان کی بہنیں مکہ میں رہ گئیں۔

تھوڑے ہی دنوں کے بعد زید بن حارثہ ام کلثوم، ان کی بہن فاطمہ اور آل بکر کو لینے مکہ آ پہنچے اور مدینے اپنے ساتھ لے گئے۔

ام کلثوم نے الوداعی نظروں سے مکہ کو دیکھا، اپنے بچپن کی یادوں، لڑکپن کی جگہوں، اپنی ماں کے گھر اور قبر کو روتے ہوئے دیکھتی رہیں اور سوار ہو کر اپنے والد سے ملاقات کے اشتیاق میں مدینے کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

مدینے میں دو سال گزرے اور ام کلثوم نے دو بڑے واقعات دیکھے۔ ایک اپنے والد محترم محمد ﷺ کی بدر میں شاندار فتح کے بعد واپسی اور دوسرا اپنی سگی اور بڑی بہن رقیہؓ کا سانحہ ارتحال، اور یہ بھی فتح بدر کے دن ہی ہوا تھا۔

انہیں اپنی بہن کے انتقال سے سخت صدمہ پہنچا۔ وہ اور یہ دونوں ایک روح کی طرح تھیں۔ بچپن میں ساتھ کھیلے، ایک ساتھ شادی ہوئی، ایک ساتھ طلاق ہوئی اور اپنی ماں کے ساتھ جدوجہد میں ایک ساتھ رہیں، دارالہجرۃ مدینہ منورہ میں ایک ساتھ رہیں اور یہ کسے معلوم تھا کہ زمانہ انہیں پھر ان کی بہن کا نائب بنا کر حضرت عثمانؓ کے گھر لے جائے گا۔

ام کلثومؓ کی حضرت عثمانؓ سے شادی: حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ حضرت ابو بکرؓ اور عثمانؓ کا ام کلثومؓ کے نکاح کے بارے میں کچھ ارادہ ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ شکایت لے کر آئے۔ ان کی یہ اطلاع صحیح اس طرح ثابت ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کی

خادمہ ام عیاش حضرت ام کلثومؓ کے پاس یہ پیغام لے کر آئیں کہ ام کلثوم مجھ سے مل لیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح کے لئے مشورہ فرمایا۔

اس طرح نکاح کا بندھن ہو گیا اور حضرت عثمانؓ دونوروں کو جمع کرنے والے قرار پائے۔ حضرت ام کلثومؓ کا مہر بھی رقیہؓ کی طرح تھا اور لباس عروسی بھی اسی جیسا پہنا۔ دروازے کے قریب ام کلثوم کو یادوں نے گھیر لیا اور انہوں نے بمشکل آنسو ضبط کئے اور اپنی بہن کی یادوں سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا: ''اب صرف یہ بات باقی ہے کہ میں تجھ (رقیہ) سے آکر مل جاؤں اور اسی طرح مر جاؤں جس طرح تجھے قضا آ پہنچی تھی تاکہ ہم زندگی کی طرح موت میں بھی یکجا ہو جائیں۔''

اس کے بعد حضرت ام کلثومؓ چھ سال زندہ رہیں اور ان سالوں میں اسلام کے جھنڈے کو سربلند ہوتے دیکھا۔ اپنے والد کو ایک کے بعد دوسرے معرکہ میں شاندار فتوحات کے ساتھ دیکھا اور شوہر کو جہاد میں شرکت اور اللہ کے راستے میں فنا کے لئے نکلتے دیکھا۔ یہ اپنے شوہر کے ساتھ ان کے جہاد اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تائید میں ان کا ساتھ دیتی رہیں۔

حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے داماد ''ذوالنورین'' کو قریش کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا تاکہ انہیں بتا دیں کہ مسلمان لڑنے کے لئے نہیں بلکہ بیت اللہ کی زیارت و عمرے کی نیت سے آئے ہیں۔ ام کلثوم نے اس وقت اپنے دل کو تھام لیا جب حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ مشہور ہوا کہ قریش نے انہیں روک لیا ہے اور پھر قتل کر دیا ہے۔ ان کے آنسو بہنے لگے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ ''ہم عثمان کے قتل کا بدلہ لئے بغیر نہ ہٹیں گے۔'' اور پھر آنحضرت ﷺ نے بیعت رضوان کا اعلان فرمایا۔ یہ بیعت ''بیعت موت'' بھی کہلائی اور آنحضرت ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت میں رکھا اور فرمایا کہ:

''بے شک یہ شخص اللہ اور اس کے رسول کی ضرورت کے لئے گیا ہے۔''

غم کا یہ دورانیہ طویل نہ رہا۔ حضرت عثمانؓ صحیح سلامت واپس آ گئے اور پھر صلح حدیبیہ ہوئی اور دو سال کے بعد ''فتح اکبر'' نصیب ہوئی۔

حضرت ام کلثوم نے فتح اکبر کو دیکھا، ان کے ساتھ ان کی چھوٹی بہن فاطمہ تھیں۔ یہ

دونوں اپنی والدہ حضرت خدیجہ کی قبر پر حاضر ہوئیں، خوشی کی خبر انہیں سنائی۔ یہ وہ مکہ تھا جہاں مشرکین کا راج تھا۔ آج ان کے والد رسول اللہ ﷺ کے زیر نگین آ گیا تھا۔ قرآن کا یہ قول صادق آ گیا:

"جب آئے گی اللہ کی مدد اور فتح اور تو دیکھے گا لوگوں کو کہ جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، پس تو تسبیح بیان کر اپنے رب کی حمد اور استغفار پڑھ، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سورۃ النصر)

اسلام کا یہ لشکر مکہ سے خوش خوش واپس آ گیا۔ ام کلثوم بھی مدینے لوٹیں، لیکن ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے کو۔ ہجرت کے نویں سال شعبان میں حضرت عثمانؓ کے گھر میں ان کی وفات ہوگئی۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔

حضرت عثمانؓ کو اپنے دوسرے نور کے گم ہو جانے کا غم تھا اور رسول اللہ ﷺ کی تیسری بیٹی دار فانی سے رحلت کر گئی تھی۔

حضرت فاطمہؓ کو روتے دیکھا گیا۔ وہ نہ صرف اپنی بہن ام کلثومؓ کا غم کر رہی تھیں بلکہ اسی غم میں دو مزید بڑی بہنوں، والدہ، حضرت عثمانؓ کے غم اور اپنے والد کے رنج سب کا غم کر رہی تھیں۔

پھر آنحضرت ﷺ اور صحابہ حضرت رقیہؓ کی یادوں کے سامنے ان کی بہن کو، جن میں کئی قدریں مشترک تھیں، دفن کر رہے تھے۔

ام کلثوم اپنے والد کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ہی فوت ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ تھوڑے ہی عرصے کے بعد ان سے جا ملے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی صاحبزادی اور ان کی تینوں بہنوں پر رحمت نازل فرمائے۔ یہ بیت نبوت کی کریم صفت خاتون تھیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہؓ بیت نبوت کی چوتھے نمبر کی صاحبزادی ہیں۔ یہ وہ پاکباز خاتون ہیں جن کا زیادہ تر تذکرہ مسلمانوں کی زبان پر ہوتا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ محبوب اور مسلمان خواتین کے لئے مثال، ان کی بیٹیوں کے لئے اسوہ حسنہ تھیں۔

نبی کریم ﷺ اوران کی زوجہ خدیجتہ الکبریٰ اس بیٹی سے بے پناہ محبت فرماتے، بلکہ ان کی تینوں بیٹیاں بھی اپنی اس بہن سے زیادہ لاڈ کرتیں اوراتنی زیادہ عنایت کیا کرتے جو اس وقت عام طور سے سب چھوٹی بیٹی سے نہ ہوتی تھی۔ تاریخ نے ان کے حالات کومکمل طور پر قلمبند کیا ہے۔ان کا نام اسلامی دعوت کے آسمان میں اپنی دوسری بہنوں کے نام سے زیادہ چمکا۔

حضرت فاطمہؓ بیت نبوت میں ہی پلی بڑھیں۔ان کی تربیت کے دوران ایک بچہ بھی تربیت میں شامل تھا۔ یہ حضرت علیؓ تھے جو اپنے چچازاد اور اللہ کے رسول ﷺ کی مشکلات میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔حضرت فاطمہؓ کو بچپن میں ایک ہمجولی میسر آ گیا تھا کیونکہ گھر میں اب کوئی بہن موجود نہ تھی۔سب کی شادیاں ہو چکی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ابتداءِ دعوت کے بعد بیٹیوں کی زندگی میں جو مشکلات پیش آئیں یہ ان کے شوہروں کے اللہ کا دین نہ قبول کرنے کے باعث تھیں۔ جس کا حضرت فاطمہؓ نے بہت گہرا اثر لیا۔اس لئے وہ شادی کو ناپسند کرنے لگیں۔وہ اپنی بہنوں سے کہتیں کہ:

''میں تو شادی نہیں کروں گی اور اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہوں گی تا کہ جدائی کی آگ میں نہ جلوں اور مجھے کوئی اللہ کا نافرمان نوجوان بیاہ کر نہ لے جائے۔''

فاطمہؓ نبی اکرم ﷺ سے بہت والہانہ محبت کرتی تھیں۔اور آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے گھر سے نکل جاتیں۔آپ ﷺ توحید کی دعوت دیتے، مدافعت کرتے اور مشرکین کو دلائل دیتے اور مجادلہ فرماتے اور کلمہ توحید سناتے۔

ایک مرتبہ وہ ان کے پیچھے جا رہی تھیں، ان کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو نہ تھی کہ اچانک مشرکین نے آپ ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر لیا، برا بھلا کہنے لگے اور آپ کی چادر کھینچنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت فاطمہؓ اپنے والد کی سلامتی کے خوف سے ڈر گئیں اور روتے ہوئے اپنے والد سے لپٹ گئیں۔ اس دوران حضرت ابوبکرؓ آپ ﷺ کو کافروں سے چھڑاتے رہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کعبہ کے قریب نماز ادا فرما رہے تھے۔کافروں نے آپ کو تنگ کرنے کے لئے کہا کہ کوئی شخص اونٹ کی اوجڑی لا کر آپ کے اوپر رکھ دے تو ایک شقی عبداللہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھڑی آپ کے کندھے پر لا کر رکھ دی اس وقت آپ

ﷺ سجدے میں تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت فاطمہؓ کے آنسو بہنے لگے اور وہ اونٹ کی اوجھڑی کو ہٹاتی جاتیں اور مشرکین میں سے ہر ایک کا نام لے لے کر بددعائیں دیتی جاتیں۔

حضرت فاطمہؓ کی آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک میں منزلت: اگر بعض مؤرخین آنحضرت ﷺ کو ابوالزہراء کی کنیت سے لکھ دیں تو اس میں اچھنبے کی بات نہیں ہے، کیونکہ فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ رہا کرتیں اور آپ ﷺ بھی ان سے بہت ہی زیادہ محبت فرماتے تھے۔

حضرت فاطمہؓ کو زہراء کا لقب ان کی سفید رنگت اور روشن چہرے کی بناء پر دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ ان سے جو محبت کرتے تھے اس کی وجہ سے دوسری بیٹیوں سے محبت کم نہیں ہوتی تھی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ باپ بیٹی کے درمیان اتنی محبت کیوں تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو وہ سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اور اس حال میں پلی بڑھیں کہ آپ مجاہدہ فرماتے، یہ آپ کے ساتھ مجاہدہ فرماتیں۔ آپ کا دل ان کی اداؤں سے خوش ہوتا، آپ دعوت دینے نکلتے تو یہ پیچھے پیچھے چلتیں اور اگر کوئی کافر آنحضرت ﷺ کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو یہ ننھے ننھے ہاتھوں سے آپ ﷺ کا دفاع کیا کرتیں۔

اللہ نے اس چھوٹی سی بچی کے ایمان کا امتحان بڑا سخت لیا جو اس عمر کی بچیوں سے بہت کم لیا جاتا ہے۔ ان کا تعلق اپنے والد محمد ﷺ سے بہت زیادہ تھا اس لئے یہ بہت زیادہ دکھ اور تکلیف محسوس کرتیں۔ وہی تکلیف جو حق کی راہ میں ان کے والد کو پہنچتی۔ ایک رقت بھرا دل جو فاطمہ کے دل کی طرح ہو وہ بھی ننھی سی عمر کی بچی کا۔ وہ کیسے برداشت کرسکتا ہے کہ اس کی دنیا میں سب سے زیادہ عزیز اور محبوب شخصیت کو اس طرح کی تکالیف دی جائیں۔ لہذا ان کی تکلیف بہت بڑی تھی۔

ایک طرح سے نبی کریم ﷺ نے ان کے رشتہ داروں اور بہنوں کے سامنے ان کا احترام بیان فرمادیا تھا۔ آپ ﷺ بنو ہاشم کو دعوت دے رہے تھے۔ فرمایا:

"اے قریش کی جماعت، اپنے نفسوں کو (اللہ کے ہاتھوں) بیچ دو۔ تمہیں اللہ سے کوئی نہیں بچاسکتا۔ اے بنی عبد مناف، میں تمہیں اللہ سے نہیں بچاسکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب، میں تجھے اللہ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں بچاسکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد، تو میرا جو مال چاہے مانگ لے، میں تجھے اللہ سے کسی بارے میں بچا نہیں سکتا۔"

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو اسے تکلیف دے گا وہ مجھے تکلیف دے گا"

آپ ﷺ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

"دنیا میں چار عورتیں افضل ہیں۔ مریم، آسیہ، خدیجہ اور فاطمہ"

تو حضرت فاطمہ اپنے بچپن ہی سے تکالیف سہتی آئیں۔ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ شعب ابی طالب کے حصار میں بھی تھیں۔ حصار سے نکلیں تو اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی والدہ کا سانحہ ارتحال دیکھا، اپنے والد کو تکلیفیں سہتے دیکھا، پھر ہجرت کے باعث جدائی دیکھی، لیکن کچھ عرصے بعد ہی یہ بھی مدینے پہنچ گئیں کہ حضرت زید بن حارثہ آئے اور جلدی سے انہیں، ان کی بہن ام کلثوم اور آل ابی بکر کو لے گئے۔ آپ بیت نبوی ﷺ میں رہ کر اس کی نگرانی کرتیں اور اس کے امور کو نمٹاتی رہیں۔

مدینے میں جا کر فاطمہؓ نے امیدوں کا پھیلاؤ اور نور کی چمک دیکھی کہ ان کے والد کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عزت دی اور حفاظت و دفاع کے لئے اپنی روحوں سے فدا صحابہ کرام دیکھے۔ اسلام نے مہاجرین اور انصار میں دائمی بھائی چارے کو قائم فرمایا اور حضرت علیؓ کو آپ ﷺ نے اپنا بھائی بنالیا، اور یہ ان کی قربت آئندہ کے لئے گئی کہ اب فاطمہؓ اٹھارہ برس کی ہوگئی تھیں اور اب ان کی شادی کا وقت قریب آ رہا تھا۔

حضرت فاطمہؓ اور علیؓ کا نکاح: حضرت فاطمہؓ نے بھی محسوس کرلیا کہ حضرت علیؓ، نبی کریم ﷺ کے پاس چکر لگا رہے ہیں اور دل میں ایک بات چھپائے ہوئے ہیں جسے وہ بیان کرنے سے جھجک رہے ہیں۔ کبھی وہ بیان کرنے پر آتے لیکن آپ ﷺ کے رعب کی بناء پر بیان نہ کرپاتے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ کوئی موقع ایسا آجائے جس میں وہ اس موضوع پر بات کرسکیں کہ فاطمہؓ کو اب گھر سے سسرال منتقل کردیا جائے لیکن شادی کا خرچ، یعنی مہر وغیرہ کی عدم دستیابی سے خاموش ہوجاتے۔

پھر معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی اس رشتہ میں دلچسپی رکھتے ہیں اور انہوں نے اس کا اظہار بھی کردیا مگر آنحضرت ﷺ نے انہیں ٹال دیا اور بعض صحابہؓ نے حضرت علیؓ کو ہمت دلائی اور کہا کہ آنحضرت ﷺ نے شیخین کو تمہاری وجہ سے ٹالا ہے، لہذا آگے بڑھ کر

بات کرواور اب تو آنحضرت ﷺ کے گھر میں عائشہؓ بھی آ گئی تھیں۔

تو حضرت علیؓ آئے اور آپ کے سامنے شرماتے ہوئے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا، علی! کیا بات ہے؟ انہوں نے ڈرتے ڈرتے مدعا عرض کر دیا تو آپ ﷺ نے انتہائی محبت اور تلطف سے فرمایا۔ مرحبا، علی کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ (مہر وغیرہ) علیؓ نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ زرہ کیا ہوئی جو میں نے تمہیں دی تھی تو انہوں نے کہا وہ میرے پاس ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے مہر میں وہی دے دینا۔

حضرت علیؓ نے وہ زرہ بیچ دی اور اس کی قیمت سے مہر ادا کیا۔ صحابہ اس رشتے سے بہت خوش ہوئے اور برکت کی دعا کی۔

فاطمہؓ اپنے والد سے جدائی پر بہت غمگین تھیں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے انہیں بڑے پیار سے تسلی دی اور جانتے تھے کہ فاطمہؓ کا یہ رنج صرف آپ ﷺ کی فکر میں ہے۔ لیکن اب شاید فاطمہؓ کے دل کو یوں تسلی بھی تھی کہ اب حضرت عائشہؓ ان کی خبر گیری اور فاطمہؓ کی جگہ سنبھالنے کو موجود ہیں۔

فاطمہؓ سسرال میں آ گئیں۔ یہ گھر غربت اور تنگدستی والا تھا۔ اس لئے بنت رسول ﷺ نہ تو اس میں خوشحال تھیں نہ کوئی ریشم کی نعمتوں میں تھیں بلکہ شوہر کا گھر اور اس کی زندگی فقر و فاقے اور تنگدستی والی تھی۔ اس معاملے میں یہ اپنی دوسری بہنوں سے مختلف تھیں۔ ان کی بہنوں کو دنیاوی دولت بہت وافر ملی تھی۔ ان کے شوہر مکہ کے بڑے دولت مند تھے۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کو صرف اتنی بات بھی کافی تھی کہ ان کے شوہر علیؓ قریش کے نوجوانوں کے سردار تھے۔

لہٰذا ان کی غربت اور تنگدستی کے بدلے ان کی بہادری اور جنگی معرکے انہیں مل گئے (جو بڑے فخر کی بات تھی)

اور پھر حضرت علیؓ وہ شخصیت تھے جو نوجوانوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور آنحضرت ﷺ کے بستر پر اس وقت سوئے جب آپ ﷺ ہجرت کے لئے نکلے، اور بڑے بڑے بہادر حضرت علیؓ کے مقابلے میں آتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اس لئے حضرت علیؓ بہترین شوہر اور حضرت فاطمہؓ بہترین زوجہ ثابت ہوئیں۔

یہاں فاطمہؓ کے جہیز کا ذکر مناسب ہوگا کہ یہ ایک تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے، ایک چادر، دو پیالے اور تھوڑی بہت خوشبو پر مشتمل تھا۔ یہ محمد رسول ﷺ کی بیٹی کی شادی

تھی۔

مبارک اولاد: اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اب اس جوڑے کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اس لئے انہیں پہلی خوشی اور اس مبارک بندھن کا پہلا ثمر ''حسنؓ'' کی صورت میں ملا۔ یہ ہجرت کا تیسرا سال تھا۔ ان کے نانا رسول اللہ ﷺ ان کی خبر سن کر فوراً وہاں پہنچے اور نومولود کے کان میں اذان دی تا کہ یہ دائمی مبارک نداء ان کی سماعت میں پہنچے۔ دوسرے سال اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسرے بیٹے ''حسینؓ'' سے نوازا۔

رسول اللہ ﷺ کو تو دو قیمتی نواسے مل گئے جو بچھڑوں کے غم کا مداوا بن گئے۔ آپ ﷺ جب ان سے کھیلنا چاہتے انہیں گود میں بھر لیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ شرف بہت عظیم تھا کہ آئندہ ''نسل رسول'' حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہی چلے گی۔

اس کے بعد مختلف سالوں میں اللہ نے پے در پے انہیں دو بیٹیوں سے نوازا۔ جن میں بڑی کا نام حضرت فاطمہؓ نے اپنی بڑی بہن زینبؓ کی یادگار کے طور پر زینبؓ اور چھوٹی کا نام اپنی دوسری بہن ام کلثوم کے نام پر رکھا جو کہ جہاد کی زندہ مثال تھیں اور ان کا نکاح مجاہد عظیم حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی نواسیوں اور نواسوں کی حفاظت فرمائی اور آپ ﷺ کو نہ ان میں سے کسی کا غم یا ان کے ماں باپ میں سے کسی کا غم برداشت کرنا پڑا، آپ تو پہلے ہی غموں سے پر تھے پہلے اپنے بچوں کی ماں خدیجہ کبریٰ کی وفات، پھر تینوں بیٹیوں کی پے در پے وفات دو بیٹوں عبداللہ اور قاسم کی جدائی، اور پھر ابراہیم'' جو حضرت ماریہ سے پیدا ہوئے'' کی وفات اور ایک نواسے عبداللہ جو حضرت رقیہ کے بیٹے تھے کی وفات ہو چکی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ کے اپنے والد کے مرض میں چند یادگار کلمات: آنحضرت ﷺ اپنی صاحبزادی کو دیکھتے جو انہیں ''ابا جان'' کہتی اور نواسوں کو دیکھتے وہ انہیں نانا جان کہا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جزیرہ عرب اسلام سے آشنا ہو گیا اور پھر حضرت فاطمہؓ نے عظیم فتح میں شرکت کی اور اپنے والد کے ساتھ مکہ کی فتح میں شریک ہوئیں۔

اس کے بعد ڈرانے والی بیداری آ گئی جس نے فاطمہ کو دہلا کر رکھ دیا یہ آنحضرت ﷺ کا مریض ہونا تھا آپ کی تکلیف بڑھتی چلی گئی اور حضرت فاطمہ کے خوف اور اندیشوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آپ ﷺ انہیں بلاتے اور ان کے کان میں سرگوشی فرماتے کہ آپ ﷺ

نے ''رفیق اعلیٰ'' کو اختیار فرمالیا ہے اور اب وہ اپنے رب کے ہاں جانے والے ہیں تو فاطمہ روپڑیں مگر جب آپ نے انہیں سرگوشی میں بتایا کہ تم مجھ سے وہاں سب سے پہلے آکر ملوگی تو وہ خوش ہوگئیں۔

آپ ﷺ کی تکلیف بڑھتی تو حضرت فاطمہ کہتیں:

''ابا جان، ہائے آپ کی تکلیف میری تکلیف ہے۔''

تو آنحضرت ﷺ انہیں فرماتے کہ ''تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی تکلیف نہ ہوگی۔''

پھر جب آپ ﷺ کا ارتحال ہوگیا تو وہ بولیں:

''ہائے میرے والد، وہ رب کے بلانے پر تشریف لے گئے۔''

''ہائے میرے والد، جنت الفردوس جن کا ٹھکانہ ہے۔''

''ہائے میرے والد، ہم جبرائیل کی طرف ان کی وفات کی خبر دیتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی کو یتیم و غمگین چھوڑ گئے اب ان کی تسلی کا کوئی راستہ نہ تھا اس شہزادی کا یہی سب سے بڑا غم تھا اور زندگی کی سب سے بڑی تکلیف تھی۔ زندگی میں کیا تکالیف اٹھائیں بچپن ہی میں والدہ کا انتقال ہوگیا، پھر ان کی تینوں بہنوں کی وفات ہوگئی اور آج اپنے والد کو الوداع کہہ رہی تھیں یہ وہ بیٹی تھیں جو نہ کبھی ان سے جدا ہوئیں اور نہ وہ کبھی ان سے جدا ہوئے تھے۔

فاطمہ آج بہت روئی اور دوسرے لوگ اور عام صحابہ بھی روئے۔ انس بن مالک آئے تو انہوں نے کہا، رسول اللہ پر مٹی ڈالنا تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کرلیا؟ قبر کی مٹی مٹھی میں بھر کر اپنی آنکھوں پر ڈال لی اور کہا:

ماذا علی من شم تربة احمد
اس شخص کا کیا حال ہو جو احمد ﷺ کی تربت کو سونگھے

ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
کہ اب وہ لمبے عرصے تک کچھ نہ سونگھے

صبت علی مصائب لوانها
مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹ پڑے کہ اگر

صبت علی الایام صرن لیا لیا

وہ دنوں پر ٹوٹتے تو وہ راتیں بن جاتے

حضرت فاطمہ سے پھر زیادہ وہ صبر نہ ہو سکا اور بہت جلد رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئیں یہ رمضان المبارک کا مہینہ اور ہجرت کا گیارھواں سال تھا، انتقال سے پہلے اپنے بچوں کو خوب لپٹایا اپنے شوہر کو الوداع کہا اور پھر ان کی روح مبارک جنت کی طرف پرواز کر گئی تا کہ اپنے والد اور حبیب محمد ﷺ سے ملاقات کر سکیں۔

مسلمانوں پر یہ بڑے غم کی رات تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو رحلت فرمائے ابھی چھ مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ اب ان کی آخری صاحبزادی کو بھی پہنچانے چلے آئے تھے۔

اس طرح عالم آخرت نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ جمع کر دیا اور وہاں خاندان محمدی مجتمع ہو گیا جس طرح مکہ میں مجتمع تھا۔

نبی اکرم ﷺ پر سلام ہو۔

اہل بیت رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔

اور فاطمہ زہراء بنت رسول ﷺ خواتین کی سردار اور حسنین کی والدہ پر سلام ہو۔

باب سوم

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کا ذکر

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی غالب بن فہر بن مالک بن النصر بن کنانہ ہیں۔

ان کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ الاصم بن الھرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن توی بن غالب بن فہر بن مالک ہیں۔

ان کی ولادت مکہ میں ۶۸ قبل ہجرت ہوئی یہ قریش کی خواتین میں سب سے زیادہ معزز خاتون تھیں، سب سے زیادہ مالدار وخوبصورت تھی انہیں جاہلیت میں طاہرہ کہا جاتا اسی طرح قریش کی سردار بھی کہا جاتا، ہر قوم ان سے تعلق داری کی خواہش مند تھی۔

آنحضرت ﷺ سے پہلے ان کا نکاح: حضرت خدیجہ کا سب سے پہلے ابی ہالہ بن زرارہ تیمی سے نکاح ہوا تھا اس کا اصل نام ہند بن بناش بن زرارہ بن وقدان تیمی تھا ان سے ان کے دو بچے ''ہند'' اور ''ھالہ'' پیدا ہوئے۔

ابو ھالہ کے انتقال کے بعد ان کا نکاح عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہوا ان سے ایک بچی ''ہند'' پیدا ہوئی۔

عتیق کی وفات کے بعد قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے انہیں نکاح کا پیغام دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا ان سرداروں میں ابو جہل، ابوسفیان، عقبہ بن ابی معیط صلت بن ابی یھاب وغیرہ شامل تھے۔

ان کے مال سے نبی اکرم ﷺ کی تجارت: خدیجہ بہت مال دار خاتون تھیں وہ مختلف لوگوں کو اجارے پر اور مضاربت پر کچھ معاوضہ مقرر کر کے بھیجا کرتی تھیں۔ قریش بنیادی طور پر تاجر قوم تھی حضرت خدیجہ کو نبی اکرم ﷺ کی سچائی اخلاق اور امانت داری کی خبریں پہنچا کرتی تھیں تو انہوں نے آپ ﷺ کے پاس مضاربت پر کام کرنے کے لئے پیغام بھیجا کہ

آپ ﷺ مال لے کر شام جائیں آپ کو دوسروں سے زیادہ معاوضہ ملے گا۔

لہذا آنحضرت ﷺ ان کے اموال لے کر ان کے غلام ''میسرہ'' کو ساتھ لے کر شام چلے گئے وہاں سامان خرید ا اور بیچا اور پہلے سے زیادہ منافع کما کر مکہ کی طرف لوٹے۔ میسرہ نے وہاں آپ کے حسن معاملہ اور امانت داری کا مشاہدہ کیا اور سب کچھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گوش گذار کر دیا تو حضرت خدیجہ نے انہیں پیغام نکاح بھیجا تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم تو قریش کی امیر ترین بیوہ ہو اور میں قریش کا یتیم ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ ''میں آپ کی قرابت، قوم میں عزت، آپ کی سیرت، امانت حسن خلق اور سچ گوئی کی وجہ سے آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔''

یہ سب کچھ آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے ذکر کر دیا تو ابو طالب اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے تقریباً دس حضرات حضرت خدیجہ کے چچا کے پاس گئے اور پیغام نکاح دیا اور نکاح منعقد ہوا۔

اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی آپ ﷺ جوان اور وہ ادھیڑ عمر کی خاتون تھیں، حضرت خدیجہ نے آنحضرت ﷺ کو ان کے صدق وامانت وغیرہ کو ترجیح دے کر قریش کے سرداروں کے رشتے ٹھکراتے تھے اور خواتین کے سامنے حتمی اعلان کر دیا کہ اصل معیار یہی ہے۔

یہ جوڑا جس خوشی اور غم کے ساتھ رہا اس کا پورا مکہ گواہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ان پر اتمام فرمایا اور بیٹے بیٹیاں عطا فرمائیں۔ قاسم، عبداللہ، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ ان میں سے دونوں بیٹے بچپن میں وفات پا گئے۔

اسی طرح پندرہ سال گزر گئے جس میں نبی اکرم ﷺ نے بڑی محبت اور شفقت یتیمی کے عوض میں پائی اور آنے والے ایام کے لئے خوب تیاری میسر آ گئی اس کے بعد بعثت ورسالت کا دور آیا یہ ایک نئی زندگی جو کرب انگیز، انتہائی مجاہدے مشقتوں اور جہاد والی زندگی تھی۔

ان تمام مشکل حالات میں حضرت خدیجہ نبی اکرم ﷺ کی ہمت بندھائی رہیں اور اس وقت جب آپ ﷺ غار حرا سے وحی کی نوید لے کر تشریف لائے تو کچھ پریشان اور خوفزدہ تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوانہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔غریبوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو کھلاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔''

اوراس کے بعد ورقہ بن نوفل کے الفاظ دہراتیں ،انہوں نے کہا تھا۔

''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں ورقہ کی جان ہے اے خدیجہ اگر تو مجھے سچا سمجھے تو سن یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے پاس آیا کرتا تھا بے شک یہ اس وقت کی امت کا نبی ہے اسے کہو کہ یہ ثابت قدم رہے۔''

حضرت خدیجہ وہ پہلی شخصیت تھیں جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں اور پھر ایک دردناک دوراس دعوت کے مقابلے میں شروع ہوگیا۔قریش کبھی بھی برداشت نہیں کرسکتے تھے کہ کوئی ان کے دین پرعیب لگائے یا کسی کے خیالات کو برا کہے اگر چہ وہ آنحضرت ﷺ کو اس سے پہلے ''صادق الامین'' سچا اور امانت دار کہتے تھے۔

حضرت خدیجہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں ہمت بندھائی اور مدد کرتی رہیں اور کافروں کے غیظ وغضب اور تکالیف پر آنحضرت ﷺ کی کئی سال تک اعانت کرتی رہیں۔

جب قریش نے یہ فیصلہ کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا بائیکاٹ کر دیا جائے اور شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں محصور کر دیا جائے یہ ایک بے رحم فیصلہ تھا۔حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ گھر خالی کر کے جانے میں کوئی تردد نہ کیا اور اپنے شوہر کی پیروی کرتے ہوئے اس بڑھاپے میں بھی گھاٹی میں آ گئیں۔

گھاٹی میں بڑے صبر آزما تین سال گذارے ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ ان کے صحابہ اور قوم کے لوگ تھے انہوں نے اس سخت تکلیف دہ ،اندھے اور ظالم حصار کا بڑے سچے ایمان کے ساتھ مقابلہ کیا حتی کہ حصار خود ختم ہوگیا اور نبی کریم ﷺ اپنی صابر و مومن زوجہ کے ساتھ جس نے پینسٹھ سال کی عمر میں بھی اتنی شفقت برداشت کی، گھر لوٹ آئے۔

عام الحزن اور حضرت خدیجہ کا سانحہ ارتحال: حصار ختم ہوئے تقریباً چھ ماہ ہونے کو آئے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے شفیق ،اور حامی و مدافع چچا کی وفات ہوگئی۔

حضرت خدیجہ ان کے غم میں شامل نہ ہوسکیں اس لئے کہ وہ خود دنیا کو الوداع کہنے کے لئے بستر پر فراش تھیں اور آنحضرت ﷺ ان کے مونس تھے ان کی وحشت کو اللہ کے ہاں ان

کی منتظر نعمتوں کی یاد دلا کر دور فرماتے۔

تین دن کے بعد انہوں نے اپنے مجازی خدا کے سامنے ہی اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی جن کے لئے انہوں نے خود کو فنا کر دیا تھا اور جس نبی کی وہ تصدیق کر کے اس پر ایمان لائی تھیں لیلۃ القدر کی اس صبح سے لے کر زندگی کی آخری رمق تک ان کی حمایت کرتی رہیں اور یہ آنحضرت ﷺ کا سکون، انس، جائے پناہ رہیں حتیٰ کہ نفس مطمئنہ کے ساتھ خوشی خوشی اپنے رب کے ہاں چلی گئیں اور ''حجون'' میں دفن ہوئیں ان کی وفات صحیح قول کے مطابق ہجرت سے تین سال قبل ہوئی۔

نبی کریم ﷺ نے بعثت سے قبل ان کے علاوہ کسی سے شادی نہ کی اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ چوبیس یا پچیس سال گذارے۔

نبی کریم ﷺ کی تکالیف حضرت خدیجہ کی وفات کی سال انتہا کو پہنچ گئیں اس لئے اس سال کو ''غم کا سال'' (عام الحزن) کہا گیا۔

حضرت خدیجہ کی وفات کے ساتھ ہی حج کے موسم میں یثرب سے آئے ہوئے چند لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے بیعت کی اور واپس جا کر مدینہ والوں کو آنحضرت ﷺ کی مدد ونصرت کے لئے تیار کر لیا اور ان میں یہ جذبہ پیدا ہو گیا کہ اگر کبھی معرکہ ہو گیا تو یا تو اللہ کے دشمنوں کے خلاف دین کی فتح ہو یا وہ شہید ہو جائیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام و مرتبہ: آنحضرت ﷺ کی کوئی زوجہ حضرت خدیجہ کے مقام و مرتبے کو قلب رسول ﷺ نے نہ ہلا سکی آپ ﷺ ہمیشہ ان کا ذکر فرماتے کیونکہ وہ بہت زیادہ خیال رکھنے والی حبیبہ تھیں جو بیت نبوت میں اکیلی زوجہ تھیں اور تقریباً چوتھائی صدی ان کے ساتھ رہیں اور کوئی دوسری عورت ان کی زندگی میں نہیں آئی اور نہ ہی آنحضرت ﷺ نے ان کے سوا کسی کے بارے میں سوچا۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''مجھے خدیجہ کی محبت عطا کی گئی ہے۔''

حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو اپنی نوخیزی، نوجوانی اور رسول اللہ ﷺ کی شدید محبت کی وجہ سے کبھی کبھار اس سوکن کے تذکرے سے مشتعل ہو جاتیں جو آنحضرت ﷺ کے دل پر چھائی ہوئی تھیں اور اس کی حد یہ تھی کہ اپنے آخری دن بلکہ اپنی موت کے بعد

بھی دل میں براجمان تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت خدیجہ کی بہن ھالہ بنت خویلد، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئیں ان کی آواز حضرت خدیجہ سے مشابہہ تھی ان کے اجازت لینے سے آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد آ گئی آپ خوش ہوئے اور کہا یہ تو ''ھالہ'' ہے اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود پر قابو نہ رکھ سکیں اور کہنے لگیں:

''کہ آپ ہمیشہ اس لال باچھوں والی قریشی بڑھیا کو یاد کرتے رہتے ہیں جو کہ اب گزر چکی اور اللہ نے آپ کو اس سے اچھا نعم البدل عنایت کر دیا ہے۔''

یہ سن کر آنحضرت ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور آپ نے غصہ میں حضرت عائشہ کو ڈانٹ دیا، فرمایا۔

''خدا کی قسم مجھے اس سے اچھا نعم البدل نہیں مل سکتا کیونکہ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگوں نے میرا انکار کیا اور اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، میری اس وقت اپنے مال سے مدد کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا اور اللہ نے مجھے اس سے اولاد عطا کی جو اور کسی زوجہ سے نہیں ہوئی۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چپ ہو گئیں اور انہوں نے یہ طے کر لیا کہ آئندہ ان کے خلاف بالکل نہیں بولیں گی۔

آنحضرت ﷺ ان کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی بھی فرماتے اور ان کی سہیلیوں کا اکرام فرماتے ہیں جب کبھی بکری وغیرہ ذبح فرماتے تو گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے بھیجنے کا حکم فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مسلم شریف میں روایت ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک بڑھیا آئی آپ ﷺ نے پوچھا آپ کون ہیں اس نے کہا میں ''جثامہ مزینہ'' ہوں آپ ﷺ نے فرمایا آپ تو اچھی خاتون ہیں کہیے کیا حال ہیں اور ہمارے بعد آپ لوگ کیسے ہیں؟ اس نے کہا میرے باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ ہم لوگ خیریت سے ہیں۔ جب یہ عورت چلی گئی تو میں (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے اس بڑھیا کا آنا کیسے منظور کر لیا آپ ﷺ نے فرمایا یہ بڑھیا خدیجہ کے دنوں میں ہمارے ہاں آتی تھی اور ایمان کے اعتبار

سے اچھے عہد کی عورت تھی۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ کہتے سنا گیا کہ ''خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ میں کسی سے حسد کا شکار نہ ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے ان کے انتقال کے بعد مجھ سے نکاح کیا تھا۔ ان کی فضیلت میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ ''پہلے دور میں مریم بنت عمران افضل تھی اس دور میں خدیجہ افضل ہے۔''

حضرت سودہ بنت زمعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس القرشیہ ہیں ان کی والدہ کا نام الشموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تھا یہ انصار میں سے تھیں۔

یہ اپنے دور کی قریشی خواتین میں افضل حیثیت کی مالک تھیں اس سے پہلے ان کا نکاح ان کے چچا زاد سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن عبد شمس سے ہوا تھا، حضرت سودہ ابتداء میں ہی مکہ میں اسلام لے آئی تھیں اور اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت بھی کی تھی اور یہ دوسری مرتبہ میں حبشہ جانے والوں میں تھیں۔

آنحضرت ﷺ سے ان کا نکاح: حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ سے دوسرے نکاح کی بات کرنے کی کسی کو جرات نہ ہوسکی۔ مسلمانوں نے آپ ﷺ پر شدید رنج اور پریشانی کے آثار دیکھے تو انہوں نے دوسرا نکاح کرانا چاہا تو حضرت خولہ بنت حکیم سلمیہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ! خدیجہ کے انتقال سے آپ کو بہت زیادہ پریشانی (اور تنہائی) لاحق ہوگئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ظاہر ہے وہ میرے بچوں کی ماں اور گھر کی نگران تھیں۔ خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ پھر آپ ﷺ شادی کیوں نہیں فرمالیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' کس سے؟ انہوں نے کہا اگر آپ چاہیں تو کنواری سے یا چاہیں تو ''ثیبہ'' سے۔ آپ نے پوچھا کنواری کون اور ثیبہ کون؟ انہوں نے کہا دنیا میں آپ کو سب سے زیادہ عزیز شخصیت کی بیٹی عائشہ بنت ابوبکر۔ اور ثیبہ سودہ بنت زمعہ جو مسلمان اور آپ کی پیروکار ہے۔

آنحضرت ﷺ نے خولہ بنت حکیم کو دونوں جگہ رشتہ کا پیغام دینے کی اجازت عطا فرما

دی لہذا پہلے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں گئیں اور پھر حضرت سودہ کے پاس آئیں اور کہا، معلوم ہے سودہ! اللہ نے تیرے لئے کیا بھلائی اور برکت بھیجی ہے؟ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تجھ سے رشتے کے لئے بھیجا ہے، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے میرے والد سے جا کر بات کرو۔

حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زمعہ کے پاس گئیں اور کہا کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے سودہ کے لئے پیغام نکاح دیا ہے زمعہ بہت بوڑھے تھے انہوں نے خوشی سے چیخ کر کہا بہترین جوڑ ہے، سودہ کیا کہتی ہے؟ خولہ نے کہا وہ راضی ہے۔

زمعہ نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب سن کر حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اشارہ کیا کہ محمد ﷺ کو بلا لائے، آپ ﷺ تشریف لے آئے اور نکاح ہو گیا۔

دراصل یہ نکاح آپ ﷺ نے سودہ کے اعزاز و تکریم میں کر لیا تھا تا کہ ان کے شوہر کی وفات کا غم غلط کیا جائے، ان سے نکاح نیکی اور رحم کے جذبے سے تھا آپ ﷺ نے اس بیوہ مہاجر خاتون کی بیوگی کا لحاظ کے اور ان کی سختی کی زندگی پر نرمی کی اور اس کے باپ کے گھر میں چھوڑنا گوارا نہ فرمایا کہ کہیں ان کا دین فتنہ میں نہ پڑ جائے۔ (کیونکہ باپ ابھی تک کافر تھا)

اس طرح سودہ بنت زمعہ زوجہ مطہرہ رسول ﷺ اور ام المومنین بن گئیں اور آپ ﷺ نے ان کا ہر طرح خیال رکھا تا کہ وہ اپنا رتبہ بیت رسول ﷺ میں حاصل کر کے ان کی بچیوں کی خدمت و خیال کریں۔

حضرت سودہ کو آپ ﷺ کا یہ مزاج بڑا بھاتا کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثقیل الجسم ہونے کی وجہ سے صحیح چل نہ پائیں تو آپ مسکرا کر ان سے تلمیح کی باتیں کیا کرتے تا کہ ان کی روح خوش رہے۔

ایک مرتبہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ رات کو میں نے آپ کی پیچھے صلوۃ اللیل میں نیت باندھ لی اور آپ ﷺ نے اتنا لمبا رکوع کیا کہ میں نے اپنی ناک پکڑ لی کہ مبادا نکسیر نہ آ جائے۔ آپ ﷺ ان کی بات سن کر خوب مسکرائے۔

یہ بہت سادہ دل تھیں حتیٰ کہ اس میں عجیب باتیں کہہ جاتیں، غزوہ بدر میں جب

مشرکین شکست سے دو چار ہوئے اور قیدی لائے گئے تو ان میں ان کے دیور ''سہیل بن عمرو'' بھی تھے یہ اس وقت وہاں نہیں تھیں پر جب مسجد آئیں تو انہیں دیکھ کر خود پر قابو نہ رکھ سکیں اور گویا ہوئیں۔

''اے ابو یزید! تم بھی پکڑے گئے عزت سے کیوں نہ مر گئے۔''

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس بات پر مجھے رسول اللہ کی تنبیہ سے سمجھ آئی، آپ ﷺ نے فرمایا ''اے سودہ کیا تم اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اسے بھڑکا رہی ہو؟''

حضرت سودہ نے بیت رسول ﷺ کو خوب سنبھالا۔ حتیٰ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دلہن بن کر اس گھر میں آ گئیں تو انہوں نے ان کے لئے اپنی خوشی قربان کر دی اور اس نوجوان دلہن کے لئے جگہ کشادہ کر دی۔

اس کے بعد بیت رسول ﷺ میں پے در پے ازواج آئیں جن میں حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، زینب بنت جحش، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ تھیں مگر حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صرف حضرت عائشہ کے لئے ہی اپنی ترجیحات رکھیں اگر چہ وہ ان دوسری ازواج مطہرات سے بھی دل تنگ نہیں کرتی تھیں۔

آنحضرت ﷺ ہر چیز میں عدل پسند فرماتے تھے لیکن ایک چیز وہ دلی میلان و محبت تھی جس پر وہ خود قادر نہ تھے اس لئے جب کبھی آپ ﷺ محسوس فرماتے کہ تمام ازواج سے انہیں یکساں محبت نہیں ہے تو آپ ﷺ بارگاہ ایزدی میں التجا فرماتے کہ:

''اے اللہ میں جس چیز کا مالک نہیں اس پر مجھ سے مؤاخذہ مت فرما۔''

باری میرے اختیار میں ہے (محبت نہیں۔)

اس لئے آپ کو حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف قلبی میلان نہ تھا اور پھر آپ ﷺ نے اسی وجہ سے انہیں چھوڑنے کا ارادہ فرما لیا تاکہ سودہ کو شعوری طور پر احساس کمتری نہ ہو کہ وہ دوسری ازواج کی طرح نہیں ہے آپ ﷺ انہیں نہ یہ تکلیف دینا چاہتے تھے نہ دل کو مجروح کرنا کہ مجھے (سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو) آپ ﷺ سے وہ محبت کیوں حاصل نہیں۔

اس لئے جب ان کی باری کی رات آئی تو آپ ﷺ نے انہیں چھوڑنے کے ارادے سے مطلع فرما دیا تو انہوں نے روتے ہوئے آپ ﷺ کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا

یارسول اللہ! مجھے طلاق نہ دیں، مجھے شوہر کی کوئی خواہش تو نہیں لیکن میں چاہتی ہوں کہ قیامت میں آپ کی بیوی کی حیثیت سے اٹھائی جاؤں۔

پھر حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھے زوجہ کی حیثیت سے باقی رکھیں اور میں اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیتی ہوں مجھے عورتوں والی کوئی خواہش نہیں ہے تو آنحضرت ﷺ کو ان پر رحم آ گیا اور آپ نے ان کی خواہش پر اپنا ارادہ ترک فرمادیا۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخلاق: حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سنت نبوی ﷺ کی بہت متبع تھیں۔اس کا ثبوت مسند احمد کی وہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج کو حجۃ الوداع کے سال فرمایا تھا کہ "یہ سال نکلنے کا ہے پھر پابندی کا وقت ہوگا"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ تمام ازواج آنحضرت ﷺ کے بعد بھی ہر سال حج کو جاتی تھیں مگر حضرت سودہ اور حضرت زینب بنت جحش فرماتیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے بعد اپنی سواریوں کو حرکت نہ دیں گے وہ حج پر نہیں جاتیں۔

حضرت سودہ بہترین اخلاق، اور محمود عادات کی مالک تھیں صدقہ دینا انہیں بہت پسند تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے ہم نے پوچھا کہ آپ ﷺ سے کونسی زوجہ عالم آخرت میں جلد آ ملے گی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہوں گے۔تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو ناپا تو سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے تھے اور وہ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچیں وہ صدقہ دینا بہت زیادہ پسند کرتی تھیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس درہموں سے بھری تھیلی بھیجی تو انہوں نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ کہا گیا کہ دراہم ہیں۔تو انہوں نے کہا کہ تھیلی میں کھجور کی طرح درہم بھرے ہیں۔ اے لڑکی طشت میں رکھ کر لا (مجھے قناعت کافی ہے) یہ سارے درہم انہوں نے تقسیم فرما دیئے۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ صحیحین میں ایک روایت ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ امام بخاری نے ان کی دو حدیثیں لی ہیں۔

ان کی وفات: حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی طرح بیت رسول اللہ ﷺ میں رہتے ہوئے اپنے رب سے جاملیں۔

کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کافی عمر پائی اور دور فاروقی کے آخر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے صنیع اور بہترین وفا کو ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ:

"مجھے کوئی عورت اس طرح پسند نہیں آئی کہ اس کے انداز اور طریقے سے زندگی گذاروں، سوائے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے، کہ جب وہ بوڑھی ہوگئیں تو انہوں نے کہہ دیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنا دن عائشہ کو ھبہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت سودہ بنت زمعہ پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں روز حشر ازواج رسول میں سے شمار کرے آمین۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

یہ حضرت ابو بکر صدیق بن ابو قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کی صاحبزادی ہیں۔

ان کی والدہ کا نام ام رومان بنت عمیر بن عامر بن دھمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ تھا۔

پیدائش: حضرت مکہ میں ہجرت سے آٹھ یا نو سال قبل پیدا ہوئیں ان کی کنیت ام عبد اللہ تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں عبد اللہ بن زبیر کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ ﷺ نے ان کی تحنیک کی اور مجھے ام عبد اللہ کی کنیت عطا فرمائی۔

آنحضرت ﷺ سے نکاح: جب حضرت خولہ بنت حکیم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لیا تو آپ ﷺ کے دل میں اپنی سب سے زیادہ عزیز شخصیت کی قربت اور صلہ رحمی کی وجہ سے انشراح ہوگیا اور آپ ﷺ نے انہیں پیغام نکاح دینے کی اجازت دے دی۔

طبری نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ جب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہوئی تو میں نے حضرت عائشہ کی والدہ ام رومان کو دیکھ کر انہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھر خیر و برکت بھیجی ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ تو خولہ نے انہیں کہا کہ آنحضرت ﷺ نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ ام رومان نے کہا کہ مجھے منظور ہے ابوبکر کا انتظار کرلو وہ آتے ہی ہوں گے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو میں نے انہیں بتایا تو وہ بولے، کیا یہ ان کے لئے بہتر ہے؟ یہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے تو خولہ نے واپس آکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ واپس جا کر کہو کہ تم میرے اسلام میں بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں تمہاری بیٹی سے نکاح میرے لئے جائز ہے۔ خولہ بنت حکیم نے واپس آ کر حضرت ابوبکر کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہاں بلا لاؤ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے انہوں نے نکاح کردیا۔

عمرہ بنت عبدالرحمان سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ کہتے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے شوال سن ۱۰ نبوی، ہجرت سے تین سال قبل نکاح کیا میری عمر اس وقت سات سال تھی، پھر آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی اس وقت ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر گئی تھیں اور پیر کا دن تھا۔ اور پھر شوال میں ہجرت کے آٹھ ماہ بعد میری رخصتی ہوئی اس وقت میں نو سال کی تھی۔

اس طرح آپ ﷺ نے پیغام نکاح دیا، اور نکاح فرمایا لیکن آپ نے انہیں بچپن سے نکالنا گوارا نہ فرمایا اور رخصتی کو موخر فرما دیا حتیٰ کہ ہجرت کا عظیم واقعہ پیش آیا اور انسانی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہو گیا۔

جب آنحضرت ﷺ دار ہجرت میں قیام پذیر ہو گئے تو آپ ﷺ نے زید بن حارثہ کو اپنی صاحبزادیوں کو لینے بھیج دیا اور ان کے ساتھ ایک خط تھا جو حضرت ابوبکر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو لکھا کہ تم بھی اپنی والدہ اور بہنوں کو لے کر مدینے آ جاؤ، آنحضرت ﷺ نے بھی وہاں حضرت عائشہ کا حجرہ تیار کروا دیا اور جب مسلمان وہاں مقیم ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند ماہ بعد آپ ﷺ سے شادی کے بقیہ کام رخصتی وغیرہ نمٹا دینے کی درخواست کی جو تین سال قبل مکہ میں انجام پا چکی تھی تو آنحضرت ﷺ نے اسے منظور فرما لیا

اور چند انصاری خواتین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچ گئیں۔

حضرت عائشہ اپنی رخصتی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو وہاں چند انصاری مرد و خواتین جمع ہو گئے۔ میں سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی امی نے آ کر مجھے اتارا میرے کنگھی کی اور میرا منہ دھلایا پھر مجھے لے کر آئیں جب دروازے کے پاس پہنچے تو مجھے روک لیا اس وقت تک میں کچھ کچھ سمجھ گئی تھی پھر مجھے اندر لائیں وہاں رسول اللہ ﷺ ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھے وہاں بٹھا دیا اور کہا "یہ آپ کی زوجہ ہے اللہ تعالیٰ ان میں برکت دے ان کے لئے آپ کو مبارک بنائے۔"

حضرت عائشہ کا نیا گھر کوئی بلند و بالا عمارت نہ تھی بلکہ ایک حجرہ تھا جو کچی اینٹوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے بنایا گیا تھا وہاں ایک چمڑے کا بستر رکھا تھا جس میں پتے بھرے تھے بستر اور زمین کے درمیان ایک چٹائی بچھی تھی اور دروازے پر بالوں کا ایک پردہ پڑا تھا۔ اس چھوٹے سے گھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ازدواجی زندگی کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔

آنحضرت کی شخصیت سے ان سے بہت زیادہ محبت کرنے والی دوسری بیوی سودہ کا وجود اتنا قریب نہ تھا جو ہر چھوٹی بڑی شے میں ان کے ساتھ مشغول تھی۔ آپ ﷺ کا دل تو اس محبت میں زیادہ مصروف رہتا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے پہلے پالی تھی عائشہ اس محبت کو اور اس مقام مرتبہ کو آنحضرت ﷺ کے دل سے نکالنے میں ناکام رہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے تھا۔

لیکن اس کے ساتھ وہ رسول اللہ ﷺ کے دل میں اپنا مقام بنانے کی جدوجہد میں لگی رہیں ان عورتوں کے مقابلے میں جو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں شامل، ان کے دل میں جگہ پانا چاہتی تھیں لہذا وہ اپنی نسوانیت اور ذہانت سے کوشش کرتیں کہ دوسری خواتین ان سے آگے نہ بڑھ سکیں، تو یہ آنحضرت ﷺ کے معاملے میں سب سے زیادہ غیرت کھانے والی تھیں لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ کی محبت پر انہیں ترجیح دینے سے معذرت کر لی لیکن یہ دوسری بیوی قرار پائیں جس نے حضرت خدیجہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے دل میں جگہ بنا لی کیونکہ یہ واحد وہ زوجہ رسول تھیں جو کنواری دلہن بنیں۔

دیکھا جائے تو آنحضرت ﷺ کی ازواج دو فریق تھے۔ ایک فریق میں حضرت عائشہ، حفصہ، سودہ اور صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور دوسری میں حضرت ام سلمہ اور دیگر ازواج تھیں۔

ازدواج مطہرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقام و مرتبہ اور آپ ﷺ کے ان سے لگاؤ کو محسوس کرلیا تھا اس لئے حضرت فاطمہ کو وہاں بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی ازواج یہ چاہتی ہیں کہ بنت ابی بکر کے معاملے میں ان سے عدل کیا جائے آپ ﷺ نے فرمایا میری بچی جسے میں چاہوں کیا تم اسے نہیں چاہتی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کیوں نہیں۔ یہ جواب سن کر ازواج مطہرات نے انہیں پھر بھیجنا چاہا تو انہوں نے انکار کر دیا تو انہوں نے حضرت زینب بنت جحش کو بھیجا جو منزلت و مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہم پلہ تھیں۔

انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی ازدواج بنت ابن ابی قحافہ کے بارے میں اللہ کے واسطے عدل کا تقاضا کرتی ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے ان کی آواز اتنی بلند تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بھی کچھ کہہ دیا۔ آپ ﷺ منتظر رہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کچھ بولیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بولنا شروع کیا اور حضرت زینب کو چپ کر دیا یہ سب دیکھ کر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

''یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔''

جھوٹے الزام کی آزمائش: یہ واقعہ سن چھ ہجری کی لگ بھگ حضرت زینب سے رسول اللہ ﷺ کے ازدواج کے بعد پیش آیا آنحضرت ﷺ نے غزوہ بنی المصطلق کے لئے تیاری کرلی تو اپنی ازدواج کے درمیان قرعہ اندازی کی کہ اس مرتبہ کون ساتھ جائے گی۔ آپ ﷺ کا ہر سفر میں یہی معمول تھا، اس مرتبہ قرعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام نکل آیا۔

قائد مجاہدین محمد مصطفیٰ ﷺ غزوہ سے فاتح بن کر لوٹے تو ان کا یہ لشکر مدینے کے لئے عازم سفر تھا راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا جب کچھ رات گزر گئی تو لشکر کے کوچ کا حکم ہو گیا وہ چل پڑا اور کسی کے ذہن میں یہ خیال تک نہ آیا کہ پیچھے پڑاؤ کی جگہ پر بی بی عائشہ رہ گئی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سارا واقعہ خود بیان کیا ہے، فرماتی ہیں۔ میں اپنی بشری ضرورت کے لئے پڑاؤ کی جگہ سے کچھ دور گئی تھی میرے گلے میں ''شہر ظفار'' یمن

کا بنا ہوا ایک ہار تھا جب میں فارغ ہوئی تو وہ ہار وہاں ٹوٹ کر گر گیا۔ مجھے پتہ نہ چلا جب میں واپس لشکر میں پہنچی تو ہار میرے گلے میں نہ تھا اور لوگ ابھی اسی جگہ تھے تو میں دوبارہ فراغت کی جگہ آئی وہاں ڈھونڈا تو وہ مل گیا اتنے میں لوگوں نے میرے اونٹ کے پاس سے ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور سمجھے کہ میں اس کے اندر ہوں چونکہ میں بہت ہلکی تھی اس لئے شاید انہیں معلوم ہی نہ ہو سکا انہوں نے اسے اونٹ پر باندھا اور اونٹ کو لے کر چلے گئے، انہیں شک بھی نہیں گزرا کہ میں اس میں نہیں ہوں۔

میں دوبارہ پڑاؤ کی جگہ آئی تو وہاں نہ پکارنے والا تھا نہ کوئی جواب دینے والا، لوگ چلے گئے تھے میں اپنی چادر کو اچھی طرح لپیٹ کر اسی جگہ پڑ کر لیٹ گئی میں وہاں لیٹی تھی اتنے میں صفوان بن معطل جو کسی ضرورت سے لشکر کے پیچھے رہے تھے (ان کا کام یہ تھا کہ یہ قافلے کے پیچھے چلتے اور ان کی گری ہوئی اشیاء لے کر آتے تھے) اور رات لشکر کے ساتھ نہ تھے انہوں نے میرا وجود محسوس کیا تو میرے پاس آکر ٹھہر گئے انہوں نے پردے کے حکم سے پہلے بھی مجھے دیکھا تھا لہذا پہچان گئے اور اناللہ پڑھی، کہا رسول اللہ کی گھر والی، اللہ رحم کرے آپ پیچھے کیسے رہ گئیں؟ میں نے جواب نہ دیا انہوں نے اونٹ قریب کیا اور کہا سوار ہو جائیے یہ کہہ کر پیچھے ہو گئے جب میں سوار ہو گئی تو وہ اونٹ کی رسی پکڑ کر چل دیئے۔

"ہم تیزی سے قافلے کے پیچھے چلے مگر قافلے کو نہ پایا حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور لوگ پڑاؤ کر چکے تھے اتنے میں یہ شخص مجھے لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ اپنے بستر پر تھکی ہاری پڑ کر سو گئیں اور اس کے بعد ایک ماہ تک اتنی بیمار رہیں کہ اٹھ بھی نہ سکتی تھیں۔

پھر اس بات کو الزام کی شکل دی گئی اور یہ بات عبداللہ بن ابی ابن سلول کے ہاں سے نکل کر مسلمانوں اور منافقین میں پھیل گئی اور یہ بات چند مخلص مسلمانوں کی زبان پر بھی آ گئی جن میں حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، اور حمنہ بنت جحش (آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن) رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:

پھر میں بیمار پڑ گئی تقریباً ایک ماہ بیمار رہی اور اس دوران لوگ اصحاب افک کی باتیں نقل کرتے رہے اور مجھے کچھ بھی پتہ نہ چلا لیکن مجھے ایک بات شک میں ڈالتی رہی کہ اب رسول اللہ ﷺ کا لگاؤ پہلے جیسا نہیں رہا تھا وہ آتے اور دوسروں سے پوچھ لیتے کہ اب اس کا

کیا حال ہے؟ پھر تشریف لے جاتے مجھے عجیب سا لگتا مگر مجھے اس شر کے بارے میں پتہ نہ چلا۔

ایک مرتبہ میں جب کچھ شفایاب ہوئی تو میں ام مسطح کے ساتھ حاجت کے لئے نکلی ہم عورتیں رات ہی میں نکلا کرتی تھیں یہ اس وقت کی بات ہے جب گھروں کے قریب بیت الخلاء بنائے نہ گئے تھے اور عرب میں اس وقت جنگل میں رفع حاجت کرنے کا رواج تھا گھروں کے قریب بیت الخلاء سے تکلیف ہوتی تھی۔

فرماتی ہیں کہ میں اور ام مسطح رفع حاجت کے لئے نکلے۔ ام مسطح ابورہم بن المطلب بن عبدمناف کی بیٹی تھی ان کی والدہ صخر بنت عامر تھی جو حضرت ابوبکر صدیق کی خالہ تھیں ان کے بیٹے مسطح بن اثاثہ تھے۔

جب ہم فارغ ہوئے اور واپس ہوئے تو ام مسطح کا پاؤں رپٹ گیا تو انہوں نے کہا کہ ”ام مسطح ہلاک ہو“ تو میں نے کہا، آپ نے بہت برا کہا، کیا تم ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہو جو بدر میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے کہا کیا تمہیں نہیں معلوم وہ کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا وہ کیا؟ تو پھر انہوں نے مجھے جھوٹے الزام کے بارے میں بتایا تو میری بیماری اور بڑھ گئی۔

جب میں گھر واپس آئی تو رسول اللہ تشریف لائے اور پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ تو میں نے انہیں عرض کیا کہ کیا آپ مجھے میرے باپ کے گھر جانے کی اجازت دیں گے؟ ”میں اصل میں خبر کی تحقیق کرنا چاہتی تھی۔“ تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی۔

میں نے وہاں اپنی والدہ سے پوچھا کہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ تو میری والدہ نے کہا، میری بچی صبر کرو، جب لڑکی خوبصورت ہو اور شوہر محبت کرتا ہو اس کی سوکنیں بھی ہوں تو ایسا ہو جاتا ہے۔

تو میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لوگ ایسا کہہ رہے ہیں؟ اور پھر میں پوری رات روتی رہی میرے آنسو تھمتے نہ تھے اور نہ آنکھوں میں نیند آئی روتے روتے صبح ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورے کو بلایا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دیں یا کیا کریں؟ حضرت اسامہ نے تو اشارۃً کہہ دیا کہ اس الزام سے عائشہ بری ہیں اور وہ لوگ خود ایسے ہیں، انہوں نے کہا آپ کی اہلیہ کے

بارے میں ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ وہ بہت نیک ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! اللہ نے آپ پر تنگی نہیں فرمائی ہے اوران کے علاوہ عورتیں بہت ہیں مگر تسلی کے لئے ان کی باندی سے پوچھ لیں وہ آپ کی تصدیق کردے گی۔

تو آنحضرت ﷺ نے ''بریرہ'' کو بلایا اور پوچھا کیا تم نے اس میں کوئی ایسی چیز دیکھی جو تمہیں کھٹکتی ہو؟ تو اس نے کہا کہ قسم اس ذات کی کہ جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جسے میں چھپاؤں ہاں البتہ وہ کم عمر لڑکی ہے آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے جسے بکری آ کر کھا جاتی ہے۔

عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور آپ نے ابن ابی کے بارے میں استعذار شروع کیا فرمایا۔

اے مسلمانوں کی جماعت میری اس شخص کے بارے میں کون مدد کرے گا جس نے مجھے تکلیف دی (میرے گھر والوں پر غلط بات کہی) واللہ! میں نے گھر والوں سے سوائے خیر کے کچھ نہیں جانا اور جس شخص کے بارے میں کہا گیا ہے اس میں بھی میں بھلائی ہی جانتا ہوں وہ آج تک ہمارے گھروں میں ہمارے بغیر نہیں گیا۔

یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور کہا یارسول اللہ! میں آپ کی مدد کروں گا اگر وہ اوس قبیلہ کا ہوا تو میں خود اس کی گردن ماروں گا اور اگر ہمارے بھائی قبیلہ خزرج سے ہوا تو جو آپ حکم دیں گے وہ کروں گا۔

ایک خزرجی شخص کو حمیت کھا گئی اس نے سعد کو کہا اللہ کی قسم تو اسے قتل نہیں کرے گا اور نہ کر سکتا ہے اور اگر وہ تیرے قبیلے کا ہوا تو اسے بھی قتل کرنا پسند نہیں کرے گا۔

یہ سن کر اسید بن حضیر جو سعد کے چچازاد تھے، کھڑے ہو کر بولے واللہ! ہم اسے ضرور قتل کریں گے اور تو منافق ہے اس کی طرف سے لڑ رہا ہے۔ اس طرح اوس اور خزرج میں بحث بازی ہوگئی اور قریب تھا کہ رسول اللہ منبر پر ہوں اور یہ آپس میں قتال شروع کر دیں تو [illegible] بڑی مشکل سے [illegible] کرایا تو وہ چپ ہو گئے۔

پھر آپ پہلی مرتبہ حضرت عائشہ کے پاس بیٹھے اوران کو پوری بات بتا کر فرمایا۔ ''اے عائشہ! تجھے لوگوں کی بات پہنچ ہی چکی ہوگی تو اللہ سے ڈر اور اگر تو بری ہے تو اللہ تعالیٰ تیری

براءت نازل فرمائے گا اور اگر تجھ سے گناہ ہوا ہے تو اللہ سے مغفرت طلب کر اور توبہ کر۔"

یہ سن کر حضرت عائشہ نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ آپ جواب دیں تو انہوں نے کہا کہ واللہ! ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کیا جواب دیں۔

پھر حضرت عائشہ نے روتے روتے یکدم چپ ہو کر کہا، واللہ! میں یہ جانتی ہوں کہ اگر میں اقرار کروں جو لوگ کہہ رہے ہیں" حالانکہ میرا اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں" تو میں ایسی بات کہوں گی جو نہیں ہوئی، اور اگر میں انکار کر دوں اس کا جو لوگ کہہ رہے ہیں تو تم لوگ میری بات سچ نہیں مانو گے، واللہ بس میں اب وہی کہوں گی جو یوسف علیہ السلام کے والد نے فرمایا تھا۔

"میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور اللہ مددگار ہے اس پر جو تم لوگ کہہ رہے ہو۔"
(یوسف آیت ۱۸)

پھر میں چپ ہو گئی اور ابھی رسول اللہ ﷺ وہاں سے ہٹے بھی نہ تھے کہ ان پر وحی نازل ہو گئی اور تکلیف کے آثار نظر آنے لگے اور آپ پسینے پسینے ہو گئے جب یہ حالت صحیح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے عائشہ خوشخبری ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل فرمادی ہے۔"

یہ سن کر میری والدہ نے کہا کھڑی ہو کر آنحضرت ﷺ کا شکریہ ادا کرو، تو میں نے یہ سن کر کہا" نہ میں ان کے لئے کھڑی ہوں گی اور اللہ کے سوا کسی کا شکر نہیں کروں گی۔"

اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:

"جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا وہ تمہیں لوگوں میں کا ایک گروہ ہے انہیں تم اپنے لئے برا گمان مت کرو بلکہ یہ تمہارے لئے بھلائی ہے ہر شخص کے لئے اس کا کمایا ہوا گناہ ہے۔ (سورۃ النور آیت نمبر ۱۱)

جیسے ہی یہ آیات نازل ہوئی آنحضرت ﷺ نے مسجد میں کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی یہ آیات سنائیں اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی بات کرنے والوں کو اسی (۸۰) کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

"اور وہ لوگ جو پاک باز عورتوں کو الزام لگاتے ہیں اگر وہ چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسی

کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو۔" (النور آیت نمبر ۴)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خرچ کیا جانے والا مال روک دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر یہ آیت نازل فرمائی۔

"اور قسم نہ کھائیں تم میں سے فضل و دولت والے کہ وہ قرابت داروں اور مساکین و مہاجرین کو نہیں دیں گے انہیں چاہئے کہ معافی اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تمہیں پسند نہیں کہ اللہ تمہاری مغفرت کر دے۔" (النور آیت نمبر ۲۲)

یہ آیت سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ "کیوں نہیں واللہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دے۔" پھر انہوں نے مسطح کا وظیفہ جاری کر دیا اور کہا اب آئندہ ہرگز نہیں روکوں گا۔

آنحضرت ﷺ کی حضرت عائشہ سے محبت: ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ دوپہر میں تشریف لائے تو فرمایا عائشہ! مجھے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تم غصہ میں کب ہو اور کب مجھ سے خوش ہو؟ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم خوش ہوتی ہو تو بات کرتے ہوئے "لا و ربّ محمد" کہتی ہو اور جب غصہ میں ہو تو لا و رب ابراہیم کہتی ہو۔ میں نے کہا واقعی یا رسول اللہ غصہ میں میں آپ کا نام نہیں لیتی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو دنیا میں کون زیادہ محبوب ہے آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! میں نے پوچھا مردوں میں کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے والد۔ پھر میں نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا عمر بن خطاب، اور پھر ترتیب وار چند لوگوں کے نام گنوائے۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے تو وہ سر کے درد میں مبتلا تھیں اور ہائے ہائے کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ "وارأ ساہ" ہائے میرا سر، آنحضرت ﷺ بھی اس وقت تکلیف میں مبتلا تھے مزاحاً فرمانے لگے "عائشہ تم نہیں بلکہ میں "وارأ ساہ" ہوں پھر جب انہوں نے دوبارہ ہائے ہائے کی تو آپ ﷺ نے ان سے مزاحاً فرمایا "تمہیں اس پر کوئی نقصان نہیں کہ اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ گی تو میں تمہارے پاس کھڑا ہوں گا، کفن دوں گا، نماز جنازہ پڑھ کر دفن کروں گا۔" یہ سن کر وہ ہائے ہائے کرنا بھول گئیں اور بولیں۔ "یہ تو میرے علاوہ کسی اور کے حصے میں آئے گا اگر میں مر گئی تو آپ فوراً میرے

گھر پہنچ کر اپنی کسی گھر والی کو وہاں ٹھہرا دیں گے۔" آپ ﷺ کے چہرہ انور پر سرخی آ گئی آپ ﷺ حضرت عائشہ کی یہ بات سن کر مسکراتے ہوئے چل دیئے۔

مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی منزلت معلوم تھی اس لئے لوگ آپ ﷺ کی خوشی کے لئے حضرت عائشہ کو ہدایا بھیجتے۔

"حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا "مردوں میں بہت سے مرد کامل ہوئے اور عورتوں میں مریم بنت عمران آسیہ زوجہ فرعون، کامل ہوئیں اور عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر۔"

عائشہ کا رسول اللہ ﷺ پر غیرت کھانا: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت ﷺ میرے پاس سے اٹھ کر باہر تشریف لے گئے مجھے غیرت کھا گئی (یعنی غصہ آ گیا) وہ واپس تشریف لائے اور میری حالت دیکھ کر فرمایا، تمہیں عائشہ کیا ہوا غصہ کھا رہی ہو؟ میں نے کہا میری طرح کی عورتیں آپ جیسے مرد پر ہی غیرت کھاتی ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا تجھ پر تیرا شیطان آ گیا تھا میں نے پوچھا کیا میرے ساتھ شیطان بھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے پوچھا کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں لیکن اللہ نے میری مدد فرمائی تو وہ مغلوب ہو گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت نے نکاح فرمایا تو جب مجھے ان کے حسن و جمال کے بارے میں بتایا گیا تو میں بہت غمگین ہوئی اور جب میں نے انہیں دیکھا تو وہ بیان کردہ حسن سے کہیں زیادہ حسین و جمیل تھیں، میں نے حفصہ سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ نہیں واللہ وہ ایسی نہیں ہے تمہیں صرف غیرت کھا رہی ہے۔ تو میں نے حفصہ کو انہیں دکھایا تو حفصہ نے کہا "ہاں میں نے دیکھ لیا ہے وہ اگرچہ خوبصورت ہیں مگر ایسی نہیں جیسا تم سمجھ رہی ہو" تو پھر بعد میں جب میں نے انہیں دیکھا تو وہ واقعی ایسی ہی تھیں جیسا کہ حفصہ نے بتایا لیکن صرف میں غیرت کھا گئی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے ان عورتوں پر بڑا غصہ آتا تھا جو آنحضرت ﷺ سے نکاح کے لئے خود کو پیش کرتیں میں کہتی کہ عورت خود کو پیش کر رہی ہے،

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "آپ ان میں سے جس عورت کو چاہیں خود سے دور رکھیں اور جیسے چاہیں اپنے نزدیک رکھیں۔" (الاحزاب آیت نمبر ۵۱)

تو میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ کا رب آپ کی خواہش کو جلدی پورا کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم: حضرت ابوموسیٰ شعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسئلہ حضرات صحابہ سے حل نہ ہوتا یا اس میں اشکال ہو جاتا تو اس کے حل کے لئے حضرت عائشہ کے پاس ہمیں جواب مل جاتا تھا۔

عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا اماں " (یہ ان کے سگے بھانجے ہیں) میں آپ کے تفقہ سے حیرت نہیں کرتا کیونکہ آپ زوجہ رسول ﷺ اور بنت ابی بکر ہیں، اسی طرح آپ کے اشعار اور واقعات سے آگہی سے تعجب نہیں کرتا کیونکہ آپؓ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں اور وہ اس میں سب سے زیادہ ماہر تھے مجھے حیرانی آپ کی علم طب سے واقفیت سے ہے یہ آپ کو کہاں سے مل گیا؟ حضرت عائشہ نے اپنے بھانجے کی کندھے پر چپت لگائی اور فرمایا ابوعرینہ! رسول اللہ ﷺ اپنی آخر عمر میں بیمار ہو گئے تھے اور عرب کے وفود مختلف جگہوں سے آتے تھے تو وہ مختلف چیزیں لاتے میں ان کی ذریعے علاج کیا کرتی تھی بس وہیں سے سیکھ گئی۔

شرح زرقانی اور فتح الباری میں ہے کہ حضرت عائشہ بہت بڑی فقیہہ تھیں اور احکام شرعیہ کا چوتھائی حصہ انہی سے منقول ہے۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان سے ایک ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں جن میں سے چوہتر احادیث صحیحین میں ہیں چون احادیث صرف بخاری شریف میں ہیں اور مسلم میں اڑسٹھ احادیث ہیں۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر حضرت عائشہ کے علم کو تمام ازواج مطہرات اور دوسری عورتوں کے علم سے موازنہ کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم زیادہ ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بڑی آباد زندگی گذاری یہ ام المومنین اور مخلوق خدا میں سب سے افضل شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ کی زوجہ بنیں یہی وہ خاتون تھیں جو آنحضرت ﷺ کی وفات کی چشم دید راویہ ہیں یہ فرماتی ہیں۔ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی گود میں دیکھا وہ بھاری سے لگ رہے تھے میں

نے انکا چہرہ دیکھا تو ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور آپ ﷺ فرمار ہے تھے:

"بل الرفيق الاعلیٰ من الجنة" "میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں" میں نے کہا آپ کو اختیار دیا گیا آپ ﷺ نے اختیار کر لیا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو سچا نبی بنایا۔ اور آنحضرت ﷺ میرے سینے سے ٹیک لگائے اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

یہ وہ خاتون تھیں جنہوں نے ایک زندگی گذاری اور اس میں بہت کچھ دیکھا اور اسلام کی زندگی میں ابتداء سے شریک رہیں حضرت عثمان کی شہادت کے بعد فتنہ کبریٰ کے معرکہ میں بھی موجود تھیں جنگ جمل کے واقعہ میں لشکر کی قیادت کی۔(۱)

لوگوں کی مسلمان عورت کے بارے میں رائے صحیح ان کی وجہ سے ہوئی ورنہ عورت ایک بیوی، عالمہ، فقیہہ ادیبہ، اور سیاست دان کیسے ہو سکتی تھی؟

عمر مبارک کے چھیاسٹھویں برس آپ کی وفات ہوئی آپ نے بہترین آثار فقہیہ، اجتماعیت اور مسلم سیاست کا ذخیرہ مسلمانوں کے لئے چھوڑا اور ایک ہزار سے زیادہ احادیث حفاظت کے ساتھ مسلمانوں تک پہنچائیں۔

۵۷ھ میں ۱۷ رمضان کو آپ کی وفات ہوئی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

ان کی سوانح کے آخر میں ہم وہ فضائل ذکر کرتے ہیں جن کی بناء پر یہ دوسری ازواج مطہرات سے ممتاز ہیں، فرماتی ہیں کہ:

ازواج النبی ﷺ پر مجھے دس قسم کی فضیلت حاصل ہے پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔

(۱) آنحضرت ﷺ نے میرے سوا کسی کنوری لڑکی کی نکاح نہیں فرمایا۔

(۲) ان کی کسی زوجہ مطہرہ کے ماں باپ دونوں مہاجر نہیں تھے سوائے میرے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے آسمان سے میری برأت نازل فرمائی۔

(۴) جبرائیل ریشمی کپڑے میں میری صورت لے کر نازل ہوئے اور فرمایا کہ اس سے نکاح کرو۔

---

(۱) اس واقعہ کی تفصیلات کے لئے تہذیب سیرۃ ابن ہشام (ص ۳۷۷) (فتح الباری ۹ ص ۲۲۵) (زاد المعاد ۲ ص ۱۱۵۲) ملاحظہ کریں۔

(۵) میں اور آنحضرت ﷺ ایک برتن سے غسل فرماتے، یہ فضیلت بھی کسی اور کو حاصل نہیں رہی۔

(۶) میں سامنے لیٹی ہوتی آپ ﷺ نماز پڑھتے ایسا کسی اور زوجہ کے ساتھ نہیں کیا۔

(۷) آپ میرے ساتھ ہوتے اور وحی نازل ہو جاتی۔

(۸) آپ ﷺ کی وفات میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے ہوئی۔

(۹) وفات والے دن میری باری کا دن تھا۔

(۱۰) آپ ﷺ میرے گھر (حجرے) میں مدفون ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر رحمت کاملہ نازل فرمائے جنہوں نے امت مسلمہ کی فقہ وحدیث کے حوالے سے راہنمائی فرمائی۔

حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی ہیں۔ ان کی والدہ زینب بنت مظعون جو مشہور صحابی عثمان بن مظعون کی بہن ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حفصہ اس وقت پیدا ہوئی جب قریش بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے اور یہ بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے کی بات ہے۔

آنحضرت ﷺ سے پہلے نکاح: "حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن مسلم سے شادی ہوئی تھی ان دونوں نے ہجرت بھی کی تھی ہجرت کی بعد خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ سے نکاح: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد نے بتایا کہ جب حفصہ بیوہ ہوئی خنیس کی وفات کے بعد جو کہ دونوں ہجرتوں میں شامل تھے، حفصہ نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی تھی خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر یا احد کے بعد انتقال کر گئے تو میں نے عثمان کو حفصہ سے نکاح کی پیش کش کی، انہوں نے کہا سوچ کر بتاؤں گا کچھ دن بعد وہ مجھے ملے اور کہا کہ میرے سمجھ میں یہ ہی آیا ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور ان

کو بھی پیش کش کی تو انہوں نے کچھ جواب نہ دیا تو میں نے سمجھا کہ یہ کچھ دن بعد جواب دیں گے تو میں نے چند دن انتظار کیا تو پھر رسول اللہ ﷺ نے پیغام نکاح دیا تو میں نے ان سے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا۔ مجھے پھر ابو بکر ملے تو انہوں نے کہا کہ جب میں نے حفصہ سے نکاح کی پیش کش کا جواب نہیں دیا تھا تو تمہیں برا تو لگا ہوگا؟ میں نے کہا ہاں، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جواب اس لئے نہیں دیا تھا کہ مجھے پتہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارادہ یہاں نکاح کرنے کا ہے لیکن میں نے آپ ﷺ کا راز افشا کرنا مناسب نہیں سمجھا اگر آنحضرت ﷺ ارادہ ترک کر دیتے تو میں قبول کر لیتا۔ (بخاری)

بخاری میں ہی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بات کا شکوہ آنحضرت ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے عثمان کو حفصہ سے اچھا رشتہ اور حفصہ کو عثمان سے اچھا رشتہ عطا فرما دیا۔

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جوان بیٹی کے اٹھارویں برس میں ہی بیوہ ہو جانے کا بڑا غم تھا اور اس بات پر دکھ مزید ہوا کہ ان کے دونوں دوستوں ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حفصہ کا رشتہ قبول کرنے سے گریز کیا حفصہ جیسی جوان اور متقی لڑکی کا رشتہ ٹھکرایا نہیں جاتا، لیکن رسول اللہ ﷺ حضرت عمر کی بہت عزت فرماتے اور ان کے دکھ درد کو دور کرنے کی کوشش فرماتے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے حفصہ سے رشتہ منظور فرما کر شعبان کے مہینے میں ان سے نکاح فرما لیا۔

حفصہ بیت نبوت میں: حفصہ دلہن بن کر رسول کے گھر میں آ گئیں اور اس میں پہلے سے حضرت سودہ اور حضرت عائشہ موجود تھیں حفصہ اور عائشہ کو بڑا دکھ ہوا کہ سوکن آ گئی اور آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ کے ساتھ ایسا نہیں کیا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حفصہ میں کوئی عیب نہیں پایا وہ جوان، پرہیز گار، عزت دار اور اچھے نسب والی تھیں اور حضرت سودہ پر حضرت عائشہ اپنی کم عمری اور اپنے والد کی دوستی کی وجہ سے بڑائی رکھتیں تھیں اور حفصہ کو بھی یہ ہی بڑائی حاصل تھی۔

لیکن تھوڑے عرصے کے بعد پے در پے سوکنوں کے آنے سے حضرت حفصہ اور عائشہ دوست بن گئیں۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کو پتہ چلا کہ ان کی بیٹی رسول اللہ سے تیز لہجے میں بات کرتی ہے وہ غصہ میں بھرے فوراً اپنی بیٹی کے پاس آئے اور فرمایا جو میں سن رہا ہوں کیا وہ صحیح ہے حفصہ نے تصدیق کی، تو وہ گرج کر بولے جان لو کہ میں تمہیں اللہ کی پکڑ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے آگاہ کر رہا ہوں تمہیں کہیں یہ لڑکی جسے اس کے حسن اور شوہر کی محبت نے خودسر بنا دیا ہے، دھوکہ میں نہ ڈال دے واللہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ تجھے پسند نہیں کرتے ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ تجھے طلاق دے دیتے۔

مصنفین نے لکھا ہے کہ حضرت حفصہ آنحضرت سے بحث کرنے سے ڈرتی نہ تھیں اور آنحضرت کو ان کا یہ انداز پسند نہ تھا ان کا یہ انداز ان کی فطری طبیعت اور گرم مزاجی کی وجہ سے تھا۔

ایک مرتبہ انہوں ہے آنحضرت کو یہ کہتے سنا کہ ''بیعت رضوان کرنے والے لوگ انشاء اللہ آگ میں داخل نہ ہوں گے۔'' تو انہوں نے فوراً کہا، کیوں نہیں داخل ہوں گے، تو آنحضرت ﷺ نے انہیں ڈانٹ دیا تو انہوں نے آیت تلاوت کی۔

''اور تم میں ہر کوئی جہنم پر آئے گا یہ بات تیرے رب کی طرف سے فیصلہ شدہ ہے۔'' (مریم نمبر ۷۱)

تو نبی کریم ﷺ نے تلاوت فرمائی کہ اللہ نے فرمایا ہے۔

''پھر ہم بچالیں گے پرہیز گاروں کو اور سرکشوں کو گھٹنے کے بل اس میں چھوڑ دیں گے۔'' (مریم نمبر ۷۲)

سورۃ تحریم کا نزول: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو حلوہ اور شہد مرغوب تھا۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو سب ازواج مطہرات کے پاس تھوڑی دیر کے لئے حاضر ہوتے، ایک مرتبہ حضرت حفصہ کے پاس زیادہ دیر لگا دی میں نے اس بارے میں پوچھ تاچھ کی تو معلوم ہوا کہ حفصہ کی پاس شہد سے بھرا ایک مٹکا ہدیہ آیا ہے اور آپ وہ نوش فرماتے ہیں۔ تو میں نے یہ بیٹھنا چھڑانے کے لئے ایک ترکیب سوچی اور حضرت سودہ کو کہا کہ آپ ﷺ جب تشریف لائیں تو انہیں کہہ دینا کہ آپ نے شاید مغافیر کھایا ہے، وہ انکار کریں گے تم پوچھوگی، تو بتائیں گے کہ حفصہ کے ہاں شہد پیا ہے، اور آپ ﷺ کو یہ بات گراں گذرے گی کہ ان کے

دہن مبارک سے بو آئے، جب وہ شہد بتائیں تو تم کہنا کہ عرفط کی مکھی نے اسی خراب کر دیا ہوگا۔ میں بھی ایسا ہی کہوں گی اور صفیہ تم بھی یونہی کہنا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ حضرت سودہ کے ہاں گئے تو سودہ بتاتی ہیں کہ میں وہ بات انہیں بتانا چاہتی تھی جو تم نے کہا تھا مگر جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو میں نے تمہارے ڈر سے کہہ دیا کہ آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے تو میں نے کہا کہ اسے ''عرفط'' کی مکھی نے خراب کر دیا ہوگا۔ یہی بات میں نے کہی اور پھر صفیہ نے تو اس کے بعد جب آپ ﷺ حضرت حفصہ کے پاس آئے اور انہوں نے شہد پلانا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں آج مجھے اس کی خواہش نہیں سودہ کچھ کہنا چاہتی تھیں مگر ہم نے اسے چپ کرا دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے شہد خود پر حرام کر لیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حفصہ کے گھر میں بی بی ماریہ سے خلوت کی اور جب ماریہ چلی گئیں تو حفصہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ جو کچھ آپ نے کیا ہے میرے حق میں اچھا نہیں کیا اور یہ کہہ کر وہ رونے لگیں تو آپ ﷺ نے انہیں منانے کی کوشش کی اور کہہ دیا کہ ''ماریہ مجھ پر حرام ہے۔'' اور فرمایا کہ یہ راز کسی کو نہ بتانا مگر حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا اور پھر حضرت عائشہ نے موقع غنیمت جانا تا کہ اپنی سوکن سے یہ قبطی باندی کو حاصل کر لیں۔

اس راز کے افشا ہونے پر سورۃ تحریم کی آیات نازل ہوئیں۔

''اور جب نبی نے اپنی ایک بات چھپاتے کے لئے کہا اور اس نے وہ بیان کر دی اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے نبی کو بتا دی۔'' (التحریم آیت نمبر۳)

کہا جاتا ہے کہ اس واقعے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی تھی چنانچہ عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عامر سے مروی ہے کہ:

آنحضرت ﷺ نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی دی، پھر جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوئی تو اپنے سر پر خاک ڈال لی اور فرمایا۔

''آج کے بعد اللہ تعالیٰ عمر اور اس کی بیٹی کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔''

دوسرے دن جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے

کہ آپ ﷺ عمر پر رحم کرتے ہوئے حفصہ سے رجوع فرمالیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ "حفصہ سے رجوع فرمالیجئے کیونکہ وہ بہت روزہ رکھنے والی اور قائم اللیل ہیں اور جنت میں آپ کی زوجہ ہیں"۔

یہ واقعہ اس واقعہ سے پہلے کا ہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسری زوجات نبی علیہ السلام نے "ماریہ" کے بارے میں آنحضرت ﷺ پر غم وغصہ کا اظہار کیا تھا اور آپ ﷺ نے تمام ازدواج سے کنارہ کشی اختیار فرمائی تھی اور لوگوں میں یہ بات پھیل گئی تھی کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی تمام ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں یہ فرمان نازل کیا۔ "اور اگر تم زور کرو اس (نبی) پر تو اللہ تعالیٰ، جبرائیل اور نیک مومنین ان کے مددگار ہیں...... ہوسکتا ہے کہ اس کا رب تمہیں طلاق دلوا کر تم سے بہتر زوجات انہیں عطا فرمادے جو مسلمان مومنات، توبہ کرنے والی عبادت گذار، روزہ رکھنے والی کنواری اور غیر کنواری بیبیاں ہوں۔" (تحریم آیت نمبر ۵)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت: حضرت حفصہ نے آنحضرت ﷺ اور حضرت عمر سے ساٹھ احادیث روایت کی ہیں صحیحین میں متفق تین احادیث ہیں اور مسلم میں انفرادی چھ روایات آئی ہیں۔ حضرت حفصہ بڑی فصیح وبلیغ خاتون تھی اور دوسری امہات المومنین میں انہی کو ترجیح دی گئی کہ یہ نسخہ قرآنی کی حفاظت کریں جسے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کروا کر ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس امانت رکھ دیا تھا۔

وفات: حضرت حفصہ مدینے میں عبادت نماز روزہ پر پابندی کے ساتھ زندگی گزارتی رہیں۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی سفیان کے دور میں خالق حقیقی سے جاملیں انہیں مدینے میں دوسری امہات المومنین کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کردیا گیا۔

ان کی وفات شعبان ۴۵ھ میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے اور درجات کو بلند فرمائے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

یہ ھند بنت ابوامیہ ہیں ان کے والد کے اصل نام میں اقوال ہیں ایک قول ہے کہ "سھل بن المغیرۃ بن مخزوم" نام ہے دوسرا قول "حذیفہ" کا ہے طبقات ابن سعد میں ہے

کہ ان کا نام ''سہیل زادالرکب بن مغیرہ'' ہے۔ ان کو ''زادالرکب'' کا لقب اس لئے ملا تھا کہ یہ بڑے سخی تھے جب یہ سفر میں ہوتے تو ان کے ساتھ والے مسافر کو ''توشہ سفر'' رکھنے کی ضرورت نہ تھی یہ اس کی ضرورت پوری کرتے۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اپنے نام میں بھی اقوال ہیں ان کا نام ''رملہ'' بھی بتایا گیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ان کا نام ''ھند'' ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر علماء کی اکثریت کا اتفاق ہے۔ یہ ہجرت سے اٹھائیس برس پہلے پیدا ہوئیں۔

ابوسلمہ سے شادی: ان کی شادی ابوسلمہ سے ہوئی ان کا اصل نام عبداللہ رضی اللہ عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ انہوں نے بھی حبشہ کی جانب ہجرت کی جہاں ان کے بیٹے سلمہ پیدا ہوئے پھر یہ دونوں مکہ لوٹ آئے پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی جہاں عمر، زینب اور ''درہ یا دریہ'' پیدا ہوئے۔

حضرت ام سلمہ اور ابوسلمہ کا اسلام میں بڑا اہم اور بزرگ ماضی ہے یہ دونوں سابقین اولین میں سے تھے۔ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے پہلے دس افراد میں شامل تھے پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اس دوران ایک دردناک واقعہ پیش آیا جب یہ مدینے کی طرف رواں دواں تھے یہ قصہ انہی کی زبانی سنتے ہیں۔ فرماتی ہیں۔

جب ابوسلمہ نے مدینے جانے کا فیصلہ کر لیا تو اپنے اونٹ پر سامان سفر لادا مجھے اور میرے بیٹے کو سوار کیا اور خود اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑے جب انہیں بنو مغیرہ نے جاتے دیکھا تو کہا ''تو صرف اپنے نفس کا مالک ہے یہ لڑکی تو ہمارے قبیلہ کی ہے ہم تجھے ایسے ہی نہ چھوڑیں گے کہ تو جہاں چاہے چلا جائے۔'' انہوں نے اونٹ کی مہار ان سے چھین لی اور مجھے پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر بنوالاسد (ابوسلمہ کا قبیلہ) مشتعل ہو گئے اور وہ ہمارے بیٹے کی طرف بڑھے اور کہا کہ اگر تم اس سے اس کی بیوی چھین رہے ہو تو ہم بیٹا نہیں دیں گے تو انہوں نے میرے شوہر سے بچہ چھین لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ اور بنو مغیرہ نے مجھے قید کر لیا، میرے شوہر اکیلے ہی مدینے چل پڑے اور وہاں پہنچ گئے اور میرے بیٹے، شوہر اور مجھ میں جدائی کر دی۔ میں روزانہ دن میں نکل کر پتھریلی زمین پر بیٹھ کر روتی رہتی حتیٰ کہ تقریباً ایک سال گزر گیا۔

حتیٰ کہ ایک مرتبہ میرے پاس سے میرے چچا کے قبیلے کا آدمی گذرا اس کو مجھ پر رحم

آ گیا اس نے بنو مغیرہ کو خوب سنائیں اور کہا اس مسکینہ کو خواہ مخواہ تم لوگوں نے اس کے شوہر اور بچے سے جدا کر دیا ہے اور وہ ان کے پیچھے پڑ گیا تو بالآخر بنو مغیرہ نے کہا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں یہ جہاں چاہے چلی جائے۔

اور پھر بنو الاسد نے بھی میرا بیٹا واپس کر دیا۔

اس طرح ام سلمہ نے ہجرت کی، راستے میں انہیں ''عثمان بن طلحہ'' مل گئے جنہوں نے بخیر و عافیت انہیں مدینے تک پہنچا دیا، یہ پہلی خاتون تھیں جو ہودج میں سوار مدینے پہنچیں۔

مدینے میں ام سلمہ بچوں کی تربیت میں لگ گئیں اور شوہر کو جہاد کے لئے فارغ چھوڑ دیا وہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ بدر و احد میں شریک ہوئے اور ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ایک سریہ ان کی قیادت میں ''قطن'' کی طرف بھیجا ان کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ سو آدمی تھے ان میں ''ابو عبیدہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے بڑے بڑے صحابہ بھی شامل تھے۔

اس معرکہ کی قیادت انہوں نے کی اور پھر صحیح سلامت فاتح بن کر یہ سب مدینے لوٹ آئے اس معرکہ میں ان کا وہ زخم کھل گیا جو احد میں ایک تیر لگنے سے ہوا تھا اسی کی تکلیف میں ۴ ہجری میں ان کی شہادت ہو گئی۔

جب یہ بستر مرگ پر تھے تو آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر دعائے خیر فرماتے رہے حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھیں بند کیں اور ان پر سات تکبیرات سے جنازہ پڑھا صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! غلطی ہو گئی یا بھول سے پڑھ دیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نہ غلطی ہوئی نہ بھولا، بلکہ اگر میں ابوسلمہ پر ہزار تکبیریں بھی پڑھ دیتا تو یہ یقیناً اس کے اہل تھے۔ (۱)

ابوسلمہ نے وفات کے وقت دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے بعد میرے گھر والوں سے بھلائی کا معاملہ کرے یعنی (کوئی بھلا آدمی ان کا سرپرست بنے) تو ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیوہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لیا تو یہ ام المومنین کو شوہر اور ان کے بچوں سلمہ، عمر، زینب اور درہ کو باپ مل گیا۔

[illegible] عدت ختم ہونے کا بڑے [illegible] نے انتظار کیا اور عدت ختم ہونے کے بعد رشتے آنا شروع ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پیغام

---

(۱) تاریخ طبری (۲ ص ۱۷۷)

نکاح دیا جسے انہوں نے نرمی سے ٹال دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتہ آیا مگر انہیں بھی ویسا ہی جواب دیا گیا۔ ان حضرات کے بعد نبی کریم ﷺ نے انہیں پیغام نکاح دیا، انہیں یہ عظیم شرف حاصل کرنے کی تمنا تو پیدا ہوئی مگر انہیں جوانی ڈھل جانے کی وجہ سے خوف لاحق تھا اور پھر ساتھ میں چھوٹے بچے بھی تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ، ام سلمہ ایک غیرت والی عمر رسیدہ اور بال بچے والی عورت ہے تو آنحضرت ﷺ نے جواب بھجوایا کہ:

”اگر تو عمر رسیدہ ہے تو میری عمر تجھ سے زیادہ ہے، غیرت کو اللہ تعالیٰ تجھ سے لے جائے گا اور عیال اللہ اور اس کے رسول کے حوالے ہیں۔“

اس طرح یہ عقد بخیر و خوبی انجام پا گیا یہ شوال ۴ ہجری کی بات ہے پھر بیت رسول اللہ ﷺ میں ان کا استقبال کیا گیا حضرت عائشہ اور حفصہ چاہتی تھیں کہ خوبصورت انداز سے ان سے ملیں لیکن حضرت عائشہ سے صبر نہ ہو سکا وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہ سے نکاح کیا تو میں شدید غمگین ہوئی کیونکہ ہمیں ان کے حسن و جمال کے بارے میں پتہ چلا تھا جب میں نے انہیں دیکھا تو میں نے انہیں کئی گنا زیادہ حسین پایا جب میں نے یہ بات حضرت حفصہ کو بتائی تو انہوں نے کہا کہ وہ ایسی نہیں جیسا کہا جاتا ہے۔ اور بتایا کہ وہ عمر رسیدہ ہیں۔ پھر جب میں نے بعد میں دیکھا تو وہ ویسی ہی تھیں جیسا کہ حفصہ نے بتایا تھا لیکن بس میں غیرت کھا گئی تھی۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس مقابلے کا احساس ہو گیا تھا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اس اثر سے بہت محظوظ ہوئیں اور پھر انہیں اپنی قدر کا احساس ہو گیا، اور انہوں نے کسی کو اپنا مرتبہ چھونے کی اجازت نہ دی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بزرگی اور عزت بہت عطا ہوئی تھی اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک اور گھر میں ان کا بڑا مرتبہ تھا آنحضرت انہیں اپنے اہل میں سے شمار فرماتے، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ام سلمہ کے ہاں تشریف فرما تھے تو حضرت فاطمہ بچوں سمیت حاضر ہوئیں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کی صاحبزادی زینب بھی تھی آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ اور حسن و حسین کو خود سے لپٹا لیا اور فرمایا۔

"اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو۔"

یہ دیکھ کر ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رونا آ گیا آنحضرت ﷺ نے انہیں تو پوچھا کیوں روتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے ان بچوں کو خاص کر لیا اور مجھے اور میرے بچوں کو اہل میں شمار نہیں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا بے شک تم اور تمہاری بیٹی بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔

ان کی صاحب زادی زینب آنحضرت ﷺ کی نگرانی میں جوان ہوئیں، یہ اپنے زمانے کی خواتین میں بڑی فقیہہ تھیں۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ غسل فرما کر آئے تھے آپ نے ان کے چہرے پر چھینٹے پھینکے تو ان کا چہرہ اس برکت سے ہمیشہ جوان رہا حتیٰ کہ یہ بوڑھی ہو گئیں مگر چہرہ جوان رہا۔

آنحضرت ﷺ نے ان کے صاحبزادے اپنے ربیب سلمہ کو یہ اعزاز عطا فرمایا کہ اپنے شہید چچا کی صاحبزادی "امامہ بنت حمزہ" سے ان کی شادی کرائی اسی طرح ان کے بھائی بہن عمر، زینب اور درہ نبی کریم ﷺ کی کفالت اور نگرانی میں جوان ہوئے، اور آنحضرت ﷺ کے ربیب اور اہل بیت کہلائے۔

ان کے کچھ مناقب: آنحضرت ﷺ پر حضرت عائشہ کے گھر میں وحی نازل ہوتی تھی اور وہ اس پر فکر کا اظہار کرتیں حتیٰ کہ جب ام سلمہ بنت زاد الرکب آ گئیں تو اب یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر اس وقت بھی وحی نازل ہوئی جب آپ ﷺ ام سلمہ کے گھر میں تھے ابولبابہ بن عبدالمنذر کی توبہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

"اور دوسرے وہ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا انہوں نے اپنے نیک اعمال کو گناہوں کے ساتھ ملا لیا، اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا بے شک وہ غفور رحیم ہے۔"

ابن اسحاق نے اپنی سند سے بیان کیا ہے۔

ابولبابہ کی توبہ کی آیت آنحضرت ﷺ پر سحر کی وقت نازل ہوئی اور آپ ﷺ ام سلمہ کے گھر میں تھے، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ کی ہنسنے کی آواز سنی تو انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ہنستا مسکراتا رکھے آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا ابولبابہ کی توبہ نازل ہوئی ہے، تو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ کیا میں اسے بشارت دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں جو چاہو، تو ام سلمہ نے اپنے حجرے کے

دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ ابولبابہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔ (یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔)

ان کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں جب آپ ﷺ عمرے کے ارادے سے عازم سفر ہوئے یہ ہجرت کا چھٹا سال تھا، یہ وہ سفر ہے جس میں قریش نے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اور پھر صلح حدیبیہ وقوع پذیر ہوئی۔ اور اس دن ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عظیم کردار تاریخ نے محفوظ کیا وہ یہ کہ صحابہ کرام کو عمرہ نہ ہونے سے سخت صدمہ ہوا تھا اور جب صلح کا معاہدہ لکھا گیا تو وہ سمجھے کہ مسلمانوں کو ان کے حق سے محروم کیا گیا ہے حتیٰ کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''ہمیں دین میں دنیا کہاں سے'' دے دی گئی۔ تو انہیں آنحضرت ﷺ نے یہ جواب دیا، کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اور وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔

معاملہ بڑی خطرناک حد تک پہنچ گیا کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ سر مونڈ کر اور جانور ذبح کر کے حلال ہو جائیں مگر کوئی شخص کھڑا نہ ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو آپ ﷺ اپنی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس خیمہ میں تشریف لائے اور جو واقعہ ہوا وہ بیان کیا تو انہوں نے کہا۔

اے اللہ کے نبی! کیا آپ ﷺ احرام سے حلال ہونا پسند فرماتے ہیں؟ تو خود نکلئے اور کسی سے بات کئے بغیر اپنا اونٹ نحر کر دیجئے اور حجام کو کہہ کر بال منڈوا لیجئے، آپ ﷺ ان کا مشورہ مان کر باہر نکلے اور نحر کر کے بال منڈوا لئے جب صحابہ نے یہ دیکھا تو اٹھے اور نحر کرنا شروع کیا اور ایک دوسرے کے بال مونڈنے لگے حتیٰ کہ بعض صحابہ غم اور ندامت میں قریب تھا کہ بالوں کے بجائے سر کاٹ ڈالتے۔

اس طرح مسلمان جذبات سے عقل کی طرف واپس لوٹ آئے اور صلح حدیبیہ کی فتح کے اسرار پا لئے اسلامی تاریخ میں ایسی بڑی فتح اس سے پہلے نہ ملی تھی۔

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے علاوہ غزوہ خیبر کے سفر میں بھی ساتھ تھیں وہاں انہوں نے تمنا کی کہ'' کاش مردوں کی طرح عورتوں کو بھی جہاد کی اجازت ہوتی تا کہ مردوں کے برابر اجر ملتا۔'' اس پر آیت نازل ہوئی۔

"اور اس کی تمنا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔" (النساء آیت نمبر ۳۲)

اسی طرح ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فتح مکہ، حصار طائف، غزوہ ھوازن وثقیف، اور پھر گیارھویں ہجری میں حجۃ الوداع میں شریک ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ام سلمہ کی زندگی: ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عموی زندگی میں پڑنے سے احتراز کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ فتنہ کبریٰ جو حضرت علی داماد رسول ﷺ کے مقابلے میں آیا تھا وقوع پذیر ہوا تو یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور بولیں، امیر المومنین اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی تو آپ کے ساتھ جنگ کو نکلتی مگر اس کو بھی آپ قبول نہ کریں گے البتہ یہ میرا بیٹا عمر ہے، مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے یہ آپ کے ساتھ جنگ میں شریک رہے گا۔

اسی طرح جب حضرت عائشہ جنگ جمل کے لئے نکلنے کو تیار ہوئیں تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں ایک خط لکھا جس میں لکھا تھا کہ:

"اگر رسول اللہ کو علم ہوتا کہ عورتیں جہاد کا بوجھ اٹھائیں گی تو وہ تمہیں اس کی وصیت کر دیتے، کیا تمہیں یاد نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دین میں غلو سے منع فرمایا ہے، اور زندگی، ستون عورتوں کے ذریعے مضبوط نہیں ہوتے اگر وہ جھکنے لگیں، یا ٹوٹ بھی جائیں تو عورتوں کے ذریعے ان کی مرمت نہیں ہو سکتی، عورتوں کا جہاد تو نظریں جھکانا اور دامن سمیٹنا ہے۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۵۹ ہجری میں ماہ ذیقعدہ میں وفات پا گئیں، ایک قول کے مطابق یہ ۶۰ ہجری تھا۔ ان کی عمر چوراسی سال تھی۔

ان کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور مسلمانوں نے ان کا جنازہ جنت البقیع پہنچایا اور انہیں دوسری ازواج مطہرات رسول اللہ کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ تمام ازواج مطہرات سے راضی ہو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زاد الرکب سب سے آخر میں وفات پانے والی زوجہ رسول ﷺ ہیں۔ انہوں نے تقریباً تین سو ستاسی احادیث کا ذخیرہ مسلمانوں کے

لئے چھوڑا جن میں سے ستائیس احادیث صحیحین میں نقل کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر رحمت کاملہ نازل فرمائے اور ان سے راضی ہو۔

حضرت زینب بنت خزیمہ ''ام المساکین''

یہ زینب بنت خزیمہ بن حارث عبداللہ بن عمرو بن عبدمناف بن حلال بن عامر صعصعہ ہیں انہیں شروع سے ہی ام المساکین کہا جاتا تھا۔

آنحضرت ﷺ سے پہلے نکاح: امام زہری سے منقول ہے کہ زینب بنت خزیمہ الھلالیہ کو ''ام المساکین'' کہا جاتا ہے، اور یہ طفیل بن حارث بن المطلب بن عبدمناف کی زوجہ تھیں اوراس نے انہیں طلاق دیدی تھی۔

عبدالواحد بن عون کے قول کے مطابق اس کے بعد عبیدہ بن الحارث سے ان کا نکاح ہوا اور وہ غزوہ بدر میں شہید ہوگئے۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ ان کا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا اور وہ غزوہ احد میں شہید ہوگئے تھے۔

آنحضرت ﷺ سے نکاح:۔ محمد بن قدامہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہ الھلالیۃ ام المساکین کو پیغام نکاح بھیجا انہوں نے منظور کرلیا تو آنحضرت ﷺ نے بارہ اوقیہ کے مہر پر ان سے نکاح فرمالیا۔ یہ نکاح ہجرت کے اکیسویں مہینے میں رمضان المبارک میں منعقد ہوا اور یہ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں محض آٹھ ماہ رہیں۔

الاصابہ میں ہے ان کا نکاح حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زواج رسول ﷺ کے بعد ہوا تھا اور یہ محض دو یا تین مہینے کے بعد وفات پاگئیں۔(۱)

لگتا ایسا ہی ہے کہ ان کی بہت کم ازدواجی زندگی کی باعث اصحاب السوانح اور مورخین نے ان کے حالات قلم بند نہیں کئے اور محض چند روایات ملتی ہیں جو خود بھی اختلاف اور تناقض سے خالی نہیں۔

---

(۱) ان کے مکمل حالات العقد الفرید (۵ص ۱۶) اعلام النساء (۲ص ۶۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت زینب بہت رفیق القلب اور رحم دل تھی، جاہلیت واسلام میں فقراء ومساکین کا بہت زیادہ خیال کرتی تھیں انہیں کھلاتیں اور کپڑے دیتیں۔

ان کی ایک سیاہ فام باندی تھی انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اسے آزاد کرنے کی اجازت مانگی تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم اسے اپنے بھتیجوں یا بھانجوں کو بکریاں چرانے کے لئے نہیں دے سکتیں؟

وفات:۔ حضرت زینب رسول اللہ ﷺ کی حیات ہی میں مدینہ میں ۳ ہجری یا ۴ ہجری میں وفات پاگئیں ان کی عمر تقریباً تیس سال تھی۔

ہمیں ان کی زندگی کے حالات معلوم نہیں مگر ان کے لئے اتنا کافی ہے کہ انہیں زوجہ رسول ہونے کا شرف حاصل ہوگیا اور ام المومنین بن گئیں اور عورتوں کے عام مشاغل سے ہٹ کر مساکین کی خدمت پر مائل رہیں اور اپنے مقدر کے حصے پر قانع رہیں جو انہیں نبی علیہ السلام اور مومنوں کے واسطے سے حاصل تھا۔

اور یہ سلامتی میں زندگی کے ساتھ سلامتی ہی میں ہمیشہ کی نیند سو گئیں آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں دفن فرمایا یہ جنت البقیع میں دفن ہونے والی پہلی ام المومنین ہیں۔

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ زینب بنت جحش بن ریاب بن یعمر بن حبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دوران بن اسد بن خزیمہ ہیں۔ ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی تھا۔

حضرت زید بن حارثہ سے نکاح: زید بن حارثہ، حضرت خدیجہ کے غلام تھے جسے انہوں نے آنحضرت ﷺ کے کہنے پر آپ ﷺ کو ھبہ کر دیا تھا، پھر ان کی رسول اللہ ﷺ کی نگرانی اور گھر میں پرورش ہوئی رسول اللہ ﷺ انہیں اٹھا کر قریش کے سرداروں کے پاس لے گئے اور پھر وہاں اعلان کیا کہ زید ان کا وارث اور موروث بیٹا ہے اور اسی طرح زید نے بھی آنحضرت ﷺ کو اختیار کر لیا تھا ان کے ماں باپ انہیں لینے آئے تو انہیں کہا کہ:

''اس شخص میں، میں نے بہت کچھ دیکھا ہے اس لئے ان سے کبھی جدا نہیں ہو سکتا۔''

ان کی اس بات کے اعزاز میں آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنا بیٹا بنالیا اور پھر انہیں ”زید بن محمد“ کہا جانے لگا یہ حضرت علیرضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے پہلے اسلام لائے۔

جب آنحضرت ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو زید بن حارثہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھائی بنایا۔ اور جب یہ شادی کی عمر کو پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاجزادی ”زینب بنت جحش“ سے ان کی شادی کرادی۔

مگراس نکاح کو”زینب“ اوران کے بھائی ”عبداللہ بن جحش“ نے ناپسند کیا کہ ایک معزز خاتون ایک غلام کی بیوی بنے، اور زینب نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ”یارسول اللہ میں یہ بات پسند نہیں کرتی میں قریش کی بیٹی ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا مگر میں نے تیرے لئے یہ پسند کیا ہے۔ انہوں نے کہا میں تو کبھی شادی نہیں کروں گی۔ اس پر ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوا۔

”اورکسی مومن اور مومنہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جب اللہ اوراس کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے معاملے کے مالک ہوں اور جو کوئی اللہ اوراس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو تحقیق وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔ (الاحزاب آیت نمبر ۳۶)

اس پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ اوراس کی رسول کی اطاعت میں ان سے نکاح کرلیا اور شریعت کے اس اصول کا التزام کیا کہ لوگوں میں فضیلت صرف تقویٰ کی ہے۔

لیکن اس کے باوجود میاں بیوی میں نبھاؤ نہ ہوسکا زینب اس خیال سے جان نہ چھڑا سکیں کہ وہ معزز گھرانے کی بیٹی ہیں اور ایک غلام کے تحت ہیں، حضرت زیدان کے برے برتاؤ کی شکایت کرتے مگر آنحضرت ﷺ انہیں صبر کی تلقین فرماتے رہے۔

ایک مرتبہ زید آنحضرت ﷺ کے پاس شکوہ لےکر آئے اور کہا کہ میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ:

”اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھ اور اللہ سے ڈر۔“ (الاحزاب آیت نمبر ۳۶)

حضرت زید رک گئے اور برداشت کرتے رہے جب برداشت حد سے باہر ہوگئی تو انہوں نے طلاق دے دی یوں جدائی ہوگئی۔

آنحضرت ﷺ سے نکاح: جب ان کی عدت گذر گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام زید کو بھیجا کہ ان کی طرف سے پیغام نکاح دیں۔

واقدی نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں باتیں کر رہے تھے کہ ان پر غشی طاری ہوگئی جب غشی دور ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے اور فرمایا کہ زینب کو خوشخبری دینے کون جائے گا؟ پھر یہ آیات تلاوت کیں۔

''اور جب تو اس کو یہ کہتا تھا جس پر اللہ اور تو نے نوازشات کی تھیں کہ اپنی بیوی کو روکے رکھ اور اللہ سے ڈر، اور اپنے دل میں ایک بات چھپاتا تھا جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے تو لوگوں سے ڈرتا ہے اور اللہ ڈرنے کے زیادہ لائق ہے۔ جب زید نے اپنی حاجت پوری کرلی تو ہم نے اس کا نکاح تجھ سے کردیا تاکہ مومنوں پر ان کے متبنیٰ کی ازواج کے بارے میں کوئی حرج نہ ہو جب وہ انہیں فارغ کر دیں۔'' (الاحزاب آیت نمبر ۳۷)

بشارت لے جانے والا گویا اڑتا ہوا زینب کو بشارت دینے پہنچا وہ کام چھوڑ کر اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لئے نماز پڑھنے لگیں۔

ان کا ولیمہ بہت بڑا اور شاندار ہوا لوگ جوق در جوق کھانے کے لئے پہنچے دعوت دینے کا کام ''انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' نے انجام دیا حضرت فرماتے ہیں کہ جب لوگ کھا چکے تو آنحضرت ﷺ نے مجھے دستر خوان اٹھانے کا حکم دیا اور کچھ لوگ بیٹھے ابھی تک باتیں کر رہے تھے اور دلہن پیٹھ موڑے بیٹھی رہی'' آنحضرت ﷺ پر یہ منظر بھاری گذرا تو آپ وہاں سے اٹھ گئے۔

آپ ﷺ اپنی ازواج کے حجروں میں باری باری پہنچے سلام دعا فرمائی انہوں نے نئی دلہن کی خیریت دریافت کی آپ خیر و عافیت کہہ کر دوبارہ اپنے گھر تشریف لائے تو کچھ لوگ ابھی تک بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ وہ نکل گئے اور مجھے معلوم نہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو بتایا یا وحی کے ذریعے پتہ چلا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں، اتنے میں وحی نازل ہوئی اور پردے کا حکم آ گیا۔

''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل مت ہو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اور ان کے برتن نہ تکتے رہو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ اور جب کھا لو تو منتشر ہو جاؤ یہ نہیں کہ باتیں کرنے بیٹھ جاؤ۔ اس طرح کرنا نبی کو تکلیف دیتا ہے وہ تم سے

شرم کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا اور جب تم ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ ستھرا ہے۔'' (الاحزاب آیت نمبر ۵۳)

اس دن سے ازواج مطہرات اور تمام مومنات پر پردہ فرض قرار دے دیا گیا۔

جس وقت حضرت زینب کا نکاح ہوا اس وقت ان کی عمر پینتیس سال تھی ان کا نام برہ تھا آپ نے تبدیل کر کے زینب رکھا۔ اس بات کو زینب بنت ابی سلمہ بیان کرتی ہیں کہ میرا نام برہ تھا آنحضرت ﷺ نے تبدیل کر کے زینب رکھ دیا اتنے میں حضرت زینب بنت جحش وہاں آئیں ان کا نام بھی برہ تھا آپ ﷺ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔ (۱)

مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو منافقین نے کہا کہ محمد ﷺ نے بیٹے کی بیوی کو حرام کہا ہے اور خود اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

''محمد ﷺ تم میں سے کسی شخص کے باپ نہیں ہیں۔'' (الاحزاب آیت نمبر ۴۰)

اور پھر ارشاد ہوا۔

''ان متبنیٰ کو ان کے اصل باپوں کے نام سے پکارو۔'' (الاحزاب نمبر ۵)

اس دن کے بعد سے زید کو ''زید بن حارثہ'' کہا جانے لگا ورنہ اس سے پہلے وہ زید بن محمد کہلاتے تھے اس طرح متبنیٰ کے بارے میں عرب کی عادت کو اسلام نے باطل قرار دے دیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح فرمایا۔

دوسری ازواج مطہرات پر فضیلت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ زینب بنت جحش پر رحم فرمائے انہوں نے اس دنیا میں وہ شرف پایا جس کا کوئی مقابلہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح اپنے نبی سے اس دنیا میں فرمایا اور اس کی خبر قرآن میں دی اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

تم میں سے وہ زوجہ مجھ سے جلدی آ کر ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے ہم سب آپ ﷺ کے گرد بیٹھی تھیں یہ بشارت آپ ﷺ نے زینب کو دی تھی، زینب جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہوں گی۔

(۱) صحیح مسلم ج۳ ص ۱۶۸۷۔

حضرت عائشہ ان پر بھی غیرت کھاتی تھیں کیونکہ انہیں بہت سی قرابتیں اور فضائل حاصل تھی وہ خود فخر سے فرماتیں کہ:

”میں تم سب میں ولی اور سفیر کے اعتبار سے زیادہ مکرم ہوں۔ تمہیں تمہارے گھر والوں نے آنحضرت ﷺ کے نکاح میں دیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا۔

اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ ازواج مطہرات میں زینب کے علاوہ میری کوئی ہم پلہ نہ تھی۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ ۳/۳۲۰)

ایک روایت میں ہے کہ زینبؓ خود بھی آنحضرت ﷺ کو کہتیں کہ میں آپ ﷺ کی ازواج میں آپ پر سب سے زیادہ حق والی ہوں میں نکاح کرانے والے، پردے اور رحمت کے اعتبار سے ان سب میں زیادہ مکرم اور اقرب ہوں۔ اللہ نے عرش پر آپ سے میرا نکاح فرمایا اور جبرائیل علیہ السلام میرے سفیر تھے اور میں آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں اور کوئی دوسری عورت آپ کی اتنی زیادہ نزدیکی رشتہ دار نہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زہد و سخاوت: حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر سے ارشاد فرمایا:

زینب بنت جحش ”اواھہ“ ہے ایک شخص نے پوچھا ”اواہ“ کا کیا مطلب ہے آپ نے فرمایا خشوع خضوع اور گڑگڑانے والی پھر آنحضرت سے آیت تلاوت کی۔

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝ (ھود آیت نمبر ۷۵)

”بے شک ابراہیم حلیم اور اواہ اور رجوع کرنے والے تھے۔“

ان کی عبادت گذاری کی گواہی دیتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دینی معاملہ میں زینب سے زیادہ بہتر کسی کو نہ پایا وہ بہت زیادہ پرہیز گار، حق گو، صلہ رحمی کرنے والی، اور زیادہ صدقہ دینے والی خاتون تھیں اور ہر اس کام کو زیادہ اور بخوبی انجام دیتیں جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ حاصل ہو سکے۔ (اعلام النساء ۲ ص ۶۵)

جب ان کی وفات کی خبر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملی تو وہ فرمانے لگیں ایک حمیدہ، عبادت گذار، یتیموں اور بیواؤں کی جائے پناہ چل بسی۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے وہ زوجہ مجھ سے بہت جلد آ کر ملے گی

جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ تو ہم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد دیوار پر اپنے ہاتھ ناپتی رہتیں۔ ہم ایسا کرتی تھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے حضرت زینب بنت جحش کی وفات ہوگئی۔ حالانکہ ان کی ہاتھ لمبے نہ تھے پھر ہماری سمجھ میں آیا کہ اس سے مراد صدقہ میں "طول ید" تھا اور حضرت زینب اپنے ہاتھوں سے سوت کات کر اسے بیچتیں اور اس کی آمدنی کو صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بارہ ہزار درہم بھیجے وہ دیکھ کر کہنے لگیں "اے اللہ یہ مال آئندہ مجھے نہ ملے اس لئے کہ یہ فتنہ ہے۔" انہوں نے مسکینوں میں وہ سب تقسیم کروا دیئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ملی تو وہ ان کے دروازے پر آئے سلام کیا اور گویا ہوئے۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے وہ دراہم تقسیم کر دیئے ہیں میں ایک ہزار اور بھیج رہا ہوں انہیں ذاتی خرچ کے لئے رکھ لیں۔" مگر وہ سب آپ نے تقسیم کرا دیئے اور اپنے لئے ایک درہم بھی نہ رکھا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات: ۲۰ ہجری میں ان کی وفات ہوئی وفات سے پہلے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنا کفن تیار کر رکھا ہے اور امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کفن بھیجیں گے تو ایک کفن ضرور صدقہ کر دینا اور اگر کر سکو تو میری یہ چادر صدقہ کر دینا۔

"ان کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور مسلمانوں نے ام المومنین کو جنت البقیع پہنچایا۔ یہ پہلی زوجہ مطہرہ ہیں جن کا آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد انتقال ہوا۔

حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ برہ بنت حارث بن ابوضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ بن المصطلق ہیں ان کا تعلق "خزاعہ" سے تھا۔

ان کا نکاح پہلے مسافع بن صفوان ذی الشفر بن سرح بن مالک بن جذیمہ سے ہوا تھا۔ وہ یوم مریسیع ۶ ہجری میں قتل ہو گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جویریہ کا نام برہ تھا آپ ﷺ نے بدل کر "جوریہ رکھ دیا۔

آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں: بنومصطلق آنحضرت ﷺ کے مقابلے کے لئے جمع ہوگئے تو آنحضرت مسلمانوں کو لے کر روانہ ہوئے اور بنومصطلق کے سردار حارث بن ضرار سے سامنا ہوا صفیں لڑائی کے لئے تیار ہوگئیں تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اعلان کردو کہ، جو شخص "لا الہ الا اللہ" کہہ دے گا اپنی جان و مال ہم سے بچا لے گا مگر اس اعلان کا کوئی اثر نہ ہوا تو آپ ﷺ نے ایک ساتھ حملہ کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ ان کے دس آدمی مارے گئے اور باقی قید کر لئے گئے اور کوئی بھاگ نہ سکا مسلمانوں کو غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ لگیں تقریباً دو سو گھرانوں کے مرد و عورت اور بچے قید ہوئے اور انہی قیدیوں میں حضرت جویریہ بھی تھیں، ان کا نام برہ تھا یہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آئیں جو کہ انصار کے خطیب اور "مبشر بالجنۃ" تھے، جویریہ اپنے قبیلے کی شہزادی تھیں اس لئے انہیں باندی بننا برداشت نہ ہوا تو انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "کتابت" کا معاملہ کرلیا (یعنی کچھ پیسے دے کر آزادی کا وعدہ لے لیا) لیکن جب ثابت بن قیس نے ان کے حسن و جمال کو دیکھا تو "کتابت" کی زیادہ قیمت رکھ دی اور نو اوقیہ سونے پر معاملہ کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہ بہت نازک اندام حسین و جمیل تھیں انہیں کسی نے دیکھا بھی نہیں تھا اور وہ پکڑی گئیں وہ آنحضرت ﷺ کے پاس اپنی کتابت کے معاملے پر مدد مانگنے آئیں۔ جب میں نے انہیں اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا تو مجھے بڑا ناگوار ہوا اور جی چاہا کہ آنحضرت ﷺ کی نظر ان پر نہ پڑے انہوں نے کہا میں جویریہ بنت حارث ہوں جو کہ قوم کے سردار ہیں ہماری قید و بند کے معاملے کا آپ کو بھی علم ہے۔ میں ثابت بن قیس کے حصے میں آئی تھی انہوں نے مجھ سے بہت گراں معاوضہ پر کتابت کا معاملہ کیا ہے لہذا آپ میری مدد فرمائیں۔

ایک شہزادی غلامی سے نکلنے کے لئے اسے عار سمجھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی مدد طلب کر رہی تھی آنحضرت ﷺ کا دل پسیج گیا آپ ﷺ نے ان سے کہا، اگر اس سے بہتر معاملہ ہو جائے تو کیسا ہے؟ انہوں نے کہا "وہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارا مال کتابت ادا کر کے تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔ یہ سن کر جویریہ نے خوشی سے کہا کہ "اگر آپ ایسا کریں گے تو مجھے منظور ہے۔"

یہ بات لوگوں تک بھی پہنچ گئی لوگوں نے کہا کہ یہ قبیلہ تو آنحضرت کا سسرال بن گیا تو کیا آنحضرت ﷺ کا سسرال غلامی میں رہے گا؟ بس یہ بات ایک دوسرے سے ہوتی سب تک پہنچ گئی اور سارے صحابہ نے اپنے اپنے پاس موجودان کے قبیلے کے لوگوں کو آنحضرت ﷺ کا سسرالی کہہ کر آزاد کر دیا، اور حضرت جویریہ دلہن بن کر بیت نبوی میں آگئیں۔ ان کی قوم کے لئے ان سے زیادہ کوئی برکت والا نہ تھا کہ ان کی وجہ سے دوسرے گھرانے غلامی سے نکل آئے۔

ایوب نے ابوقلابہ سے نقل کیا ہے کہ جب جویریہ بنت حارث قید ہوئیں تو ان کا باپ انہیں لینے آیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا نبی ان جیسی عورتوں کو قید نہیں رکھتے، یہ جاسکتی ہے۔ کسی نے کہا کہ اگر آپ جویریہ کو اختیار دے دیں تو بہتر ہے آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے پھران کے والدئے ان سے پوچھا کہ "اس شخص ("محمد ﷺ") نے تمہیں اختیار دیا ہے تو ہمیں رسوامت کر، یعنی ان کے باپ نے کہا تو نے ہمیں رسوا کر دیا۔ مگر بعد میں ان کے والد اور ساری قوم مسلمان ہوگئی اور انہیں آنحضرت ﷺ کا سسرالی ہونے پر فخر تھا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عبادت گزاری: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے صبح نماز کے بعد جلدی نکل آئے اور وہ اپنی جائے نماز پر بیٹھی تھیں اور چاشت کے بعد آپ ﷺ دوبارہ گھر میں گئے تو تب بھی وہیں بیٹھیں تھیں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا تم اب تک وہیں بیٹھی ہو جہاں میں چھوڑ کر گیا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار کلمات محض تین تین بار کہے ہیں انہیں اگر تمہارے اس تمام وقت کے اذکار سے وزن کیا جائے تو ان کا وزن زیادہ ہوگا۔ حضرت جویریہ نے پوچھا وہ الفاظ کیا ہیں آپ ﷺ نے فرمایا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے وہ روزے سے تھیں تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر

پوچھا کہ کیا کل رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر یہ روزہ بھی ختم کر دو۔

وفات: یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہیں اور مدینہ میں ۵۶ ہجری میں وفات پائی یہی صحیح قول ہے، ان کی نماز جنازہ مدینے کے گورنر مروان بن حکم نے پڑھائی، ایک قول کے مطابق سن ۵۰ ہجری میں وفات ہوئی۔

اللہ تعالیٰ حضرت ام المومنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راضی ہو ان کی قوم میں ان سے زیادہ مبارک کوئی نہ تھا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ صفیہ بنت حی بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن کعب بن خزرج بن ابو حبیب بن نضیر بن نمام بن ینحوم ہیں۔ بنی اسرائیل اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

ان کی ماں کا نام برہ بنت سموأل تھا جو بنو قریظہ کے رفاعہ بن سموأل کی بہن تھی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی سلام بن مشکم سے ہوئی تھی جس سے پھر جدائی ہوگئی تھی اس کے بعد کنانہ بن ابوالحقیق نضری سے نکاح ہوا اور وہ غزوہ خیبر میں مارا گیا۔

حضرت صفیہ کا اللہ اور رسول کو اختیار کرنا:۔ آنحضرت ﷺ محرم میں خیبر "جو یہودیوں کا قلعہ تھا" کی طرف نکلے اور وہاں پہنچ کر آواز لگائی۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ

اللہ سب سے بڑا ہے خیبر برباد ہوا۔

"ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو اس قوم جس کو اللہ سے ڈرایا گیا ہے اس کی صبح بری ہوتی ہے۔"

اور پھر خیبر برباد ہو گیا اور ایک ایک کر کے اس کے سارے قلعے فتح ہو گئے مرد قتل ہوئے اور عورتیں قید ہو گئیں اور انہی میں بنو نضیر کی شاہ زادی صفیہ بنت حی بن اخطب بھی تھیں جن کا نسب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔

ان کی عمر ابھی سترہ سال سے زیادہ نہ تھی اور ان کی دو شادیاں ہو چکی تھیں حضرت بلال قیدی عورتوں کو آنحضرت ﷺ کے پاس لائے ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی چچازاد بہن بھی تھی، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش تھیں اور انہوں نے اپنے غم اور آہ وفغاں کو ضبط کیا ہوا تھا اور ان کے ذہن میں خصوصی اہمیت دیئے جانے کا خیال تھا لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ وہ فاتح قائد کے سامنے لے جائی جا رہی ہیں جہاں وہ اور دوسری عورتیں ایک ساتھ کھڑی ہوں گی۔

ان کی چچازاد بہن بہت زیادہ چیخ وپکار کر رہی تھی جو آنحضرت ﷺ کو گراں گذر رہی تھی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس شیطان کو دور کر دو۔

حضرت بلال حضرت صفیہ اور ان کی بہن کو مرد مقتولین کے درمیان سے گذار کر لائے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں اس پر سرزنش فرمائی، فرمایا کہ ''بلال تم میں رحم بالکل ختم ہو گیا ہے اس لئے تم دو عورتوں کو مقتولین میں سے کر آئے ہو''

پھر آپ ﷺ کے حکم پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت ﷺ کے پیچھے کھڑا کر دیا گیا آپ ﷺ نے اپنی چادر ان پر ڈال دی یہ اشارہ تھا کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنے لئے چن لیا ہے اور جب حضرت صفیہ آپ کے خیمہ میں داخل ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''تیرا باپ میرے لئے یہودیوں میں سب سے زیادہ عداوت رکھتا تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ختم کر دیا۔''

تو صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

''کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے اگر اسلام کو اختیار کرو گی تو میں تمہیں اپنے لئے روک لوں گا اور اگر یہودیت کو اختیار کرتی ہو تو ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں آزاد کر دوں تا کہ تم اپنی قوم میں واپس چلی جاؤ۔ تو حضرت صفیہ نے کہا، یا رسول اللہ میں اسلام کو پسند کرتی ہوں اور جب میں آپ کے لشکر کی طرف لائی جا رہی تھی تو آپ کی دعوت سے پہلے ہی میں نے آپ کی تصدیق کی ہے مجھے یہودیت میں جانے کی کوئی خواہش نہیں اور نہ ہی اب وہاں میرا باپ یا کوئی بھائی ہے، اب جب آپ نے مجھے یہودیت اور اسلام میں سے

کسی ایک کو چننے کا اختیار دیا ہے تو اللہ اور اس کا رسول مجھے آزادی اور واپسی سے زیادہ پسند ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنے لئے چن لیا۔
مسلمانوں کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آپ ﷺ انہیں باندی بنائیں گے یا نکاح کریں گے مگر جب آپ ﷺ نے انہیں چادر اوڑھائی تو لوگ سمجھ گئے کہ آپ ﷺ ان سے شادی کریں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ ﷺ نے حضرت صفیہ کو لیا تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں مجھ سے رغبت ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ اس بات کی تمنا تو میں حالت شرک میں بھی کرتی تھی تو اب جب کہ اللہ نے مجھے اسلام میں جگہ عطا فرما دی ہے کیا ایسا نہ ہوگا؟ اس پر آنحضرت ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور ان سے نکاح فرما لیا۔
آنحضرت ﷺ سے نکاح:۔ جب خیبر فتح ہو چکا اور لشکر کوچ کر گیا تو صفیہ بھی پاک ہو گئیں تو آنحضرت ﷺ نے انہیں سوار کرایا اور چل پڑے، جب لشکر ''قبار'' نامی جگہ پر پہنچا تو آپ ﷺ نے وہاں شب عروسی کرنے کا فیصلہ کیا مگر حضرت صفیہ نے انکار کر دیا۔ یہ جگہ خیبر سے چھ میل کے فاصلے پر تھی تو اس بات سے آنحضرت ﷺ نے کچھ ناگواری محسوس فرمائی جب ''صہباء'' نامی جگہ پر پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے ''ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' کو حکم دیا کہ دلہن کو تیار کرو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صفیہ کا بناؤ سنگھار کیا اور دلہن بنا دیا ان کے چہرے کی ضیاء آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی حتیٰ کہ ام سنان نے کہہ ہی دیا کہ اتنا روشن چہرہ انہوں نے پہلے نہیں دیکھا آنحضرت ﷺ نے وہاں شب عروسی فرمائی۔
یہاں آپ ﷺ نے حضرت صفیہ سے ''تبار'' نامی جگہ پر دلہن بننے سے انکار کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ''میں یہود کے نزدیک ہونے سے ڈر رہی تھی۔'' اس جواب پر آنحضرت ﷺ مسکرائے اور وہ ناگواری ختم ہو گئی۔

اس رات حضرت ابوایوب انصاری نہیں سوئے۔ پوری رات آنحضرت ﷺ کے خیمے کے گرد پہرہ دیتے رہے۔ آنحضرت ﷺ نے خیمہ کے قریب قدموں کی آہٹ سنی تو فرمایا کون ہے؟ جواب ملا ''خالد بن زید'' (حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل نام ہے) آپ ﷺ نے بعد میں پوچھا تم کیا کر رہے ہو یہاں؟ انہوں نے بتایا کہ میں اس لڑکی کے خوف سے پوری رات نہیں سویا کہ جس کے باپ، شوہر اور قوم والے قتل ہوئے ہیں کہیں یہ

آپ کو نقصان نہ پہنچا دے تو آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

''اے اللہ! ابوایوب کی اس طرح حفاظت فرما جیسے اس نے رات جاگ کر ہماری حفاظت کی ہے۔''

حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اندیشہ بے بات نہیں تھا مسلمان آج تک سلام بن مشکم کی بیوی زینب یہودیہ کے اس کریہہ فعل کو نہ بھولے تھے جو اس نے مسلمانوں اور آنحضرت ﷺ کی دعوت میں زہریلی بکری کھلا دی تھی آنحضرت ﷺ نے تو لقمہ لیتے ہی تھوک دیا تھا اور فرمایا کہ یہ ہڈی مجھے بتا رہی ہے کہ یہ زہریلی ہے۔ البتہ ایک صحابی بشر بن براء اس کے کھانے سے شہید ہو گئے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی سواری مدینہ پہنچی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں حضرت صفیہ کی اونٹنی بدک گئی اور حضرت صفیہ گر گئیں تو آنحضرت ﷺ نے ان پر پردہ کیا، عورتوں کو موقع مل گیا انہوں نے کہا اللہ اس یہودیہ کو دور کرے (۱) ازواج مطہرات کی باندیاں انہیں دیکھنے آئیں اور حضرت صفیہ کو گرنے پر برا بھلا کہتیں اس پر آنحضرت ﷺ نے فیصلہ کیا کہ فی الحال انہیں دوسری ازواج کے ساتھ نہ رکھا جائے لہذا حارثہ بن نعمان کے گھر میں انہیں ٹھہرایا۔

انصاری خواتین کو بھی نئی حسین وجمیل زوجہ کے بارے میں پتہ چلا تو وہ بھی انہیں دیکھنے آتی رہیں، اتنے میں آنحضرت ﷺ کی نظروں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہچان لیا وہ نقاب پہنے چپکے چپکے چلتی جا رہی تھیں آپ ان کے پیچھے پیچھے چلتے حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ''حارثہ بن نعمان'' کے گھر میں داخل ہوئیں اور حضرت صفیہ کو دیکھا۔ جب وہ دیکھ کر نکلیں تو آنحضرت ﷺ نے مسکراتے ہوئے ان کی چادر پکڑ لی اور پوچھا، اے سرخ رنگت والی! دلہن کیسی لگی؟ انہوں نے طنطنا کر جواب دیا کہ ''یہودی لگی ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کہو یہ مسلمان ہو چکی ہے اور اس کا ایمان اچھا ہے۔

پھر حضرت صفیہ دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ بیت نبوت ﷺ میں آ گئیں، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہیں مگر ازواج مطہرات سے انہیں تعریض سننے کو ملتی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

(۱) صحیح مسلم (۲ص ۱۰۲۸)۔ (۲) صحیح مسلم (ص ۱۳۶۵)

عنہا و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو انہیں اونچی آواز میں سنا دیتیں اور ان کی رگوں میں دوڑنے والے یہودی خون پر تعریض کر دیتیں۔

حضرت صفیہ کو جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ باتیں پہنچیں کہ وہ قریشی و عربی افضل نسب والی ہونے پر ان کی سامنے فخر کرتی ہیں تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس بات کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''تم ایسا کیوں نہیں کہہ دیتیں کہ تم دونوں مجھ سے کس طرح بہتر ہو سکتی ہو؟ میرے شوہر محمد رسول اللہ اور باپ ہارون اور چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔''

آنحضرت ﷺ کی یہ باتیں حضرت صفیہ کو ٹھنڈک اور سلامتی پہنچاتیں اور آپ ﷺ ان کی اجنبیت کا احساس فرماتے اور جب فرصت میسر آتی ان کی بے وطنی کے احساس کو کم کرنے کی کوشش فرماتے۔

مروی ہے کہ ایک سفر میں حضرت صفیہ اور حضرت زینب آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا اور حضرت زینب کے پاس ایک اونٹ فاضل تھا تو آپ ﷺ نے انہیں صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک اونٹ دینے کے لئے فرمایا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں کہہ دیا کہ ''میں اس یہودن کو اپنا اونٹ دوں؟'' تو اس پر آنحضرت ﷺ نے ان سے ناراض ہو گئے اور سرزنش کے طور پر دو تین ماہ ان سے ترک تعلق کر دیا۔

حضرت صفیہ کو آنحضرت ﷺ سے بڑی محبت تھی آنحضرت ﷺ کے مرض وفات میں جب یہ سب آپ ﷺ کے گرد جمع تھیں تو حضرت صفیہ ﷺ نے کہا ''اے نبی اللہ! واللہ میں چاہتی ہوں کہ آپ کی تکلیف مجھے ہو، آپ کو نہ ہو'' تو کچھ ازواج نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ جاؤ کلی کر کے آؤ۔ انہوں نے گھبرا کر پوچھا کس وجہ سے کلی کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اس اشارے کی وجہ سے۔ واللہ صفیہ سچ کہہ رہی ہے۔''

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زہد و سخاوت: کچھ لوگ حضرت صفیہ کے حجرے میں ذکر کرتے اور قرآن پڑھ رہے تھے آپ نے آواز لگائی کہ سجود اور تلاوت تو ہوا ہی ہے مگر رونے کی آواز نہیں آ رہی۔ (یعنی اللہ کی یاد میں رونا ضروری ہے۔)

حضرت صفیہ کی باندی نے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں جا کر کہا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہفتہ کے دن کو پسند کرتی ہیں اور یہودیوں سے صلہ رحمی بھی کرتی ہیں (یعنی اس نے ''یہودیت'' کی طرف میلان بتایا) تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے معلوم کرنے کسی کو بھیجا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہفتہ کے دن سے میں محبت نہیں کرتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے بدلے جمعہ عطا فرمادیا ہے اور یہودیوں میں چونکہ رشتہ داری ہے اس لئے ان سے صلہ رحمی کرتی ہوں۔

پھر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باندی سے پوچھا کہ یہ الزام تو نے کیوں لگایا تو اس نے کہا کہ شیطان نے بہکادیا تھا حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ''جا تو آزاد ہے۔''

آخرت کا سفر: حضرت صفیہ اس سیاسی معرکہ میں شامل تھیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں رونما ہوا آپ نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت جاری رکھی اور اپنے اور ان کے گھر کے درمیان ایک خفیہ راستہ نکال رکھا تھا جس کے ذریعے وہ انہیں کھانا اور پانی ان کے حصار کے دنوں میں پہنچایا کرتی تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث بھی صحاح ستہ میں موجود ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔

حضرت صفیہ ۵۰ ہجری کے لگ بھگ خالق حقیقی سے جاملیں اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت تھا انہیں دوسری امہات المومنین کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ رملہ بنت ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس ہیں ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس ہے جو حضرت عثمان بن عفان کی پھوپھی تھیں۔

نکاح:۔ ان کا نکاح عبید اللہ بن جحش بن ریاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن اسد بن خزیمہ سے ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکی ''حبیبہ'' بھی پیدا ہوئی تھی اسی کے نام کی کنیت آپ نے اختیار کی۔ عبید اللہ اور ام حبیبہ نے حبشہ کی جانب ہجرت بھی کی تھی مگر عبید اللہ وہاں جا کر مرتد ہو گیا اور نصرانی مذہب اختیار کر لیا اور حبشہ ہی میں اس کا انتقال ہوا۔ مگر ام حبیبہ اپنے

اسلام پر قائم رہیں اور اس بے وطنی میں غم، رنج اور حسرت کے ساتھ خصوصاً اپنے شوہر کے ارتداد کے غم کے ساتھ وہیں مقیم رہیں۔

ہجرت میں ان کی مشکلات: حضرت ام حبیبہ نے اس شخص کے ارتداد سے رسوائی محسوس کی جو ان کا شوہر اور ان کی بیٹی کا باپ تھا لہذا انہوں نے خود کو گھر میں مقید کر دیا لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اب ان کے پاس وطن واپسی کے لئے بھی کوئی راستہ نہ تھا کیونکہ وہاں ان کا باپ کھلم کھلا اس نبی سے جنگ کا اعلان کر چکا تھا جس پر یہ ایمان لائی تھیں۔

اسی طرح غم و حزن میں کافی دن ہو گئے تھے اچانک انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر کسی کی آہٹ سنی کوئی آنے کی اجازت مانگ رہا تھا یہ بادشاہ نجاشی کی ایک باندی تھی دروازہ کھلنے پر وہ اندر آئی اور نجاشی کا ایک خط دیا جس میں لکھا تھا۔

''بادشاہ کی طرف سے پیغام ہے کہ کسی شخص کو اپنا وکیل بنالو جو نبی عرب ﷺ سے تمہارا نکاح کرادے نبی عرب ﷺ نے تمہیں پیغام نکاح دیا ہے۔''

''رملہ'' نے اپنی عقل پر زور دیا تو انہیں باندی کی بات کا یقین آ گیا اور انہوں نے اس خوشخبری پر اپنے چاندی کے کنگن اتار کر باندی کو عطا کر دیئے اور حضرت خالد بن سعید بن العاص کے پاس نکاح کا وکیل بننے کے لئے پیغام بھیجا، اور رات کے وقت بادشاہ نجاشی نے حبشہ میں موجود مسلمانوں کو بلایا ان میں آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب، اور رملہ کے وکیل نکاح حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے نجاشی نے ان سب کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ کا والا نامہ پڑھا اور کہا۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے لکھا ہے کہ میں ام حبیبہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دوں تو لہذا ان کے حکم کی تعمیل میں ان کا نکاح کرتا ہوں اور ان کی طرف سے چار سو دینار مہر کے طور پر دیتا ہوں۔

حضرت خالد بن سعید نے کھڑے ہو کر کہا میں بھی ارشاد نبوی ﷺ کی تعمیل کرتا ہوں اس کے بعد نجاشی نے یہ کہہ کر ولیمہ کا اہتمام کیا کہ بیٹھے رہو انبیاء کرام کی سنت یہ ہے کہ جب وہ شادی کرتے ہیں تو شادی کا کھانا کھلاتے ہیں۔ اس رات ام حبیبہ بڑی خوش اور مطمئن سوئیں انہیں اللہ تعالیٰ نے انعام دیا کہ آج رات سے وہ ام المومنین بن گئیں۔

بادشاہ کی باندیاں بادشاہ کی بیویوں کے ہدایا لے کر آئیں جن میں عود، عنبر اور دوسری خوشبوئیں تھیں جنہیں ام حبیبہ نے شکریئے کے قبول کر لیا اور انہیں محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ

وہ یہ سب چیزیں اپنے ساتھ آنحضرت ﷺ کے گھر لے آئیں آپ ﷺ ان کے پاس حبشہ کی خوشبوئیں دیکھا کرتے اور نکیر نہیں فرماتے تھے۔

مدینے آمد:۔ جب نبی کریم ﷺ خیبر فتح فرما کر مدینے تشریف لائے اور بنونضیر کی شہزادی سے نکاح ہوا اور یہود سے حاصل ہونے والی غنیمت ان کے سامنے تھی تو ایک اور خوشخبری ان کا انتظار کر رہی تھی حبشہ کے مہاجرین "عمرو بن امیہ ضمری کی قیادت میں، جنہیں آنحضرت ﷺ نے نجاشی کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ مہاجرین کو لے کر مدینے پہنچ جائیں" مدینے پہنچ چکے تھے آنحضرت ﷺ تیزی سے اپنی سواری سے اترے اور اپنے چچازاد بھائی سے معانقہ فرمایا اور گویا ہوئے۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ فتح خیبر سے خوشی کا اظہار کروں یا جعفر کے آنے پر۔"
(سیرت ابن ہشام ص ۴/۳)

اور انہی مہاجروں میں ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی شامل تھیں جنہیں آنحضرت ﷺ اپنے گھر لے گئے اس نکاح کو کئی سال گذر چکے تھے اور یہ حبشہ میں تھیں۔ نئے گھر میں بیت نبوت کی خواتین نے ان کا استقبال کیا، اس وقت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس کے قریب تھی ان میں کوئی دوسری ازواج کی طرح حسن و جمال کی خوبی نہ تھی لیکن یہ قریش کے سردار اور قائد کی بیٹی تھیں جب ابوسفیان کو اس نکاح کی خبر ملی تو اس نے اس کو بڑا سمجھا اور کہا کہ یہ وہ نر ہے جس کی ناک میں زخم نہیں لگایا جاتا۔(۱)

ابوسفیان کے ساتھ سلوک: جب قریش نے حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تو اس کے سرداروں نے آپس میں مشورہ کیا اور طے کیا کہ ایک وفد رسول اللہ کی خدمت میں جا کر ان سے معاہدے کی تجدید اور دس سال تک اس میں توسیع کرالی جائے وفد کی قیادت ابوسفیان کرے گا۔ چنانچہ ابوسفیان مدینے گئے اور آنحضرت سے بات چیت کی مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ وہاں سے اٹھ کر اپنی بیٹی ام حبیبہ کے پاس آئے اور وہاں بچھے ہوئے بستر پر بیٹھنا چاہا تو حضرت ام حبیبہ نے اسے فوراً لپیٹ دیا ابوسفیان نے بڑے تحمل سے پوچھا

(۱) یہ وہ الفاظ ہے جو حضرت خدیجہ کے پیغام نکاح کی وقت ورقہ بن نوفل نے آنحضرت ﷺ کے لئے کہے تھے۔ دراصل یہ محاورہ ہے اور عربوں کی عادت تھی کہ اچھی نسل اور بری نسل کے اونٹ میں فرق کرنے کے لئے بری نسل والے اونٹ کی ناک چھید دیتے اور اچھی نسل والے کی نہیں، اس لئے مجازاً اچھے رشتے کے لے استعمال ہونے لگا۔

میری بچی تم نے بستر لپیٹ دیا کیا میں اس کے لائق نہیں ہوں یا یہ میرے لائق نہیں ہے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے رسول کا بستر ہے اور تم ایک ناپاک مشرک شخص ہو میں نہیں چاہتی کہ تم اس پر بیٹھو تو ابوسفیان غصہ میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ بیٹی تجھے میرے بعد ضرور نقصان پہنچے گا۔

اور پھر ابوسفیان ابوبکر پھر عمر پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس آئے اور رسول اللہ سے بات کرنے کی درخواست کی مگر ان میں سے ہر ایک نے انکار کر دیا لہذا ابوسفیان ناکام ہو کر مکہ چلے گئے اور وہ بے چین تھے اس کے بعد آنحضرت ﷺ دس ہزار بہادروں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور ام حبیبہ نے فتح مکہ اور اپنے والد ابوسفیان کے مسلمان ہونے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کی عزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا۔

''جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اسے امن ہے۔''

سنت نبوی کی اتباع:۔ حضرت صفیہ کہتی ہیں کہ جب ام حبیبہ کے والد ابوسفیان کا انتقال ہوا تو انہوں نے تین دن بعد خوشبو منگا کر اپنے ہاتھوں اور چہرے پر لگائی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی مگر میں نے آنحضرت سے سنا تھا انہوں نے فرمایا کہ

''جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے وہ کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ غم نہ کرے اور اپنے شوہر کا چار ماہ دس دن سوگ کرے۔''

اسی طرح ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جو شخص دن اور رات میں بارہ رکعت پڑھے اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔'' فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے یہ سنا آج تک ان بارہ رکعتوں کو نہیں چھوڑا۔

وفات: جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلوایا اور انہیں کہا کہ ''ہم سوکنوں کے درمیان جو کھینچا تانی ہوتی رہی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اور مجھ کو معاف کر دے۔'' تو حضرت عائشہ نے بھی انہیں صدق دل سے بری کر دیا اور ان کے لئے استغفار کیا، تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چہرہ روشن ہو گیا انہوں نے سرگوشی میں فرمایا۔ تو نے مجھے خوش کیا ہے اللہ تجھے خوش رکھے۔ انہوں نے اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلوا کر بھی کہا۔

پھر وہ سلامتی کے ساتھ ہمیشہ کی نیند سو گئیں اور انہیں جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا یہ ۴۴ ہجری کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت ام حبیبہ سے راضی ہو اور ان پر رحمت فرمائے۔

حضرت میمونہ بنت الحارث:

یہ حارث بن حزن بن بجیر بن الھرم بن روبیہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصہ کی بیٹی ہیں ان کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث ہے ان کا نام "برہ" تھا آنحضرت ﷺ نے نکاح کے بعد میمونہ رکھ دیا۔

ان کا پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے نکاح ہوا تھا اور جدائی ہو گئی تھی اس کے بعد ابورھم بن عبدالعزی بن ابی قیس سے نکاح ہوا اور اس کا انتقال ہو گیا تھا۔

آنحضرت ﷺ سے نکاح: ۔ رسول اللہ ﷺ نے میمونہ بنت حارث سے شوال ۷ ہجری میں نکاح کیا، یہ وہ سال ہے جس میں آپ ﷺ اپنی اونٹنی "القصواء" پر سوار ہو کر ایک ہزار مہاجرین وانصار کو لئے کعبۃ اللہ "عمرۃ القضاء" کے لئے تشریف لے گئے تھے اس دن مکہ کفار سے خالی تھا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوا۔

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچ کر دکھایا کہ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے امن کے ساتھ، کچھ سر منڈائے ہوں گے کچھ چھوٹے بال کرائے ہوں گے تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا" (سورۃ الفتح آیت نمبر ۲۷)

حرم میں داخل ہونے والا ہر شخص یہ دعا پڑھتا تھا۔

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی، اپنے لشکر کو غالب کیا، اور لشکروں کو اکیلے شکست دی۔"

برہ (حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی ماں کی طرف سے یہ بہنیں تھیں۔

(۱) زینب بنت خزیمہ الہلالیہ ام المومنین۔

(۲) اسماء بنت عمیس، زوجہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب ان کے بعد زوجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۳) سلمٰی بنت عمیس، زوجہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب۔

(۴)ام الفضل، زوجہ عباس بن عبدالمطلب۔

اوران سب کی والدہ ہند بنت عوف تھیں جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ دامادوں کے اعتبار سے یہ سب سے معزز "بڑی بی" تھیں ان کے دامادوں میں آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت حمزہ، عباس، حضرت جعفر وعلی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی بہن ام الفضل زوجہ حضرت عباس سے اپنے قلبی جھکاؤ کا ذکر کیا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے نکاح کرنا چاہتی ہیں۔ تو یہ بات ام الفضل نے حضرت عباس سے کہی انہوں نے بلا تردد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ بات عرض کر دی آنحضرت ﷺ نے منظور فرمالیا اور چار سو درہم مہر پر نکاح ہو گیا۔ آپ ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح لے کر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت میمونہ کے بہنوئی ہیں تشریف لے گئے اوران کی طرف سے حضرت عباس ولی بنے۔

ایک روایت کے مطابق یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے خود کو آنحضرت ﷺ کے لئے ہبہ کر دیا تھا۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

"اور کوئی مومنہ خود کو نبی کے لئے ہبہ کر دے تو اگر نبی چاہے تو اس سے خود نکاح کر لے یہ صرف تیرے لئے ہے مومنوں کے علاوہ۔" (الاحزاب آیت نمبر ۵۰)

معاہدہ حدیبیہ کے تحت وہ تین دن جن میں مسلمانوں کو مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت تھی۔ ان کا اختتام نزدیک تھا آنحضرت ﷺ چاہتے تھے کہ مکہ والے انہیں اجازت دے دیں تو نکاح بخیر انجام پا جائے، قریش والے آپ سے مکہ چھوڑنے کا مطالبہ کرنے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم ہمیں یہاں اور رکنے دو تو میں یہیں نکاح کر کے آپ لوگوں کے لئے ولیمہ کا کھانا تیار کرواؤں اور سب لوگ کھائیں گے تو ان لوگوں نے بڑی بے رخی سے جواب دیا" کہ ہمیں آپ کے ولیمہ کی ضرورت نہیں، آپ لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔"

آنحضرت ﷺ یہ اس لئے چاہ رہے تھے کہ ان لوگوں کے دل میں اسلام لانے کی کوئی صورت بن جائے۔ یہ لوگ تو اپنے کفر پر حسد اور عناد کے ساتھ ڈٹے ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ وہاں سے چل پڑے اور "سرف" نامی مقام پر شوال میں شب عروسی ہوئی پھر آنحضرت ﷺ مدینے چل پڑے اور اپنی زوجہ کا نام "میمونہ" رکھا، حضرت میمونہ بیت نبوت میں داخل ہو گئیں اور انہوں نے اپنی دنیا کے بدلے "اسلام، اللہ اور رسول ﷺ پر

قناعت کرلی"۔

ان کا نکاح ایک شرعی مسئلہ کی دلیل: میمون بن مہران سے مروی ہے کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ یزید بن الاصم سے پوچھو کہ حضرت میمونہ سے نکاح آنحضرت نے احرام کی حالت میں کیا تھا یا کہ حلال ہونے کے بعد تو یزید بن اصم نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے نکاح اور زفاف حلال ہونے کی حالت میں کئے۔

عطاء خراسانی سے مروی ہے عکرمہ اس بات کے قائل تھے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت میمونہ سے احرام کی حالت میں نکاح فرمایا۔(۱)

حضرت میمونہ نے آنحضرت ﷺ سے (۷۶) چھتر احادیث نقل فرمائیں جن میں صحیحین میں تیرہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔

وفات: جب آنحضرت ﷺ رفیق اعلیٰ منتقل ہوگئے تو حضرت میمونہ اسی نکاح میمون کی یادوں میں زندہ رہیں جس کی وجہ سے وہ خیر البشر ﷺ سے منسلک ہوئیں اور اس مبارک جگہ سرف سے انہیں بہت لگاؤ تھا۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے وفات کے بعد سرف میں دفن کیا جائے چنانچہ حضرت عباس نے ان کا جنازہ پڑھایا اور یہ سرف میں مدفون ہوئیں۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ ماریہ بنت شمعون قبطیہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی باندی اور آپ کے صاحبزادے کی ماں تھیں مصر میں حفن نامی بستی میں پیدا ہوئیں "اعلام النساء" میں لکھا ہے کہ ماریہ اپنے زمانے کی فاضل خاتون تھیں ان کی والدہ رومی تھیں ماریہ سرخ سفید اور خوبصورت تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مصر کے بادشاہ مقوقس کو خط لکھا اور حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں بھیجا کہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط محمد بن عبداللہ کی طرف سے قبط کے عظیم بادشاہ مقوقس کی طرف ہے سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔

---

(۱) یہ مسئلہ فقہا کے مابین مختلف فیہ ہے چنانچہ دونوں جانب سے دلائل ہیں اور احناف اس بات کے قائل ہیں کہ نکاح احرام کی حالت میں اور زفاف حلال ہونے کی حالت میں ہوا تھا۔ (مترجم) نیز ان کی تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے سیرت ابن ہشام (ص ۳۷۷)۔

اما بعد، میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ بچ جاؤ گے اور اللہ تمہیں دو اجر عطا فرمائے گا اور اگر روگردانی کرو گے تو قبط کا گناہ تجھ پر ہوگا۔اے اہل کتاب آؤ اسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بنائے۔

مقوقس نے اپنے کاتب کو بلا کر نامہ مبارک کا جواب تحریر کروایا۔اما بعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور جسے آپ نے ذکر کیا ہے اسے اور آپ کی دعوت کو سمجھ گیا، میری معلومات کے مطابق جو نبی باقی ہے وہ شام سے نکلے گا۔میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا ہے اور آپ کے لئے دو باندیاں بھیج رہا ہوں جو قبطیوں میں بڑے مقام و مرتبے کی مالک ہیں کپڑے اور سواری بھی ہے۔والسلام۔

حضرت حاطب ان باندیوں ماریہ اور ان کی بہن سیرین کو لے کر چلے اور راستے میں انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہوگئیں، سواری مدینہ پہنچی تو اس وقت آنحضرت ﷺ حدیبیہ سے تشریف لا چکے تھے انہیں مقوقس کا خط اور مصر کے تحفے ملے جو کہ دو باندیاں، ایک ہزار مثقال سونا، بیس مصر کے بنے ہوئے کپڑے اور ایک خوبصورت خچر تھا۔آپ ﷺ نے حضرت ماریہ کو اپنے پاس رکھ لیا اور ان کی بہن "سیرین" کو حضرت حسان بن ثابت کو دے دیا۔اور انہیں حارثہ بن نعمان کے گھر میں مسجد کے قریب ٹھہرایا۔

ماریہ آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں: رسول اللہ ﷺ کو "ابراہیم" کی ماں بہت پسند تھیں آپ ﷺ نے انہیں "عالیہ" نامی جگہ میں رکھا اور وہاں آتے جاتے رہتے، ان کو پردہ لازم تھا اور باندی کا فراش حاصل تھا۔

زوجیت کے دوسرے سال میں ماریہ کو جنین کی موجودگی کا احساس ہوا تو انہوں نے یہ خوشخبری آنحضرت ﷺ کو دی آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ جس نے ان پر یہ احسان کر کے ان کی عزیز ترین بیٹی زینب کے غم کے بدلے یہ عنایت فرما دیا۔زینب سے قبل رقیہ اور ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) بھی انتقال کر چکیں تھیں۔اور مدینے میں بھی یہ خبر گشت کرنے لگی کہ بیت نبوت کو ماریہ قبطیہ کے مولود کا انتظار ہے۔

ذی الحجہ ۸ ہجری میں حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تولد ہوئے ان کی مرضعہ "ام بردہ بن منذر بن یدبن النجار" تھیں۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیم پیدا

ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ماریہ کو اس کے بیٹے نے آزاد کروالیا۔"

حضرت ماریہ کے لئے یہ انتہائی خوش بختی کی بات تھی کہ اللہ نے ان کے ذریعے اپنے رسول کو بیٹے کا تحفہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائی، اور حضرت خدیجہ سے پیدا ہونے والے بچوں کا پرسا دیا ہے۔

حضرت ماریہ، ازواج مطہرات کی غیرت سے بچ نہ پائیں، خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ غیرت ماریہ پر آتی تھی اور وہ بہت خوبصورت بھی تھی آنحضرت ﷺ نے انہیں پہلے حارثہ کے اس گھر میں رکھا جو پہلے پڑتا تھا جب عین نے شور کیا تو آپ ﷺ اسے "عالیہ" نامی جگہ لے گئے اور وہاں بھی آنا جانا جاری رکھا یہ اور تکلیف دہ تھا۔ پھر اللہ نے انہیں اولاد دے دی۔

امہات المومنین کی یہ غیرت اتنی سخت نہ تھی جتنا کہ وہ الزام جو بعض اہل مدینہ نے ان پر ایک مصری غلام "مابوا" سے لگا دیا تھا۔ یہ غلام حضرت ماریہ کی خدمت کے لئے آتا اور انہیں پانی اور ایندھن لا کر دیتا تھا، اللہ سے ان نہ ڈرنے والے لوگوں نے کہہ دیا کہ، یہ عجمی غلام اس عجمی باندی کی پاس آتا ہے (غلط ارادے سے۔)

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس طوفانی الزام سے برأت میں دیر نہ لگائی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک شخص کو آنحضرت ﷺ کی ام ولد سے متہم کیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ "جاؤ اس شخص کی گردن اڑا دو۔" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے تو اس وقت وہ ایک کنوئیں میں نہا رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کہا کہ باہر نکلو، اس نے اپنا ہاتھ حضرت علی کو پکڑایا حضرت علی نے اسے کھینچا تو برہنہ حالت میں وہ باہر آ گیا۔ حضرت علی کی اچانک نظر پڑی تو اس کا عضو خاص کٹا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قتل نہ کیا اور آ کر خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شخص "مجبوب" ہے۔

حضرت ماریہ کی وجہ سے نزول قرآن: قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت حفصہ کے گھر میں حضرت ماریہ سے خلوت کی جب وہاں سے نکلے تو حضرت حفصہ دروازے پر بیٹھی تھیں انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا میری باری پر میرے ہی گھر میں باندی آ گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات کسی کو نہ کہنا۔ اب یہ باندی مجھ پر

حرام ہے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے حلف لیا تو آپ ﷺ نے انہیں کبھی نہ چھونے کی قسم کھالی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

"اے نبی ان چیزوں کو کیوں حرام کرتے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔" (التحریم آیت نمبر۱)

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات: ابھی ابراہیمؓ دو سال کے بھی نہ ہوئے تھے کہ انہیں بیماری نے آگھیرا ان کی والدہ بڑی پریشان تھیں وہ ان کے بستر کے گرد جاگتی رہتیں لیکن ان کی زندگی کا چراغ آہستہ آہستہ بجھتا جارہا تھا، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس معصوم کو گود میں لے کر بیٹھ گئے چار و ناچار فرماتے لگے۔

"اے ابراہیم ہم اللہ کی فیصلے سے تجھے نہیں بچا سکتے۔"

آپ کی آنکھیں بہنے لگیں آپ ﷺ اپنے بیٹے کو موت کے منہ میں جاتا دیکھ رہے تھے آپ نے جھک کر ان کا بوسہ لیا اور فرمایا۔

"اے ابراہیم، اگر اللہ تعالیٰ کا حکم حق نہ ہوتا، وعدہ سچا نہ ہوتا کہ ہمارے بعد والے پہلوں سے جاملیں گے تو ہم ایسا غم کرتے تو اس غم سے زیادہ شدید ہوتا، اور ہم اے ابراہیم تیری جدائی پر مغموم ہیں۔ آنکھ رو رہی ہے، دل رنجیدہ ہے اور ہم رب کو ناراض کرنے والے کلمات نہیں کہہ سکتے۔" (الاستیعاب ص ۱/۱۵۶)

اور آپ ﷺ نے حضرت ماریہ کو دلاسا دیتے ہوئے فرمایا کہ، ابراہیم میرا بیٹا ہے اور یہ دودھ پیتا ہوا انتقال کر رہا ہے اس کے لئے دو "دایہ" ہیں جو جنت میں اس کی مدت رضاعت پوری کریں گی۔

چنانچہ معصوم ابراہیم وفات پا گئے انہیں جنت البقیع میں آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے دفن کیا اور مٹی ڈالی اور لے جانے والے پھر مدینے کو لوٹے تو سورج گرہن ہوگیا کسی کہنے والے نے کہا کہ سورج ابراہیم کے غم میں بے نور ہوگیا ہے یہ بات آنحضرت ﷺ نے بھی سن لی تو صحابہ سے فرمایا کہ "سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت یا زندگی سے گرہن نہیں ہوتے۔" (مسلم شریف ۲ ص ۶۱۳)

ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ آنحضرت ﷺ بھی ۱۰ ہجری میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے بعد پانچ

سال زندہ رہیں اور گوشہ نشین ہو گئیں وہ صرف اپنی بہن سیرین سے ملتیں یا روضہ اطہر پر حاضری دیتیں یا معصوم ابراہیم کی لحد پر چلی جاتیں۔

۱۶ ہجری میں وفات ہو گئی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا جنازہ پڑھایا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت ماریہ کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ مصر اور جزیرہ عرب کے مابین قیامت تک کے لئے ایک مضبوط واسطہ بن گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ

"اہل ذمہ اور اہل مدرہ سیاہ فاموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا ان کو بھی نسبا اور مہر حاصل ہے۔"

مسلم شریف میں ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب تم مصر فتح کرلو گے اہلیان مصر سے احسان کا معاملہ کرنا کیونکہ ان کو ذمہ اور رحم حاصل ہے۔

حضرت اسماء بنت النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ اسماء بنت نعمان بن ابی الجون بن اسود بن حارث بن شراحیل بن جون بن آکل المرار الکندی ہیں۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۴۲/۸)

آنحضرت ﷺ سے نکاح: آنحضرت ﷺ نے ربیع الاول ۹ ہجری میں کندیہ سے نکاح فرمایا اس کا واقعہ یہ ہے کہ نعمان بن ابوالجون الکندی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کا نکاح عرب کی بے انتہا خوبصورت خاتون سے کرانا چاہتا ہوں جن کا نکاح پہلے اپنے چچازاد سے ہوا تھا، اس کے انتقال سے وہ بیوہ ہو گئی ہے اور آپ کے نکاح میں آنا چاہتی ہے اور اس نے پیغام نکاح بھیجا ہے تو آنحضرت ﷺ نے ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کے مہر پر اس سے نکاح کر لیا تو نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اس کا مہر کم نہ رکھئے۔ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں نے اس سے زیادہ مہر پر اپنا یا اپنی بیٹی کا نکاح بھی نہیں کیا۔ تو نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کسی کو بھیج دیں جو اسے جا کر لے آئے میں اسے ساتھ لے جا کر آپ کی زوجہ کو اس کے ہاتھ بھیج دوں گا۔ آپ ﷺ نے ابواسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دیا۔

وہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر مدینہ پہنچ گئے جب عورتوں کو ان کے حسن و جمال کا پتہ چلا تو اسے دیکھنے آئیں اور اسے رسوا کرنے کے لئے بعض ازواج مطہرات نے کہہ دیا کہ ''جب آنحضرت ﷺ تیرے پاس آئیں تو اللہ کی پناہ مانگنا وہ اس سے خوش ہوں گے۔''

تو جب آنحضرت ﷺ ان کے پاس آئے اور ان کی طرف بڑھے تو اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے بہت بڑی پناہ طلب کی ہے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے واپس اس کی قوم میں بھیج دیا جائے۔

بعد میں آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ اس نے ایسے کلمات کیوں کہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ عورتیں حضرت یوسفؑ والی عورتیں ہیں، ان کا مکر بہت بڑا ہے۔

وفات: اسماء بنت نعمان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں وفات پا گئیں۔ یہ لگ بھگ ۳۰ ہجری کی بات ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ سے جدائی کے غم میں فوت ہوئیں۔ (۱)

قتیلہ بنت قیس

یہ قتیلہ بنت قیس ہیں جو اشعث بن قیس بن معدیکرب کی بہن ہیں آپ ﷺ نے ان سے گیارہ ہجری میں نکاح فرمایا اور ان کے اپنے شہر ''حضرموت'' سے مدینہ آنے سے پہلے آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔

ایک روایت کے مطابق کہا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انتقال سے قبل انہیں اختیار دے دیا تھا کہ اگر یہ چاہیں تو پردہ اختیار کر کے امہات المومنین میں داخل ہو جائیں یا پھر جدائی اختیار کر لیں اور جس سے چاہے نکاح کر لیں تو انہوں نے نکاح کو اختیار کیا اور عکرمہ بن ابی جہل سے ان کا نکاح ہوا۔

یہ بات جب حضرت ابوبکر خلیفہ المسلمین کو معلوم ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کے گھر کو آگ لگا دوں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ امہات المومنین میں سے نہیں ہیں آنحضرت ﷺ سے انہیں قربت حاصل نہیں ہو سکی تھی اور نہ ان پر پردہ لازم کیا گیا تھا۔

---

(۱) تفصیل کے لئے تہذیب ابن ہشام ص ۳۷۷ ملاحظہ فرمائیں۔

تیسرا باب

معزز صحابیات کا تذکرہ

(۴۷) اروی بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا

یہ رسول اللہ ﷺ کی قریبی رشتہ دار جلیل القدر صحابیہ ہیں یہ آنحضرت کی پھوپھی ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ کھڑے ہو کر بلند آواز سے کلمہ کہا اور آسمانی پیغام کی تائید کی یہ مکہ میں اسلام لائیں اور یہ عمیر بن وہب بن عبد قصی کی بیوی تھیں ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام طلیب تھا۔

یہ بیٹا بھی صحابیت کے شرف سے متصف ہوا اور کلمہ توحید پڑھنے والے اولین لوگوں میں شامل تھا طلیب دار ارقم گئے جہاں نور کی روشنی رسول اللہ کے دندان مبارک سے پھوٹ کر دلوں کو گرما رہی تھی اور انہیں ہدایت کے راستوں پر لے جا رہی تھی انہوں نے وہاں فوراً اپنا ہاتھ بڑھا کر آنحضرت ﷺ سے بیعت کی اور کلمہ توحید پڑھ کر قافلہ حق و ہدایت میں شامل ہو گئے۔

یہاں سے نکل کر وہ اپنی والدہ اروی بنت عبدالمطلب کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ امی جان میں کلمہ توحید پڑھ کر حضرت محمد ﷺ کے پیروکاروں میں شامل ہو گیا ہوں ماں نے کہا کہ ہمارا حق اور فرض یہ ہی ہے کہ تم اپنے ماموں زاد بھائی کے ہاتھ مضبوط کرو خدا کی قسم اگر میں بھی مردوں کی طرح طاقتور ہوتی تو اس کا اتباع کر کے اس کا سہارا بنتی تو طلیب نے کہا کہ امی جان تمہیں اسلام لانے اور ان کی اتباع کرنے سے کس نے روکا ہے؟ حالانکہ تمہارے بھائی حمزہؓ اسلام لا چکے ہیں تو اروی نے کہا کہ میں اپنی بہنوں کا طرز عمل دیکھنا چاہتی ہوں پھر ان جیسا کروں گی یہ سن کر طلیبؓ نے کہا کہ امی جان تمہیں اللہ کا واسطہ ان کے پاس جا کر اسلام قبول کرو اور تصدیق کر کے گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یہ سن کر اروی کی آنکھیں بہنے لگیں اور ان کے بیٹے کے دل کے نور نے ان کے دل کے پردے ہٹا دیئے انہوں نے فوراً کلمہ توحید پڑھ لیا اور اس طرح رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی نے بیٹے کے ساتھ دین پھیلانے اور اللہ کے رسول کی مدد کرنے کی ذمہ داری سنبھالی یہ اپنی زبان سے آنحضرت کا دفاع کر لیتیں اور اپنے بیٹے کو ان کی مدد و حمایت پر ترغیب دیتیں۔

ایک دن طلیبؓ بن عمیر جن کا دل حق سے روشن تھا کھڑے تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص عوف بن صبرہ سہمی آنحضرت ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کررہا ہے تو انہوں نے اس آدمی کو پکڑا اور اس کی خوب مرمت کی حتیٰ کہ اس کا سر پھاڑ دیا تاکہ آئندہ وہ آنحضرت کو برا بھلا نہ کہہ سکے اس طرح طلیبؓ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے کسی مشرک کو لہولہان کیا اتنے میں مشرکین آ گئے اور طلیبؓ کو پکڑ کر باندھ دیا ورابولہب نے آ کر انہیں چھڑایا اروئی کو کہا گیا کہ اپنے بیٹے کو نہیں دیکھتیں کہ جو بجائے محمد ﷺ کے خود کو مشرکین کا نشانہ بنا رہا ہے تو اروئی نے ایمان کی زبان سے جواب دیا اروئی اپنے بیٹے کی بہادری سے بہت خوش تھیں انہوں نے کہا۔

"کہ اس کا بہترین دن وہ ہے جب وہ اللہ کے پاس سچی بات لانے والے اپنے ماموں زاد بھائی کا دفاع کرے۔"

اس پر لوگوں نے کہا کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ تو بھی محمد ﷺ کی پیرو ہے اور اس کے دین پر آ گئی ہے تو اروئی نے زوردار آواز میں کہا کہ ہاں خدا کی قسم اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر بعض لوگ ابولہب کے پاس گئے اور کہا کہ تمہاری بہن اروئیؓ اپنے دین سے پھر گئی ہے یہ سن کر ابولہب غصہ میں بھرا ہوا ان کے پاس آیا اور بولا حیرت ہے تو محمد ﷺ کے پیچھے پڑ کر اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین سے پھر گئی ہے تو حضرت اروئیؓ نے اسے جواب دیا کہ تمہارا تو فرض بنتا ہے کہ تم اپنے بھتیجے کا دفاع کر کے ان کا سہارا بنو اگر اس کا دین غالب ہو جائے تو تمہاری مرضی کہ تم اپنے دین پر قائم رہو یا اس کے دین پر آ جاؤ اگر اپنے دین پر قائم رہو گے تو تم بھتیجے کا حق ادا کر چکے ہو گے۔ میں تو مسلمان ہو چکی ہوں تو ابولہب نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ہمارے پاس پوری عرب کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے محمد تو نیا دین لے کر آیا ہے یہ کہہ کر ابولہب غصہ میں نکل گیا اور وہ دیکھتا رہتا کہ اس کی بہن رسول اللہ کی حمایت کرتیں اور اپنے بیٹے کو ان کے دفاع اور پیروی کرنے پر ابھارتی رہتی ہیں اور وہ قریش کو اپنے بیٹے اور بھتیجے کی حمایت میں اشعار سناتی رہتیں۔

اسی طرح یہ ان کی حمایت کرتے کرتے سہارا بنتے بنتے مدینے ہجرت کر گئیں اور جب آنحضرت ﷺ کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے اشعار پڑھے۔

الا یا رسول اللہ کنت رجانا
اے اللہ کے رسول آپ ہماری امید تھے
وکنت بنا برا ولم تک جا فیا
ہمارے ساتھ نیک خو تھے بے رے نہیں تھے
کان علی قلبی لذکر محمد
گویا کہ میرے دل پر محمد کی یادوں
وما جمعت بعد النبی المجا ویا
اور نبی کے بعد جمع ہونے والے دکھوں کا بوجھ ہے۔

ان جلیل القدر صحابیہ ۱۵ھ کے قریب انتقال ہوا۔
اے رسول اللہ کی پھوپھی آپ کو اللہ جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

(۳۸) حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا

یہ ایک جلیل القدر صحابیہ ہیں اور اس سے بڑی بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اور اللہ کے شیر حمزہ کی بہن ہیں اسی طرح آنحضرت کے حواری زبیر بن عوام کی والدہ ہیں ان کی قرابت اور نسب اور یہ خود افضل ترین ہیں۔

ان کا پہلے حارث بن حرب بن امیہ سے نکاح ہوا تھا اس کے مرنے کے بعد عوام بن خویلد سے نکاح ہوا اور ان سے زبیر اور سائب پیدا ہوئے اسلام کی صبح طلوع ہونے اور نور چمکنے کے بعد جلد ہی حضرت صفیہ نے کلمہ توحید پڑھا اور لشکر اسلام کے پہلے دستے میں شامل ہو گئیں یہ اس وقت آپ پر ایمان لائیں جب آپ اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے خاندان اور قبیلے کو اللہ کا خوف دلا رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔

"اور ڈراوٗ اپنے خاندان قریبی رشتہ داروں کو۔" (الشعراء آیت نمبر ۲۱۴)

تو آنحضرت ﷺ انہیں ڈرانے لگے فرمایا۔

اے قریش کے لوگو خود کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اے بنو ہاشم خود کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اے خاندان عبدالمطلب اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اے فاطمہ بنت محمد اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا۔
اے صفیہ بنت عبدالمطلب اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا۔
کہ میں تمہیں کسی معاملے میں اللہ سے نہیں بچا سکتا۔

جب حضرت صفیہ نے آنحضرت ﷺ کی خصوصی طور پر انہیں نداء سنی کہ اے صفیہ دنیا کی زندگی کے دھوکہ میں مت آ اپنے آپ کو اللہ کے لئے وقف کر دے جہنم کی آگ سے بھاگ۔"

یہ سن کر حضرت صفیہ کا شرح صدر ہو گیا اور وہ اپنے بھائی کے ساتھ جسے اللہ نے دین سے عزت عطا فرمائی تھی آنحضرت ﷺ کی حامی اور سہارا بن گئیں اور ان کے بیٹے زبیر نے بھی اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور حق کے اس قافلے میں شامل ہو گئے۔

حضرت صفیہ نے اپنے بیٹے زبیر کے ساتھ ہجرت کی اور اپنی انصاری بہنوں کے ساتھ مل کر مملکت اسلامیہ کا وہ قلعہ تعمیر کیا جن کی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔

یہ وہ امت تھی جس کا رب اللہ، جس کے قائد محمد رسول اللہ، جس کا دستور اور قانون کتاب اللہ قرار پائے۔

آنحضرت کے تین قریبی رشتہ دار حضرت حمزہ ان کی بہن اور حضرت زبیر مخلص داعی اور اسلام کا جھنڈا بلند کرنے والے مخلص مجاہدین کی مثال تھے۔

پھر یوم احد آیا جس میں ایک گناہگار ہاتھ نے حضرت حمزہؓ پر دھوکے سے وار کیا، اور پھر ہند بنت عتبہ نے جو ابوسفیان کی بیوی تھی اسلام کے اس شیر سے اپنے باپ اور چچا کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے ان کا مثلہ کر دیا۔

جب معرکہ ختم ہوا اور آنحضرت ﷺ اپنے چچا کے جسد مبارک کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور مشرکوں کی یہ حرکت دیکھی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل میں شعلہ سا لپک گیا، آپ ﷺ نے اتنے میں اپنی پھوپھی صفیہ کو اس طرف آتے دیکھ لیا آنحضرت ﷺ حضرت صفیہ کے یہاں آنے سے ڈر گئے کہ وہ اپنے بھائی کو اس حال میں نہ دیکھ لیں تو حمزہ کا پیٹ پھاڑ دیا گیا تھا آنتیں نکلی ہوئی تھیں اور چہرے سے ناک کان غائب تھے (حضرت حمزہ کا کلیجہ بھی نکال کر ہندہ نے چبایا تھا۔)

آنحضرت ﷺ نے حضرت زبیر کو بھیجا کہ وہ اپنی والدہ کو یہاں آنے سے روکیں

حضرت زبیر ان کے پاس گئے اور تقریباً روحانی لہجے میں کہا اماں جان! واپس چلی جایئے رسول اللہ کا حکم ہے کہ آپ چلی جائیں تو حضرت صفیہ نے انتہائی صبر و سکون سے جواب دیا کیوں چلی جاؤں؟ مجھے پتہ چلا ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے، یہ تو اللہ کے راستے میں ہوا ہے اور وہ ہمیں اسی سے راضی دیکھنا چاہتا ہے میں اچھی طرح صبر کروں گی اور خود کو ضبط کر کے رکھوں گی۔ حضرت زبیرؓ نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو ان کا جواب بتایا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "انہیں آنے دو۔"

حضرت صفیہؓ بڑے ضبط و تحمل کے ساتھ اپنے بھائی کی میت پر کھڑی ہوئیں کہا "اے ابو عمارہ اللہ تجھ پر رحمت کرے اور تیری مغفرت کرے ہماری قوم کی عادت، قتل اور شہادت ہیں "انا لله وانا اليه راجعون۔" اللہ تعالیٰ تیری اور میری مغفرت فرمائے اور مخلص بندوں والی جزاء عطا فرمائے اور حضرت صفیہ نے دوسرے شہدائے احد کے ساتھ انہیں الوداع کہا۔

حضرت صفیہ اپنے بیٹے اور دوسرے مجاہدین کے ساتھ واپس لوٹ آئیں تھوڑے ہی عرصے بعد غزوہ خندق آ گیا مسلمان خندق کے دوسری طرف کھڑے ہو کر کفار کے لشکروں کا مقابلہ کرنے لگے جو اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے تھے۔ حضرت صفیہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایک قلعہ میں حضرت حسان شاعر اسلام کی نگرانی میں تھیں۔

مسلمانوں کے گرد دشمن جمع تھے مدینہ چاروں جانب سے دشمنوں کے محاصرے میں تھا باہر دشمنوں کے لشکر تھے اور اندر معاہدہ توڑنے والے خائن بنو قریظہ تھے یہاں پر حضرت صفیہ نے ایک یہودی کو قلعے کے گرد چکر لگاتے دیکھا جو سراغ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ قلعہ میں کوئی مرد ہے یا نہیں حضرت صفیہ نے حضرت حسان کو کہا کہ کوئی یہودی قلعہ کے چکر لگا رہا ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں یہودی اس طرف رخ نہ کر لیں حسان اپنے بڑھاپے کے باعث نکل نہ سکتے تھے انہوں نے کہا کہ مجھے اس کی طاقت نہیں اگر ہوتی تو میں محاذ پر آنحضرت کے ساتھ ہوتا۔

یہاں حضرت صفیہ نے بچوں اور عورتوں کے گرد خطرے کو منڈلاتے دیکھ لیا تھا تو وہ خاموش نہیں رہ سکتی تھیں تو انہوں نے خیمے کا ایک کھونٹا لیا اور قلعہ سے باہر نکلیں انہوں نے یہودی کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا جیسے ہی انہوں نے یہودی کو دیکھا تو اس پر حملہ کیا اور

کھونٹے سے اسے مار دیا وہ بے حس و حرکت ہو کر گر گیا۔

حضرت صفیہ نے اس کا سر کاٹ کر حضرت حسان کو دیا کہ اسے کان سے پکڑ کر باہر پھینک دو۔ جب یہودیوں نے اپنے ساتھی کا سر دیکھا تو وہ یہ کہنے لگے کہ ہم پہلے سمجھ گئے تھے کہ محمد نے اپنی عورتوں اور بچوں کو اکیلا نہیں چھوڑا ہوگا اس طرح حضرت صفیہ کسی کافر کو قتل کرنے والی پہلی مسلمان خاتون بن گئیں اور تاریخ میں بہادری اور عظمت اور اللہ کے راستے میں جہاد عورتوں اور بچوں کی حفاظت سنہری حروف سے لکھی گئی۔

جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو انہوں نے اشعار پڑھے۔

قد کان بعدک انباء وهنثية
تیرے بعد اولاد اور مختلف مصیبتیں باقی رہیں
لو کنت شاهد ها لم یکثر الخطب
اگر تو موجود ہوتا تو مصیبتیں زیادہ نہ ہوتیں

اور ایک جگہ کہا۔

لقد رسول الله اذحان یومه
رسول اللہ ﷺ جدا ہوگئے جب ان کا دن آ گیا
فیاعین جو دی بالدموع السواجم
تو اے آنکھ خوب موسلا دھار آنسوؤں سے سخاوت کر

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کا انتقال ہوگیا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا اللہ تعالیٰ مجاهده فی سبیل اللہ حضرت صفیہ سے راضی ہو۔

(۳۹) حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا

ان کا نام فاختہ بنت ابی طالب بن عبد المطلب تھا یہ آنحضرت ﷺ کی چچا زاد بہن تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے بعثت سے قبل انہیں پیغام نکاح دیا تھا مگر ابو طالب نے ”هبیره بن ابو وهب“ سے وعدہ کر رکھا تھا اور اسی سے شادی ہوئی۔

حضرت ام ھانی بہت جلد آنحضرت پر ایمان لے آئی تھیں اور قافلہ حق کے پہلے دستے میں شامل ہوگئیں مگر ان کا شوہر ایمان نہ لایا اور اسلام کے حکم سے ان میں جدائی ہوگئی

یہ اپنے چھوٹے چار بچوں کی تربیت میں لگ گئیں۔

آنحضرت ﷺ نے دوبارہ انہیں پیغام نکاح دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ! آپ میری بصارت اور سماعت سے زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ شوہر کا حق بہت بڑا ہوتا ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ اگر اس کے بعد میرا شوہر مسلمان ہو کر لوٹ آیا تو مجھ سے اپنی اور بچوں کی حق تلفی نہ ہو جائے یا میں بچوں کا خیال کروں تو شوہر کی حق تلفی ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

بہترین عورتیں اونٹ پر سواری کرنے والی قریشی عورتیں ہیں جو اپنے کمسن بچوں پر بہت زیادہ شفیق اور شوہر سے زیادہ انہیں ترجیح دیتی ہیں۔

ام ہانی نے مدینہ ہجرت نہ کی بلکہ وہ مکہ ہی میں مقیم رہیں حتیٰ کہ مکہ فتح ہو گیا۔ تو انہوں نے حضرت ابوسفیان کو آواز لگاتے سنا، اے قریش والو! یہ محمد ﷺ تمہارے پاس وہ کچھ لائے ہیں جو پہلے نہیں تھا۔ اہل مکہ بولے اب کیا کریں؟ تو ابوسفیان نے کہا کہ جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن ہے تو مکہ والوں نے کہا اللہ تجھے مارے کیا تیرا گھر ہمیں سب کو بچا لے گا؟ تو ابوسفیان نے کہا کہ جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے اسے بھی امن ہے، جو مسجد میں داخل ہو جائے اسے بھی امن ہے جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے بھی امن ہے تو لوگ اپنے گھروں اور مسجدوں میں چلے گئے۔

ام ہانیؓ نے ہبیرہ بن وہب کو دیکھا کہ وہ تلوار اٹھائے تیر کی طرح بھاگ رہا ہے تو ام ہانی نے اس سے پوچھا کہاں چلے؟ اس نے کہا میں نجران جا رہا ہوں ورنہ تیرا چچازاد مجھے مار ڈالے گا۔ انہوں نے کہا کہ میں تجھے پناہ دوں گی اور انہیں بتا دوں گی تو ہبیرہ نے کہا کہ، لات، منات، عزیٰ اور میرے تمام معبودوں کی قسم علی نہیں مانے گا۔ یہ کہہ کر وہ ''نجران'' بھاگ گیا۔

ابوجہل کا بھائی حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ نے آ کر ام ھانی سے پناہ طلب کی تو انہوں نے ان کو پناہ دے دی۔ اتنے میں حضرت علیؓ آ گئے اور ان دونوں کو مارنا چاہا تو ام ہانیؓ نے کہا کہ میں نے انہیں پناہ دے دی ہے۔ تو حضرت علیؓ بولے کہ کیا تم مشرکوں کو پناہ دے رہی ہو؟ مگر ام ہانی ان کے آڑے آ گئیں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس چلی گئیں آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ایسے برتن سے غسل فرما رہے ہیں کہ جس میں آٹے کے آثار

موجود ہیں، حضرت فاطمہ ایک کپڑے سے پردہ کئے کھڑی تھیں۔ام ہانیؓ نے سلام کیا آنحضرتﷺ نے جواب دیا اور فرمایا مرحبا و اھلاً اے ام ہانی! کیسے آئیں؟ تو انہوں نے ان دو آدمیوں اور حضرت علیؓ کے بارے میں بتایا۔تو آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ "ام ہانی جسے تونے پناہ دی ہم نے بھی اسے پناہ دی اور جسے تم نے امن دیا ہم نے اسے امن دیا، (علی کو کہہ دو) کہ انہیں قتل نہ کرے۔(بخاری ۸ص ۳۷)

جب ام ہانی کے بچے بڑے ہوگئے تو انہوں نے آنحضرتﷺ کے لئے خود کو نکاح کے لئے پیش کر دیا تو آنحضرتﷺ نے فرمایا اب تو نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

اے نبی! ہم نے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں۔اور وہ عورتیں بھی جو آپ کی مملوکہ ہیں جو اللہ نے غنیمت میں آپ کو دلوادی ہیں۔اور آپ کے چچا کی، پھوپھیوں کی، ماموؤں کی اور خالاؤں کی وہ بیٹیاں بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر ان کو نکاح میں لانا چاہیں۔(الاحزاب آیت نمبر ۵۰)

تو ام ہانیؓ نے کہا میں آپ کے لئے حلال ہو بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ میں نے مہاجر عورتوں کے ساتھ ہجرت نہیں کی تھی اور میں مکہ ہی میں رہی۔

جی ہاں۔یہ ام ہانی تھی جو عظیم عورت اور جلیل القدر صحابیہ تھیں جنہوں نے آنحضرتﷺ کے سامنے ایک مسلمان عورت کے مقدس فریضے کا عذر ظاہر کیا اور یہی مومن عورت کی مامتا کا مقام ہے آپﷺ نے ان کی رائے کو عظیم سمجھتے ہوئے ان کی عقل مندی کو تسلیم فرمالیا۔

اور قریشی عورتوں کو وہ مسند عالی دلوائی اور خود کو اس کا اہل ثابت کیا وہاں اپنے بچے پر ان سے زیادہ شفیق کون ہوسکتا تھا جنہوں نے محض اپنی اولاد کی پرورش اور اسلامی صحیح تربیت کے لئے اتنی بڑی قربانی دی۔

اللہ تعالیٰ ام ہانیؓ سے راضی ہو اور ان پر اپنی رحمت واسعہ کے ذریعے رحم فرمائے۔ (آمین)

(۴۰) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

یہ ایک جلیل القدر صحابیہ ہیں فخر ان سے تھا اور ان کے لئے بھی تھا یہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور وزیر صدیق اکبر کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہؓ کی بہن اور حواری رسول زبیر ابن العوام کی زوجہ، اور شیروں کے شیر شہید مصلوب عبداللہ بن زبیر کی والدہ تھیں۔

یہ تمام فخر انہیں حاصل تھے یہ عزت اور فخر کا نشان، دانائی اور صبر کی علامت تھیں اس لائق تھیں کہ یہ اسوۂ حسنہ اور رہنمائے منزل ہوں، چلئے اب ان کی زندگی کے چند گوشے اور ان کی مہک دیکھتے ہیں۔

یہ بہت پہلے اسلام لائیں اور اسلام کی طرف سبقت کرنے والے پہلے دستے میں شامل تھیں سترہ انسانوں کے بعد مسلمان ہوئیں ان کا نکاح حضرت زبیر بن عوام سے ہوا جس کے باعث بہت سے خصال کریمہ ان میں جمع ہو گئے حضرت اسماء عشرہ مبشرہ کے ایک رکن کی زوجہ بنیں ان کی خوشدامن آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب تھیں۔ یہ وہ اسماء ہیں جب ہم ان کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈالتے ہیں تو یہ رسول اللہ ﷺ اور اپنے والد کے لئے توشہ سفر اور کھانا لے جاتی نظر آتی ہیں۔

یہ تقریباً تین میل کا سفر رات کے اندھیرے میں چھپتے چھپاتے طے کرتیں پھر پہاڑ پر چڑھ کر غار ثور میں پہنچتیں اور انہیں توشہ اور مکہ کی خبریں پہنچاتیں۔ اس طرح اسماء تاریخ اسلامی کے عظیم پر خطرہ سفر میں واسطہ بنتیں یہ وہ سفر ہے جس نے تاریخ کا رخ تبدیل کر دیا اسماء کو اپنی دانش مندی کی وجہ سے اس کی خطرناکی کا اندازہ تھا اس لئے انہوں نے اسے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا اور یہیں پر تاریخ نے ان کا ایک لقب محفوظ کیا۔

"جب وہ ان دو عظیم مہاجروں کے لئے کھانا لے جانے لگیں تو باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو انہوں نے اپنے کمر بند کو دو ٹکڑے کر کے ایک سے پانی کا مشکیزہ اور دوسرے سے کھانا باندھا یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے مسکرا کر فرمایا۔"

اللہ تعالیٰ تجھے اس کمر بند (نطاق) کے بدلے جنت میں دو کمر بند (نطاقین) دیں گے۔

اس دن سے حضرت اسماء بنت ابی بکر کو "ذات النطاقین" دو کمر بند والی کا لقب حاصل ہو گیا اور اس ننھی فدائیہ کی پہچان بن گیا۔ وہ ہجرت کے سفر کی اس مہم میں اپنا کام انجام دے

کروا پس مکہ آ جاتیں۔

ایک دن وہ آئیں تو کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی انہوں نے دروازہ کھولا تو باہر سرکش مشرکوں کا ٹولہ کھڑا تھا انہوں نے پوچھا کہ اے ابو قافہ کی بیٹی تیرا باپ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا مجھے پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے یہ جواب سن کر ابو جہل کا سخت ہاتھ گھوما اور زور سے ان کے نازک رخسار پر پڑا جس سے ان کی بالی بھی اتر گئی لیکن ان کا سر ابو جہل کے سامنے نہیں جھکا بلکہ ایمان صبر اور عزت دین وایمان میں اضافہ ہوگیا۔

اس کے بعد ان کے دادا ابو قحافہ آئے اور اس وقت انہیں صحیح طرح نظر بھی نہیں آتا تھا انہوں نے کہا کہ سنا ہے ابو بکر نے مال سمیت خود جا کر تمہیں پریشان کر دیا ہے تو حضرت اسماء بنت ابی بکر نے جواب دیا کہ نہیں! وہ تو ہمارے لئے بہت سا مال چھوڑ کر گئے ہیں، انہوں نے کچھ پتھر جمع کر کے گھر کے کونے میں ڈال دیئے اور ان پر کپڑا ڈھک دیا اس پر ابو قحافہ کا ہاتھ رکھوایا اور کہا یہ رہا مال۔ یہ دیکھ کر ابو قحافہ نے کہا چلو اگر وہ مال چھوڑ گیا ہے تو اچھی بات ہے اور کوئی مسئلہ نہیں۔

حضرت اسماءؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کی اس وقت یہ امید سے تھیں جب یہ لوگ ''قباء'' پہنچے تو اسلام کا ہجرت کے بعد پہلا مولود اس دنیا میں آ گیا یہ بچہ ''عبداللہ'' تھے جو زبیر بن عوام کے پہلے بیٹے تھے۔

مدینے میں حضرت اسماء نے بڑی تنگ دستی اور مشقت کی زندگی گزاری کوئی عیش وعشرت نہ تھا، یہ ایک صابر بیوی کی مثال تھیں ان کے صاحبزادے عروہ بن زبیر اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ

میری زبیر سے شادی ہوئی زمین میں ان کا نہ کوئی مال یا مملوک تھا ایک گھوڑے کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ فرماتی ہیں میں اسے چارہ وغیرہ ڈالتی، اس کی ضرورت کی ہر چیز مہیا کرتی، اس کی مالش کرتی اور اس کے کھانے کے لئے گھٹلیاں کوٹتی اور یہ گھٹلیاں میں زبیر کی زمین سے لاتی (یہ زمین بعد میں آنحضرت نے انہیں دی تھی) فرماتی ہیں۔ میں زبیر کی تمام گھریلو خدمت کرتی ان کا ایک گھوڑا تھا جس کی خدمت کرتی اور اس کا چارہ لاتی اور اس کی نگرانی کرتی۔ (مسند احمد ۶ ص ۳۵۲)

ایک مرتبہ وہ اس محنت کے کام اور تنگدستی کی زندگی سے اکتا گئیں تو اپنے والد سے

شکایت کی تو انہوں نے کہا "میری بچی، صبر کر، اس لئے کہ اگر عورت کا شوہر نیک ہو اور وہ مر جائے اور عورت اس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ انہیں جنت میں جمع کرے گا۔

حضرت اسماء اپنی گھریلو مصروفیات کے باوجود علم حاصل کرنا نہ بھولیں وہ دینی امور میں مسائل سیکھتیں اور ان لوگوں میں سے بن گئیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے حدیث روایت کی ہے۔ ان سے اٹھاون احادیث منقول ہیں۔

ایک دن ان کے پوتے عبداللہ بن عروہ بن زبیر آئے اور انہوں نے پوچھا دادی اماں! اصحاب رسول ﷺ جب قرآن پڑھتے تو ان کی کیا حالت ہوتی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ ان کی آنکھیں بہنے لگتیں اور کھال کپکپانے لگتی جیسا کہ قرآن نے ان کی یہ صفت بیان کی ہے تو عبداللہ بن عروہ نے کہا کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ قرآن سنتے ہیں تو بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں تو حضرت اسماء نے "اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم" کہا اور فرمایا وہ لوگ قرآن کے معانی و مطالب اور اسلوب سے ناواقف ہیں اور اس میں تدبیر نہیں کرتے۔

حضرت اسماءؓ آنحضرت ﷺ سے بہت زیادہ دینی مسائل پوچھا کرتیں ایک مرتبہ ان کی والدہ "جو مشرکہ تھیں" کی طرف سے ہدیہ آیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر لینے سے انکار کر دیا اور ان سے مسئلہ پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے قتال نہیں کیا اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان پر احسان کرو۔ الممتحنۃ آیت نمبر ۸۔ اس کے بعد حضرت اسماءؓ نے انہیں گھر میں آنے دیا اور ان کا تحفہ قبول کیا۔ (اسباب النزول للواحدی ص ۳۴۹)

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت اسماءؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ آئیں اور وہ اسلام سے دور ہیں کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔ (بخاری ۶ ص ۲۰۶)

حضرت اسماء بڑی سخاوت و کرم والی تھیں دوسرے دن کے لئے کوئی چیز اٹھا نہ رکھتیں تھیں، مریضوں کی تیمارداری کرتیں اور اپنی بچیوں اور گھر والوں کو کہتیں کہ "خرچ کرو اور صدقہ کرو" آسودگی کا انتظامات کرو اگر کسی آلودگی کا انتظار کرو گی تو کچھ بچا نہیں سکو گی اور اگر

صدقہ کروگی تو مال کی نایابی کونہیں پاؤ گی۔

ہم ان کے بیٹے ''عبداللہ بن زبیر'' کے ساتھ ان کے کردار کو ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو یہ بتاتا ہے کہ یہ عزم کو پورا کرنے اور عزت نفس میں ایک مثال تھیں۔

ان کے بیٹے عبداللہ ان کے پاس آئے اس وقت ان کی عمر سو سال سے تجاوز تھی عبداللہ نے ان سے کہا کہ اے اماں! مجھے لوگوں نے رسوا کیا ہے حتیٰ کہ میرے گھر والوں اور میری اولاد نے بھی میرے ساتھ چند لوگ باقی رہ گئے ہیں اور جو لوگ دن کی ایک گھڑی صبر کر سکتے ہیں ان سے وہ زیادہ تعداد میں ہیں جو فارغ بھی نہیں کر سکتے۔ حجاج نے مجھے پیشکش کی ہے کہ میں جو مال و دولت چاہوں مجھے ملے گی۔ آپ کیا کہتی ہیں؟ تو حضرت اسماءؓ نے ان سے کہا میرے بچے اللہ سے ڈر، اللہ سے ڈر، اگر تو سمجھتا ہے کہ تو حق پر ہے اور اسی کی دعوت دیتا ہے تو اسے کر گزر اور بنوامیہ کے بچوں کو اپنی گردن سے کھیلنے کا موقع نہ دے۔ اگر تو دنیا (کا مال و اسباب) چاہتا ہے تو تو بہت برا بندہ ہے تو نے خود کو بھی ہلاک کیا اور ساتھیوں کو بھی۔ اور اگر تو یہ کہتا ہے کہ میں حق پر ہوں اور میرے ساتھی کمزور ہو گئے ہیں اس لئے میری نیت بھی کمزور ہو گئی ہے۔'' تو یہ آزاد لوگوں کا فعال نہیں اور نہ ان لوگوں کا جن میں بھلائی ہو۔

تو دنیا میں کتنا اور رہ سکتا ہے؟ زبیر کے بیٹے! قتل ہو جانا ان حالات سے بہتر ہے جو بعد میں پیش آئیں گے۔ خدا کی قسم! تلوار کی ضرب سے عزت کے ساتھ مر جانا، ذلت کے ساتھ کوڑے کھانے سے بہتر ہے۔''

عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی ماں کے یہ الفاظ سنے یہ وہ عبداللہ ہیں جنہوں نے بنوامیہؓ سے قتال کیا، عراق، حجاز اور یمن نے انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ اور آج یہ مکہ کے محاصرے میں تھے ان کے ساتھ چند لوگ رہ گئے تھے حجاج نے انہیں پیش کش کی تھی کہ اگر یہ بنوامیہ سے بیعت کر لیں تو انہیں گورنر بنا دیا جائے گا۔

ان کی والدہ کا مشورہ سچا، حق، اور خالص تھا انہوں نے حق کے مقابلے میں اپنی ممتا کا لحاظ نہیں کیا، اور نہ ہی نصیحت کرنے میں بخل سے کام لیا۔ عبداللہ نے کہا'' اماں مجھے ڈر ہے کہ اہل شام اگر مجھے قتل کریں گے تو مثلہ کر کے مصلوب کر دیں گے، تو اس کے جواب نے حضرت اسماء نے وہ تاریخی جملہ کہا جو کتابوں میں سنہری حروف سے لکھا گیا فرمایا۔

بیٹا جا اپنی بصیرت پر عمل کر گزر اور اللہ سے مدد مانگ میرے بچے بکری کو ذبح ہو جانے

کے بعد پکنا تکلیف نہیں دیتا۔

یہ سن کر عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی ماں کے سر کو چوما اور کہا، واللہ، میری بھی دعوت اور رائے یہی تھی مگر میں نے چاہا کہ اپنی ماں کی رائے بھی جان لوں تا کہ میری قوت اور بصیرت بڑھ جائے اور میں چاہ رہا تھا کہ جب میرا شہید ہونا آپ کو معلوم ہو تو آپ کو اچانک صدمہ نہ ہو۔

یہ کہہ کر عبداللہ چلے گئے اور بڑے صبر کے ساتھ لڑے یہاں تک کہ ان پر دشمنوں نے ہجوم کر لیا اور شہید کر دیا حجاج نے انہیں کئی دن تک صلیب پر لٹکائے رکھا اور دفن کرنے نہ دیا۔ حضرت اسماء نے اللہ سے گڑگڑا کر دعا مانگی کہ اے اللہ! جب تک اسے میرے پاس نہ لایا جائے اور میں کفن دفن نہ کرلوں مجھے اس وقت تک موت نہ دے۔

پھر حضرت اسماء حجاج کی پاس گئیں اور اس کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئیں تو اس نے کہا، دیکھا تو نے، میں نے تیرے بیٹے کے ساتھ کیا کیا؟ حضرت اسماء نے جواب دیا کہ تو نے اس کی دنیا کی زندگی برباد کر دی اور اس نے تیری آخرت کی زندگی برباد کر دی۔ اور پھر کہا کیا اس سوار کے اترنے کا وقت ابھی نہیں آیا؟ تو حجاج نے کہا اس منافق کے؟ اسماء بولیں واللہ! یہ منافق نہیں تھا بلکہ یہ تو روزہ رکھنے والا اور قائم اللیل مسلمان شخص تھا۔

حضرت اسماء نے مزید فرمایا کہ ہاں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ۔

"ثقیف قبیلہ میں ایک کذاب اور ایک سفاک قاتل ہوگا"

لہذا کذاب کو تو ہم دیکھ چکے اور سفاک قاتل کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ وہ تو ہی ہے۔ (۱)

حضرت اسماء اپنے بیٹے کی شہادت کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہیں چند ہی دنوں کے بعد انتقال کر گئیں اور دعا قبول ہوئی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کفن دیا اور خوشبو لگا کر کفن میں لپیٹا اور نماز جنازہ پڑھی۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سو سال سے زائد عمر پا کر اس دنیا دار فانی سے رخصت ہوئیں اس عمر تک ان کے نہ دانت ٹوٹے تھے اور نہ ہی ان کی عقل و سمجھ میں کوئی فرق آیا

---

(۱) انہوں نے کذاب سے مراد مختار بن عبید ثقفی لیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور مذکورہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔ (حدیث نمبر ۲۵۴۵)۔

تھا۔(۱)

(۴۱) حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا

ایک جلیل القدر صحابیہ جن کے نام سے مسلمانوں کے کان مانوس ہیں یہ ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب انصاریہ ہیں ان کے اصل نام میں کئی اقوال ہیں، سھلہ، رمیلہ، رمیثہ یہ نام اور غمیصاء، رمیصاء لقب منقول ہیں۔ مگر ان کی کنیت پر اتفاق ہے کہ یہ ''ام سلیم'' ہے۔

یہ جلیل القدر صحابی ''انس بن مالک'' کی والدہ ہیں انس کو خدمت رسول اللہ ﷺ کا شرف حاصل ہوا تھا۔

ام سلیم کی زندگی غور و فکر کے قابل ہے کیونکہ ان کی زندگی کے لئے بلکہ ہر عورت کے لئے سبق ہے اگر ہم یہ کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کی زندگی ہر مرد و عورت کے لئے مشعل راہ ہے۔ ہم کچھ وقت ان کی سوانح کو دیتے ہیں۔ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح برکت علم اور ہدایت رسول اللہ ﷺ کے پاس تلاش کرتی رہتی تھیں۔

ام سلیم مکہ میں ہی ایمان لائیں بیعت اسلام کی دوسرے انصاریوں کے ساتھ کی یہ انصاری سابقین اولین میں سے ہیں۔ جب ان کے شوہر کو ان کے اسلام کا علم ہوا تو اسے کہا'' کیا تو بے دین ہوگئی؟ انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ میں مومنہ بن گئی ہوں۔ یہ مومنہ اپنے معصوم بچے انس کو جس نے ابھی بولنا شروع کیا تھا کلمہ توحید سکھاتی جب اس نے سیکھ لیا تو فرط مسرت سے اسے گود میں لے کر پیار کیا یہ الفاظ باپ ''مالک بن النضر'' کے کان میں بھی پڑ گئے تو ان سے کہا کہ'' تو میرے بیٹے کو بگاڑ رہی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ واللہ میں اسے نہیں بگاڑ رہی تو اسے بہت غصہ آیا وہ انہیں چھوڑ کر ''شام'' چلا گیا وہاں کسی کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔

اس کے قتل کے بعد ام سلیم اپنے بیٹے کے ساتھ اکیلی رہ گئیں اور اس کی پرورش اور تربیت کرتی رہی، جب وہ دس سال کا ہوا تو اسے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے کر آئیں اور کہا یا رسول اللہ! اس بچے کو اپنی خدمت کے لئے قبول فرمالیجئے، آپ ﷺ نے قبول

(۱) مزید تفصیل کے لئے الاصابہ (۷ص ۴۸۷) ملاحظہ فرمائیں۔ ان کے مزید حالات کی تفصیل کے لئے سیر اعلام النبلاء (۲ص ۲۷۹) طبقات ابن سعد (۱ص ۴۵۰) ملاحظہ فرمائیں۔

فرمالیا اور انس بیت رسول ﷺ کی خدمت کرنے لگے آپ ﷺ ان کا بہت خیال فرماتے اور پیار میں انہیں کبھی کبھی ''ذی الاذنین، دو کانوں والا'' کہہ کر بلاتے، آپ ﷺ نے انس کی کنیت ''ابوحمزہ'' رکھ دی تھی۔

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اسلام سے بہت لگاؤ کی وجہ آپ ان کا بہت لحاظ فرماتے وہ بیت رسول ﷺ میں آتی جاتی رہتیں اسی طرح آپ ﷺ ان کے گھر میں کبھی کبھار آرام فرمانے تشریف لے جاتے، کسی نے اس رحم کی وجہ پوچھی تو فرمایا ''میں اتنا رحم اس پر اس لئے کرتا ہوں کہ اس کا بھائی میرے سامنے شہید ہوا۔''

آنحضرت ﷺ ان کے گھر میں آرام بھی کر لیتے ایک مرتبہ آپ ان کے ہاں چمڑے کے بستر پر محو استراحت تھے تو آپ کا پسینہ بہہ کر چمڑے پر چمکنے لگا ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو وہ پسینہ لے کر ایک شیشی میں جمع کرنے لگیں آنحضرت ﷺ نے پوچھا ''یہ کیا کر رہی ہو؟ تو جواب دیا کہ میں آپ کا پسینہ برکت کے لئے جمع کر رہی ہوں'' پھر انہوں نے یہ پسینہ خوشبو میں ملا دیا جس کے باعث اس کی خوشبو سب سے اعلیٰ ہوگئی۔

دن گزرتے رہے اور ان کے لئے پیغام آنا شروع ہوئے مگر ام سلیم نے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ ''ابوطلحہ انصاری نے پیغام نکاح دیا اور اولاً تو انہوں نے انکار کر دیا اس کے بعد دوبارہ پیغام دیا تو انہوں نے ابوطلحہ کو بھلا آدمی دیکھ کر انہیں مثبت جواب دیا اور کہا ''میرے لئے مشرک سے شادی کرنا جائز نہیں ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کے فلاں شخص کے غلام نے تمہارے معبود کو توڑ دیا تھا مگر تمہارا معبود اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکا ابوطلحہ نے کہا میں غور کروں گا'' اور چلے گئے۔

ابوطلحہ نے اس عورت کی باتوں پر غور کرنا شروع کیا جس کا مہر یہ تھا کہ وہ اسلام لے آئیں، اس نے کہا تھا کہ کیا تمہیں پتھر اور درختوں کی عبادت کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟'' ابوطلحہ، ام سلیم کی پاس آئے اور کہا تمہاری کہی ہوئی بات میرے دل کو لگ گئی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں'' بس ام سلیم کا مہر سب سے اچھا تھا یعنی ''اسلام''۔

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ زندگی گذارنا شروع کر دی اور صالح مومنہ، اور فاضل مجاہدہ کی مثال قائم کر دی۔

ہم ان کے گھر میں ایک عظیم الشان تاریخی واقعہ جو حیرت انگیز اور مجاہدے کی روشن مثال ہے۔ رونما ہوتا دیکھتے ہیں۔

ابو طلحہ کا ایک ہی ان سے بیٹا تھا وہ بیمار ہو کر مر گیا ابو طلحہ گھر میں موجود نہیں تھے تو انہوں نے اپنے بچوں کو کہہ دیا کہ ابو طلحہ کو یہ بات میرے علاوہ کوئی نہ بتائے ۔ ''ابو طلحہ آئے اور انہوں نے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا پہلے سے سکون ہے اور پھر انہوں نے کنگھی کی خوشبو لگا کر ابو طلحہ کے سامنے کھانا رکھا اور پھر یہ دونوں میاں بیوی کی طرح سو گئے پھر رات کے کسی وقت ام سلیم نے کہا۔''

اے ابو طلحہ فلاں لوگوں نے کوئی چیز عاریت پر لی تھی اور استعمال کی پھر جب مالک نے مانگی تو انہیں برا لگا۔'' ابو طلحہ بولے انہوں نے انصاف نہیں کیا۔ تو ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ آپ کا فلاں بیٹا اللہ کی طرف سے عاریت تھا اس نے واپس لے لیا ہے۔ یہ سن کر ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''انا للہ'' پڑھی اور بعد میں جا کر نبی کریم ﷺ کو یہ بات عرض کر دی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ تمہاری اس رات میں برکت عطا فرمائے۔'' اس کے بعد ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا یہ عبداللہ بن ابو طلحہ تھے جنہیں اللہ نے بہت اولاد عطا فرمائی۔ اور ان میں سے دس بیٹوں نے قرآن کا علم حاصل کیا۔

ام سلیم بیٹے کو اٹھا کر خدمت نبوی ﷺ میں لے گئیں جہاں آپ ﷺ نے کھجور چبا کر بچے کے منہ میں ڈالی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ ام سلیم اللہ تعالیٰ کی رضا کا لحاظ رکھنے والی اور شوہر کی مصلحت کا خیال کرنے والی عورتوں کی مثال تھیں۔

اگر ہم ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہاد کے میدان میں دیکھنا چاہیں تو انہیں ان کے عظیم مجاہد شوہر کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں، جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ

''ابو طلحہ کی آواز لشکر میں سو آدمیوں کی موجودگی سے بہتر ہے۔''

یہ احد میں بھی شریک تھیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ اور ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ وہ نقاب ڈالے ہوئے تھیں، مجھے ان کے پازیب نظر آ رہے تھے وہ پانی کے ڈول بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پلاتیں۔

غزوہ حنین میں انہوں نے خنجر رکھا ہوا تھا تو ابو طلحہ نے کہا ''یا رسول اللہ ام سلیم نے خنجر رکھا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس لئے رکھا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا

تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا عالمہ بھی تھیں ان سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ ان ساری خصوصیات کے باعث آنحضرت ﷺ کے نزدیک ان کا بڑا رتبہ تھا۔ یہ اپنے گھر کی بہترین بیوی، بہترین مجاہدہ اور بہترین طالب علم تھیں اس لئے انہیں رسول اللہ سے عظیم بشارت ملی۔

یہ بشارت عظیمہ جنت الفردوس کی بشارت تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں کسی کے قدموں کی آہٹ سنی میں نے پوچھا۔

یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ یہ غمیصاء بنت ملحان حضرت انس کے والدہ ہیں۔ (متفق علیہ) جی ہاں یہ تھیں جلیل القدر صحابیہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

یہ وہ ماں تھیں جو تربیت اولاد کے اصول سے واقف تھیں اور بیٹے کی تربیت کر کے اسے خدمت نبوی ﷺ میں وقف کر دیا، حتیٰ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ اٹھے کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے مجھے اچھی جگہ لا کھڑا کیا۔

یہ وہ بیوی تھیں، جو خاندانی اور ازدواجی زندگی گزارنے کے طریقوں کو بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔ یہ مہر، شوہر، اور خاندان سب کے اعتبار سے افضل خاتون تھیں۔ یہ ایسی عورت تھیں جو یہ جانتی تھیں کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اور کیا کرنا چاہئے اس لئے جہاں جانتی تھیں وہاں یعنی جنت میں اللہ کے رسول ﷺ کی بشارت کے مطابق پہنچ گئیں۔

اے ام سلیم جنت پہنچ جا۔ جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے۔ اے، جو شخص بھی ام سلیم کا تذکرہ کر رہا ہے، جسے امام نووی نے فاضل صحابیہ کہا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔

(۴۴) حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ بڑی عظیم معزز اور جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ یہ حضرت ام سلیم کی بہن اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی صحابیت میں آ کر نفس کا تزکیہ کیا۔ اور اخیار صحابیات میں سے ہوئیں۔ جس طرح حضرت ام سلیم کو صحابیت اور فضیلت حاصل تھی اسی طرح ام حرام کو بھی حاصل تھی۔ اور اسی طرح ان کے دونوں بھائیوں حرام اور سلیم کو

بھی حاصل تھی جو بیر معونہ کے واقعہ میں شہید ہو گئے تھے۔کہا جاتا ہے کہ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل جبار بن سلمہ مسلمان ہو گیا تھا۔

ہوا یوں کہ اس نے جب حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ مارا تو وہ ان کے سینے سے نکل آیا تو ان کے منہ سے نکلا کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا جب جبار کو پتہ چلا کہ کامیابی سے ان کی مراد شہادت تھی جو انہیں حاصل ہوئی تو وہ مسلمان ہو گیا اور یہی جملہ جبار کے اسلام کا سبب بنا۔

''ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر صحابی، جو لیلۃ العقبہ میں بیعت کرنے والے بارہ نقیبوں میں شامل تھے۔''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں۔اور یہ بھی حضرت ام سلیم کی طرح آنحضرت کی رضاعی خالہ تھیں۔

یہ صحابیہ مسلمانوں کے دلوں میں آج تک زندہ ہیں خاص طور سے اہل شام کے کیونکہ جب بھی فتوحات شام کا ذکر آتا ہے حضرت ام حرام کی شہادت اور ان کا تذکرہ لوگوں کو یاد آجاتا ہے۔ان کی شہادت کا واقعہ جاننے کے لئے ہمیں اسلام کے صدر اول کی طرف جانا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے ان کے گھر آتے جاتے رہتے تھے۔ان کے بھانجے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب بھی قبہ تشریف لاتے تو حضرت ام حرام کے ہاں تشریف لے جاتے اور وہ آپ کو کھانا وغیرہ پیش کرتیں......اس سے پہلے کہ ہم حدیث مکمل کریں قبہ کی بارے میں بتاتے چلیں۔یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ مسجد تعمیر ہوئی جو قرآن کے مطابق تقوے پر قائم ہوئی تھی قبہ میں وہ مبارک جگہ بھی تھی جہاں ام حرام رہائش پذیر تھیں انہیں بھی اہل قبہ میں شمار کیا جاتا ہے۔جب بھی رسول اللہ ﷺ قبہ تشریف لاتے ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جا کر نماز پڑھتے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے وہاں میں میری والدہ اور میری خالہ ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا موجود تھے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔تو آپ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور ہمارے لئے دعا فرمائی کہ ہمیں دنیا و آخرت کی ہر خیر عطا فرمائے۔

جس طرح حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جہاد کا شوق رکھتی تھیں اسی طرح حضرت

ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی جہاد اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت کا شوق تھا۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی امید پوری کر دی چنانچہ ایک دن آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور حضرت ام حرام کو اللہ کے راستے میں جہاد اور شہادت حاصل ہونے کی خوشخبری سنائی، اب ہم پہلی والی حدیث کو مکمل کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ جب قبہ تشریف لے جاتے تو حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ ﷺ کو کھانا پیش کرتیں، ایک دن انہوں نے کھانا پیش کیا کھانا کھا کر آپ ﷺ آرام فرمانے لگے اور سو گئے۔ جب آپ ﷺ سو کر اٹھے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ جہاد پر جائیں گے اور سمندر کے بیچ میں سواری کریں گے تو حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ یارسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے بنائے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی آپ ﷺ دوبارہ سر ٹکا کر سو گئے کچھ دیر بعد بیدار ہوئے تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ آپ ﷺ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ مجھے بتایا گیا کہ میری امت کے کچھ لوگ جہاد پر جائیں گے اور سمندر کے بیچ میں سواری کریں گے تو ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ یارسول اللہ دعا فرمائیں اللہ مجھے بھی ان میں سے بنادے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسکے پہلے دستے میں ہوگی۔

دن گزرتے رہے اور ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس خوشخبری کو لئے اس دن کی منتظر رہیں اور اس دوران ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ معلوم ہو گیا کہ صحابیت کی برکات کیسے حاصل ہوتی ہیں۔ انہوں نے تقریباً پانچ احادیث آنحضرت ﷺ سے نقل کئے جنہیں ان سے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے روایت کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا!

میری امت کا جو پہلا گروہ سمندری راستے سے جہاد کرے گا ان پر جنت واجب ہوگی۔ تو ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ یارسول اللہ کیا میں ان میں سے ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان میں سے ہوں گی۔"

آنحضرت ﷺ وفات پا گئے اور ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راضی تھے اور یہ بشارت نبویہ کے پورے ہونے کی منتظر رہیں۔ حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

خلافت میں رومیوں نے جزیرہ قبرص کے راستے مسلمانوں پر حملے کی تیاری شروع کر دی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اس وقت مسلمانوں کے پاس جن کی کشتیاں نہیں تھیں اور اس سے پہلے کبھی سمندر کے راستے جنگ بھی نہیں ہوئی تھی حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کشتیاں تیار کرائیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں سمندر کے راستے جزیرہ قبرص پر چڑھائی کا حکم دیا۔

حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی مجاہدین کے پہلے دستے میں شامل تھیں ان کی پرنم تھیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کو یاد کر رہی تھیں۔ جب کشتیاں کنارے لگیں اور مجاہدین کا، پہلا دستہ جزیرے پر پہنچا اور دشمن کی طرف بڑھا، مجاہدہ ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان کے ساتھ سواری پر سوار تھیں۔ یہ اپنی سواری سے گر گئیں وہیں شہید ہو گئیں۔

اس خاتون مجاہدہ نے اپنا نام ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں محفوظ کرا دیا اور یہ بحری راستے سے جہاد کرنے والی پہلی مجاہد خاتون تھیں۔ اور بحری جہاد کی پہلی شہیدہ بھی تھیں بے شمار مسلمان قبرص میں ان کی قبر پر حاضر ہوتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم بھی ان کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں مسلمان تو انہیں جنت کی شہادت پانے والی عظیم المرتبت مجاہد صحابیہ کی حیثیت سے جانتے ہیں اور غیر مسلم ان کے مزار کو نیک خاتون کی قبر کہتے ہیں۔ اس طرح ہمیں معلوم ہوا کہ اہل شام کو خصوصی طور پر کیوں ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا یاد رہتی ہیں اس لئے کہ بحری فتوحات شام سے شروع ہوئیں اور ان کے ساتھ جلیل القدر صحابیہ بھی ام حرام بنت ملحان بھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ یہ ہمیشہ یاد رہنے والی خاتون میں سے تھیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

(۴۳) ام عمارہ نسیبہ بنت کعب

یہ ان جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں جو ضرب المثل ہیں۔ اور جنہیں اسوہ اور راہنما کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف ہیں۔ ان کا بنونجار سے تعلق ہے بیعت عقبہ ثانیہ میں دیگر انصار اولین کے ساتھ حاضر ہو کر تاریخ میں امر ہو گئیں۔ انصار کی اس جماعت نے تفاق کیا کہ وہ موسم حج میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں گے اور وعدہ کیا کہ حج کے دنوں میں اسی جگہ آئیں گے۔ لہذا مقررہ تاریخ پر جب رات آئی تو انصاری

مسلمان جمرا عقبہ کے پاس چپکے چپکے پہنچے اور اس مبارک اجتماع میں ستر ۷۰ افراد شریک ہوئے جن میں سے دو عورتیں تھیں۔ ان میں سے ایک ام عمارہ نسیبہ بنت کعب اور دوسری اسماء ام عمرو بن عدی تھیں۔

رات کی تاریکی میں معاہدہ وعدے، اور بیعت ہوئی اور انصار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جب عورتوں کی باری آئی تو ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر زید بن عاصم نے کہا "یا رسول اللہ یہ دو عورتیں بھی بیعت کرنے حاضر ہوئی ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے ان سے بھی اسی وعدے پر بیعت کر لی جس پر تم سے کی ہے اور میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔"

اس طرح ام عمارہ اس معاہدہ میں جو گویا موت کا معاہدہ تھا کہ انصار رسالت اور دین کی مدد کریں گے اور اپنی جان و مال فدا کریں گے۔

ام عمارہ اسلام کے قافلے اور اس نوری مجمع کے ساتھ داعی اور مجاہد بن کر نکلیں اور پھر بہت جلد ام عمارہ اپنے شوہر "زید بن عاصم" اپنے دونوں بیٹوں، عبداللہ اور حبیب کے ساتھ، معرکہ احد میں حاضر تھیں۔ باپ اور بیٹے میدان قتال میں تھے اور ان کے پیچھے ام عمارہ پانی کا مشکیزہ اٹھائے زخمیوں کو پلا رہی تھیں۔

یہ بڑا عظیم خاندان تھا جس کا تعاون اور کردار حیرت انگیز تھا ہر شخص اپنی جگہ اسلام کے ارکان کی مضبوطی اور مشکلات کا ساتھی تھا تاکہ اسلام کی عمارت انتہائی مضبوط ہو جائے۔

معرکہ منتشر ہوا۔ مسلمان شکست کھا کر بھاگنے لگے اور آنحضرت ﷺ کے قریب دس آدمیوں کے سوا کوئی نہ تھا۔ ام عمارہ خود اس واقعہ کو بیان کرتی ہیں کہ جب مسلمان پیچھے بھاگنے لگے تو آنحضرت ﷺ کے قریب صرف دس افراد تھے۔

میرے بیٹے اور شوہر دشمنوں کو آپ ﷺ سے دور کر رہے تھے اور لوگ قریب سے گزر رہے تھے۔

"آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ ام عمارہ دشمنوں سے لڑ رہی ہے اور اس کے پاس ڈھال نہیں ہے اتنے میں ایک شخص جس کے پاس ڈھال تھی وہ گزرا تو آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا کہ یہ ڈھال اس کے لئے چھوڑ جاؤ جو مقابلہ کر رہے ہیں۔ تو اس شخص نے ڈھال پھینک دی اور میں نے اسے اٹھا لیا۔ اس کے بعد ام عمارہ رسول اللہ ﷺ پر ہوئے

والے حملے ڈھال پر روکنے لگیں، وہ خود کہتی ہیں کہ قریش کے گھڑ سوار ہم پر حملے کر رہے تھے، اور وہ ہماری طرح پیدل ہوتے تو ہم انہیں شکست دے دیتے اتنے میں ایک گھڑ سوار آیا اس نے مجھ پر وار کیا میں نے اسے ڈھال پر روکا اور اس کی تلوار کا حملہ ضائع ہو گیا تو میں نے فوراً اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں، وہ اپنی کمر کے بل گرا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اے ام عمارا کے بیٹے اپنی ماں کے پاس جا، اپنی ماں کے پاس جا، یہ سن کران کے بیٹے نے اپنی ماں کی طرف چھلانگ لگائی اور گرنے والے کو دونوں نے مل کر ختم کر دیا اور پھران کا یہ بیٹا عبداللہ بن زید دشمنوں پر حملے کرتا اوران کے حملوں کا جواب دیتا رہا اچانک ایک شخص نے ان کے بائیں کندھے پر وار کر کے انہیں زخمی کر دیا، آپ ﷺ نے آواز لگائی اپنے زخم کو باندھ لو تو اتنے میں ان کی ماں ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بیٹے کی طرف متوجہ ہوئیں او رمرہم پٹی کی۔

آپ ﷺ کھڑے ملاحظہ فرما رہے تھے پٹی کے بعد ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بیٹے کو کہا جا میرے بچے اللہ کے دشمنوں سے لڑ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر ایک میں تجھ جیسی طاقت کہاں ہے اتنے میں وہ شخص جس نے ان کے بیٹے کو زخمی کیا تھا وہ سامنے آیا آنحضرت ﷺ نے ام عمارہ کو مخاطب کر کے فرمایا اس شخص نے تیرے بیٹے پر وار کیا ہے۔ ام عمارہ فوراً اس کے سامنے آئیں اور اس کی پنڈلیوں پر وار کیا اور وہ زمین پر گر گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ مسکرائے حتیٰ کہ آپ کی نوک والے دانت بھی نظر آنے لگے پھر دوسرے لوگ بھی آ گئے اور انہوں نے مل کر اسے ختم کر دیا یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے کامیاب کیا تیرے دشمن سے تیری آنکھیں ٹھنڈی کیں، اور تیرا انتقام تیری آنکھوں کے سامنے دکھا دیا۔"

اس کے بعد ام عمارہ ان کے بیٹے اور شوہر آنحضرت ﷺ کا دفاع کرنے لگے حتیٰ کہ ابن قمیہ نامی شخص چیختا ہوا آیا مجھے بتاؤ کہ محمد کہاں ہے اگر آج وہ بچ گئے تو میری نجات نہ ہوگی۔" اسے دیکھ کر مصعب بن عمیر ام عمارہ حبیب بن زید رضی اللہ عنہم آگے بڑھے مگر ابن قمیہ نے ام عمارہ کی گردن پر وار کر کے انہیں زخمی کر دیا، ام عمارہ نے بھی اس پر کئی وار کئے مگر اس نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔

ایک مشرک گھڑسوار اس طرف آیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کے بیٹے کو حکم دیا کہ اس پر تیر برساؤ" عبداللہ نے تیر چلایا تو وہ مشرک کے گھوڑے کی آنکھ میں لگا اور گھوڑا سوار سمیت گرا، آپ ﷺ حضرت ام عمارہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور ان کے زخم کی طرف دیکھ کر ان کے بیٹے کو آواز دی کہ اپنی ماں کو سنبھالو اس کے زخم پر پٹی رکھو، اللہ تم سب گھر والوں پر رحمت نازل فرمائے تیری ماں کا رتبہ فلاں سے بلند ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یا رسول اللہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں آپ کا رفیق بنائے۔" تو آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی کہ "ان سب کو جنت میں میرا ساتھی بنا دے۔"

اصحاب رسول ﷺ مدینے لوٹ آئے اور ام عمارہ نے اپنے زخموں پر کپڑا لپیٹا ہوا تھا انہیں تیرہ زخم آئے تھے۔ ام عمارہ نے آنحضرت ﷺ کا ساتھ دے کر محبت رسول ﷺ کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ ام عمارہ کو بیعت عقبہ کیطرف بیعت رضوان میں بھی شمولیت کا اعزاز حاصل ہے اس بیعت کو "موت پر بیعت" کہا جاتا ہے۔

ام عمارہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں بھی شامل تھیں اور آپ ﷺ سے یہ حدیث نقل کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ۔

"جب کسی روزے دار کے ہاں کوئی (بھوکا مہمان) کھاتا ہے تو فرشتے اس روزے دار کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس ام عمارہ آئیں اور عرض کیا "یا رسول اللہ! مردوں کے لئے ہر حکم و آیت نازل ہوتی ہے مگر مجھے ایسا عورتوں کے معاملے میں نظر نہیں آتا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

بے شک مسلمان مرد و مسلمان عورتیں ۔ اور ایمان لانے والے مرد و عورتیں فرمانبرداری کرنے والے مرد و عورتیں، اور راست باز مرد و عورتیں، صبر کرنے والے مرد و عورتیں، خشوع کرنے والے مرد و عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد و عورتیں، اور روزہ رکھنے والے مرد و عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد و عورتیں، اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد و عورتیں۔ ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ الاحزاب (نمبر ۳۵)

ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنخضرت ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین اور حصار طائف میں بھی شریک تھیں اور جب آنخضرت ﷺ فتح مکہ سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یمامہ سے ایک جھوٹا نکلے گا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور قتل ہوگا۔''

حضرت عبداللہ بن زید، خالد بن ولید، اور ابو دجانہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا ''یارسول اللہ اسے کون قتل کرے گا؟ آپ ﷺ نے حضرت خالد کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ خالد اور ان کے ساتھی۔

پھر مسلیمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا اور آنخضرت ﷺ کے پاس ایک خط دے کر دو قاصدوں کو بھیجا، اس میں لکھا تھا۔

یہ خط اللہ کے رسول مسلیمہ (کذاب) کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے۔

سلام علیک ام بعد

میں نبوت میں تمہارے ساتھ شریک ہوں ہمارے لئے آدھی زمین اور آدھی قریش کی ہے لیکن قریش والے سرکش قوم ہیں۔'' نبی کریم ﷺ نے مسلیمہ کے قاصدوں سے پوچھا کہ کیا تم بھی اس کی بات کے قائل ہو؟ قاصدوں نے جواب دیا جی ہاں۔ تو آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر قاصدین کو قتل نہ کرنے کی روایت نہ ہوتی تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا پھر آپ نے مسلیمہ کو ایک خط لکھا۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ خط اللہ کے رسول محمد کی طرف سے مسلیمہ کذب کے لئے ہے سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اما بعد۔ بے شک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنا دیتا ہے اور عاقبت تقوے والوں کے لئے ہے۔''

دونوں قاصد آنخضرت ﷺ کا خط لے کر مسلیمہ کے پاس گئے لیکن وہ اپنے جھوٹ اور افتراء سے باز نہ آیا اور اس کی گمراہی اور بڑھ گئی تو آنخضرت ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ مسلیمہ کے پاس کوئی قاصد بھیجا جائے تا کہ اسے گمراہی اور اس افتراء سے روکا جا سکے تو آنخضرت ﷺ نے ام عمارہ کے بیٹے حضرت حبیب بن زید کو مسلیمہ کے پاس بھیجا ام عمارہ اس انتخاب پر بہت خوش تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کو الوداع کہا اور کام بخوبی انجام دینے کی توفیق کی دعا کی حبیب بن زید آنخضرت ﷺ کا خط لے کر مسلیمہ کے پاس پہنچے، مسلیمہ نے ان سے

پوچھا کہ ”کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟“ حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ہاں گواہی دیتا ہوں۔ تو مسلیمہ نے پوچھا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں بہرا ہوں سن نہیں سکتا وہ بار بار یہی سوال کرتا اور حبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب دیتے اس پر اس نے طیش میں آ کر جلاد کو حکم دیا کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو تو جلاد نے ان کے ٹکڑے کر دیئے ایسے میں ان کی زبان سے جو الفاظ ادا ہوتے رہے وہ ”کلمہ توحید“ تھا اسی حال میں آپ شہید ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ بھی اس کے بعد ”رفیق اعلیٰ“ کی طرف منتقل ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین سے قتال کے لیے لشکر تیار کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلیمہ کذاب کے مقابلے کے لئے روانہ فرمایا، اسی لشکر میں ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بیٹے عبداللہ بن زید بھی شامل تھے ام عمارہ نے مسلیمہ سے انتقام کی ٹھان رکھی تھی۔

پہلے تو انہوں نے آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے جنگ میں آپ کا کردار دیکھ رکھا ہے لہذا اللہ کا نام لے کر نکل جائیں اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا خیال رکھنے کی وصیت فرمائی۔

پھر بنوحنیفہ سے جنگ ہوئی اور ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس جنگ میں لڑیں انہیں گیارہ زخم آئے اور ایک ہاتھ بھی کٹ گیا، ام عمارہ اپنے بدن پر زخموں کے نشان لئے، کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ مدینے واپس ہوئیں، اس سے پہلے بیعت عقبہ کے بعد انہوں نے خدمت نبوی ﷺ میں اپنے جگر کے دو ٹکڑے اپنے بیٹے حبیب اور عبداللہ کو پیش کر دیا تھا یہ وہ مجاہدہ تھیں جو طلب شہادت میں نہ سستی دکھاتیں اور نہ ملول ہوتیں انہوں نے مردوں کی طرح جہاد کیا بلکہ بے شمار مردوں سے جہاد میں آگے بڑھ گئیں ان کے بارے میں یہ شعر صادق آتا ہے۔

ولو کان النساء کمن فقد نا

اگر وہ عورتیں ”جنہیں ہم کھو چکے“ (اس وقت) ہوتیں

لفضلت النساء علی الرجال

تو مردوں پر عورتوں کو فضیلت حاصل ہوجاتی

اے نسیبہ بنت کعب، آپ کا ٹھکانہ جنت ہے، رفیق الاعلیٰ ہے۔ آپ نے دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت اختیار کی اور گھمسان کی لڑائیوں میں جہاد کیا اور اب آپ اپنے بیٹوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی جنت میں مصاحب ہیں ہم آنحضرت ﷺ کی ان کے لئے کی جانے والی دعا دہراتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

اے اللہ! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔

اللھم آمین .

اے ہمیشہ زندہ رہنے والو! اللہ کی رحمت میں ہمیشہ رہو۔

(۴۴) فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا

شاید کہ اس عنوان ہی نے قاری کے دل کو ان کی سوانح کی معرفت کے اشتیاق میں متحرک کردیا ہوگا۔

یہ ایک جلیل القدر صحابیہ ہیں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہو اور ان کی بہن کا تذکرہ نہ کیا جائے کیونکہ یہی ان کے اسلام کا سبب بنیں اور وہ چنگاری انہوں نے ہی سلگائی جس نے حضرت عمر کے دل میں اسلام کا الاؤ روشن کردیا۔

یہ ایمان لاکر ایمان کے پہلے سواروں اور سابقین اولین میں شامل ہوچکی تھیں۔ اور اپنے شوہر ''سعید بن زید'' جو خود بھی ایک جلیل القدر صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے کے ساتھ کلمہ توحید پر جمع ہوچکی تھیں۔ یہ دونوں ایک کلمہ اور ایمان اور اسلام کے مقدس عقیدے پر جمع ہونے کی بہترین مثال تھے۔

جس وقت فاطمہ ایمان لائیں اس وقت تک آنحضرت ﷺ ''دار ارقم'' میں تشریف نہ لائے تھے فاطمہ نے اپنے شوہر کے ساتھ ایمان کا سفر کفر و شرک کے خاروں کے درمیان سے شروع کیا۔ یہاں آگے پیچھے بھی کفر کے کانٹے انہیں گھیرے ہوئے تھے۔ اور پھر انہوں نے اپنے دوسرے اسلامی بھائیوں کے ساتھ ایک نئی اور خونچکاں داستان رقم کی۔

ظلم وستم کی یہ زندگی آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ گذارتے رہے اپنے دلوں

میں امید کی کرن، اور انسانیت جس خوفناک اندھیرے میں تھی وہاں ایک چمکتے نور کے پیغام کو لئے چلتے رہے ان کی امید بہت بڑی تھی حق کی وہ آواز جسے یہ لے کر چلے تھے بڑی طاقتور اور سریع تھی جس نے بہت جلد ہی ہر باطل کو شکست دی، ہر منکر کا رد کیا، اور اسلام کے جھنڈے کو انتہائی بلندی پر لہرا دیا۔

ہم اسلام کی طرف سبقت کرنے والی فاطمہ کی طرف چلتے ہیں جہاں وہ اپنے شوہر اور ایک صحابہ حضرت خباب کے ساتھ بیٹھی قرآن کی تلاوت کر رہی ہیں اور قرآن کے لئے ان کے قلوب لرزاں تھے اور قرآن ان کے خون اور جسموں میں شامل ہوتا جارہا تھا آج کا دن ایک اہم واقعہ کا دن ہے جو انہوں نے نہ طے کیا نہ انہیں اس کا اندازہ ہے، آج عمر بن خطاب غصہ اور حمیت سے مغلوب ہو کر تلوار تانے کہیں جا رہے ہیں، ان کی منزل ''محمد رسول اللہ'' کا قتل ہے یہ وہ محمد ﷺ ہے جس نے قریش کو تقسیم کر دیا ان کے معبودین کو بیکار، کہا آج اس کا قصہ تمام کرنے کا ارادہ ہے۔

راستے میں انہیں ''نعیم بن عبداللہ'' ملے جو مسلمان تھے مگر ایمان کا اعلان اب تک نہ کیا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ عمر! کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا ''اس بے دین محمد ﷺ کو قتل کرنے جا رہا ہوں جس نے قریش کو ٹکڑے کر دیا ہے ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہمارے معبودین کو برا کہتا ہے۔'' تو حضرت نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا تو محمد ﷺ کو قتل کر کے زمین میں آرام سے گھوم سکے گا کیا ایسے بنو ہاشم اور بنو عبد مناف تجھے چھوڑ دیں گے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے لگتا ہے کہ تو بھی بے دین اور محمد ﷺ کا پیرو بن گیا ہے۔ تو حضرت نعیم نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہے تو ان لوگوں نے بھی کیا ہے جن پر تمہیں کہنے کا زیادہ حق حاصل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ کون ہیں؟ نعیم نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی۔ وہ بھی مسلمان ہو کر تمہارے دین کو چھوڑ چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر غصہ میں بھر گئے اور وہ کڑھنے لگے کہ فاطمہ نے ایسی جرات کیسے کی؟ اگر جیسا میں نے سنا ایسا ہی ہوا تو میں یہ کر دوں گا وہ کر دوں گا۔ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اس مقرر وقت کے قریب ہو گئے۔ حضرت فاطمہ اور سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خباب بن ارت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلاوت کی گنگناہٹ سن لی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیزی سے دروازہ کھٹکھٹایا

وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد بات کی حقیقت پتا چل جائے ان دونوں نے حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک پردے کے پیچھے چھپا دیا اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی کے لئے دروازہ کھولا جیسے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر آئے انہوں نے کہا یہ کیسی گنگناہٹ تھی جو میں سن رہا تھا ان دونوں نے جواب دیا، کچھ نہیں ہم دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے مجھے پتہ چلا ہے کہ تم دونوں محمد ﷺ کے دین پر آ گئے ہو ان کے بہنوئی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کہ ذرا دیکھو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر حق تمہارے دین کے علاوہ ہو تو؟ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ان کے خون نکلنے لگا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر چھڑانے لگیں اور وہ بھی زخمی ہو گئیں وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر پکڑ کر کھینچتیں اور کہتی جاتیں، کہ تیری ناک خاک آلود ہو جائے ایسا تو ہو چکا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لمحہ ایسا مل گیا جس میں انہیں اپنی بہن سے شرم آ گئی اس لمحے انہوں نے اپنی بہن کے چہرے پر خون بہتے دیکھا تو ان پر رحم آ گیا۔

انہوں نے اپنی بہن کو دیکھا اور پھر دونوں کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ بہن کے چہرے سے خون ٹپک رہا تھا اور اپنے دین پر فخر کے ساتھ سر اٹھائے کھڑی تھیں وہ بولیں، ہاں میں گواہی دیتی ہوں کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں'' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''لاؤ یہ اوراق مجھے دو تاکہ میں پڑھوں'' فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ اوراق اپنی کمر کے پیچھے چھپا لیئے اور بولی مجھے ڈر ہے تم اوراق کو نقصان پہنچاؤ گے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ یہ اوراق پڑھ کر ضرور واپس کریں گے، حضرت فاطمہ نے بڑی نرمی سے کہا ''انہیں ان کے اسلام کی امید پیدا ہو گئی'' کہ بھائی تم ابھی ناپاک ہو اور ان اوراق کو پاک حالت ہی میں چھوا جا سکتا ہے پہلے غسل کرو تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے وہاں سے اٹھ کر غسل کی اور پھر اوراق لے کر پڑھنا شروع کئے اس میں یہ آیات تھیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

طٰہٰ۔ ''ہم نے یہ قرآن اس لئے نہیں اتارا'' تاکہ تو مشقت میں پڑ جائے مگر یہ نصیحت ہے ڈرنے والے کے لئے۔

یہ پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کتنا عمدہ اور مبارک کلام ہے۔ مجھے محمد ﷺ کا

پتہ بتاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور سچے خطاب کے سامنے جھک گیا اور وہ ایک دم مکمل بدل گئے اور ایمان ان کے دل میں جوش مارنے لگا۔

ان صاف ستھرے لمحات میں حضرت خباب پردے کے پیچھے سے نکلے اور حضرت عمرؓ کو پکڑ کر بولے۔ مبارک ہو اے عمر، مجھے امید ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی دعا کی قبولیت ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ:

”اے اللہ عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام دونوں میں سے اپنی پسند کے شخص سے اسلام کو عزت عطا فرما۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل زور سے دھڑکنے لگا انہوں نے کہا مجھے محمد ﷺ کا پتہ بتاؤ! پھر یہاں سے نکل کر ”دار ارقم“ پہنچے اور وہاں عظیم کلمہ پڑھا اور ایک عظیم شہادت دی کہ

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گوہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

اس طرح وہ فاطمہ کی وجہ سے ہدایت کے صحن اور دین حق میں داخل ہوئے، حلہ توحید پہنا اور عمر بن خطاب سے عمر الفاروق بنے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لانے کے بعد یہ اشعار کہے جس میں انہوں نے اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے اسلام لانے اور اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر کیا ہے۔

الحمد لله ذی المن الذی وجبت

تمام تعریفیں احسان کرنے والے اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس کی پناہ

له علینا ایاد مالها غیر

لینا ہم پرواجب ہے پناہ کے لئے اور کوئی نہیں

وقد بدانا فکذبنا فقال لنا

اور وہ ہم پر ظاہر کر چکا تو ہم نے اسے جھٹلایا تو اس نے ہمیں کہا

صدق الحدیث نبی عنده الخبر

نبی نے سچی بات کہی اس کے پاس وحی ہے

وقد ظلمت ابنة الخطاب ثم هدی

اور تحقیق میں نے خطاب کی بیٹی پر ظلم کیا پھر ہدایت دی

ربی عشیة قالو ! قد صبا عمر

مجھے اس شام میرے رب نے، لوگوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا

وقد نلمت علی ماکان من زلل

اور میں اپنی پہلی لغزشوں پر نادم ہوا

بظلمها حین تتلی عندها السور

اس (فاطمہ) پر ظلم سے جب اس کے پاس سورتیں تلاوت کی جارہی تھیں

لمادعت ربها ذالعرش جاهدةً

جب اس نے اپنے عرش والے رب کو ہمت سے

والد مع من عینها عجلان یبتدر

اور اس کی آنکھ سے جلدی جلدی آنسو بہہ رہے تھے

ایقنت ان الذی تد عوه خالقها

"مجھے یقین ہو گیا کہ جسے وہ پکار رہی ہے وہ یقیناً اس کا خالق ہے"

فکاد تسبقنی من عبرة در ر

پس قریب تھا کہ موتی بہنے لگتے مجھ سے

فقلت اشهدان الله خالقنا

تو میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے

وان احمد فینا الیوم مشتهر

اور احمد آج ہمارے درمیان جو مشہور ہیں

نبی صدق اتی بالحق من ثقة

وہ سچے نبی ہیں سچی بات معتبر سے لائے ہیں

وافی الا مانة ما فی عوده خور

انہوں نے امانت کا کام پورا کیا اس کے لوٹنے میں نشیب نہیں ہے۔

اسی طرح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا مال واسباب اٹھا کر امان وراحت کی جگہ جا بسیں مگر یہ جسمانی ودنیاوی راحت کے لئے نہیں بلکہ دین کے لئے یہ مہاجرین اولین کے

ہمراہ مدینہ چلی گئیں تاکہ قصر اسلام کی تعمیر میں حسب استطاعت شریک ہوسکیں۔

''حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت الخطاب چند حدیثیں بھی نقل کرتی ہیں جیسا کہ علامہ ابن الجوزی نے لکھا ہے اور الاصابہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے وہاں ان کی ایک حدیث بھی درج ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ میری امت میں خیر اس وقت تک باقی رہے گی جب تک فاسق علماء میں اور جاہل قاریوں میں دنیا کی محبت ظاہر نہ ہوجائے اور جب ظاہر ہوجائے گی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر انہیں اندھا نہ کردے۔''

اس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت الخطاب نے اپنی جنت کی بشارت پانے والے شوہر کے ساتھ جھد مسلسل کے ساتھ زندگی گزاری۔ کہا جاتا ہے ''کہ ان کی ایک کنیت ام جمیل'' تھی۔

انہیں اللہ رب العالمین کی رضا سے حظ وافر حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فاطمہ، آل خطاب اوران کے دونوں شہید بھائیوں حضرت عمر اور حضرت زید سے راضی ہو آمین۔ (۱)

(۴۵) ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ جلیل القدر صحابیہ ہیں جو اس پاکیزہ دور میں دوسری صحابیات سے بعض چیزوں میں ممتاز تھیں ام ورقہ نے رسول اللہ ﷺ کے در میں قرآن کریم جمع کیا اسے یاد کیا، اور اس کے معنیٰ سمجھے اور یہ صحابیات میں سے تھی جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول کو اپنا شغف بنایا اور انہی کی تعبیر پر چلتی رہیں اوران کے چشموں سے سیراب ہوتی رہیں۔

ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث انصاری اسلام کی طرف پہلے آنے والے اور بیعت کرنے والے لوگوں میں سے تھی اوران کی زندگی کا خوبصورت لمحہ وہ تھا جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اپنے دوست حضرت صدیق اکبر کے ساتھ مدینے آتے دیکھا تو یہ دوسری مسلمان دوستوں کے ساتھ جن کے دل نور محمدی سے متحرک تھے کھڑی ہوئیں اور رسول اللہ کی محبت سے بھرا ایک ترانہ پڑھا اور یہ ترانہ جس کی بازگشت فضا میں آج تک گونجتی رہتی ہے اور لوگ صدیوں سے اسے پڑھتے چلے آرہے ہیں یہ بچیاں گا رہی تھیں۔

---

(۱) حضرت فاطمہ بنت الخطاب کی سیرت کے مزید مطالعے کے لئے۔ الروض الانف علی ہامش السیرۃ النبویہ ص ۲/۱۰۰ الاصابہ ۸ص ۶۳۔ الطبقات الکبریٰ ابن سعد (۸ص ۲۶۷) اسد الغابہ ص ۵۱۹۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ہم پر چاند نکلا وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر شکر واجب ہے۔
جب تک کوئی اللہ کو پکارنے والا اسے پکارے۔

جب آنحضرت ﷺ مدینے میں مقیم ہو گئے تو یہ صحابیہ ان کے چشمہ علم وہدایت سے سیراب ہوتی رہیں اور پیاسی زمین کی طرح اللہ کی آیت اور کلام سے اپنی پیاس بجھاتی رہیں۔

غزوہ بدر کا معرکہ آیا اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو جہاد اور اللہ کی رضا پا کر کامیابی حاصل کرنے کے لئے پکارا تو ام ورقہ نے بھی یہ آواز سنی وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر بولیں اے اللہ کے رسول مجھے بھی آپ کے ساتھ نکلنے کی اجازت عطا فرمادیں میں زخمیوں کی مرہم پٹی کروں گی اور بیماروں کی رکھوالی شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمادیں تو آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب فرمائے گا تو اپنے گھر میں رہ تجھے شہادت کی موت ملے گی۔

ام ورقہ اس بشارت کو سن کر شہادت کی منتظر رہیں اور کیوں نہیں؟ یہ بشارت انہیں رسول اللہ ﷺ نے سنائی تھی جو اپنی مرضی سے کچھ نہ بولتے تھے بلکہ ہر بات وحی سے ارشاد فرماتے۔ام ورقہ اپنے گھر میں علم اور عبادت کے شغف میں مصروف رہیں اور تلاوت کرتیں اس کا حق ادا فرماتیں۔

انہیں آنحضرت ﷺ کے نزدیک بڑا پاکیزہ رتبہ حاصل تھا آپ ﷺ خصوصی طور پر ان کی زیارت کو تشریف لے جاتے صحابہ اکثر رسول اللہ کو یہ فرماتے سنتے کہ چلو شہیدہ کے گھر ہو آئیں۔

ام ورقہ کو یہ اجازت بھی حاصل تھی کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کو نماز پڑھائیں چونکہ یہ حافظ قرآن اور خوب تلاوت کرنے والی تھیں حتیٰ کہ انہوں نے مؤذن کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے مؤذن رکھ دیا جو ان کے لئے اذان دیتا حضرت ام ورقہ کو ایک بڑا معزز لقب بھی حاصل ہوا کہ وہ صحابہ کے درمیان ''الشہیدۃ القاریۃ'' کے لقب سے مشہور ہوئیں لیکن یہ شہید کب ہوئیں اور شعراء میں شمار کب ہوئیں؟ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ان کی ایک باندی اور ایک غلام تھے ان دونوں سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو تم دونوں آزاد ہو

ایک دن ان دونوں کو شیطان نے بہکایا تو انہوں نے رات میں انہیں بے ہوش کر کے قتل کر دیا اور بھاگ گئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ ان کی تلاوت کی آواز سنتے تھے آج کی رات نہ سن سکے تو صبح انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آج کی رات خالہ ام ورقہ کی آواز نہیں آئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود دیکھنے کے لئے گھر میں داخل ہوئے تو وہاں کچھ نہ تھا اچانک ان کی نظر کونے میں پڑی تو دیکھ کہ ام ورقہ چادر میں لپٹی بے جا پڑی ہیں تو آپ نے انا اللہ پڑھی اور کہا کہ رسول اللہ کا فرمان سچ تھا کہ ام ورقہ شہید ہوں گی۔ پھر آپ نے لوگوں کو کہا کہ ام ورقہ کو ان کے غلاموں نے قتل کر دیا ہے اور بھاگ گئے ہیں آپ نے ان دونوں کی تلاش کا حکم دیا اور وہ پکڑے گئے انہوں نے اقرار کر لیا ام ورقہ کو انہوں نے قتل کیا ہے لہذا اس کی سزا میں انہیں سولی پر لٹکایا گیا مدینہ منورہ میں پہلی مرتبہ کسی کو سولی پر لٹکایا گیا تھا اس طرح ام ورقہ جو قاریہ حافظہ اور خواتین کی امام تھیں شہادت کے رتبہ کو پہنچ گئیں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد سچا ہو گیا ان کی تمنا کے مطابق انہیں شہادت مل گئی۔

یہ حافظہ قرآن ایک قاریہ قرآن کی تلاوت کرنے والی شہیدہ اللہ آپ کو شہداء کی فہرست میں شمار کرے اور کشادہ جنت میں جگہ عطا فرمائے۔

(۴۶) حضرت خنساء بنت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ ایک جلیل القدر معروف صحابیہ ہیں جو مسلمانوں کے دلوں اور یادوں میں اپنی حیرت انگیز صبر کی وجہ سے موجود ہیں ان کے دو الگ الگ کردار ہیں ایک خنساء مومنہ دوسرا خنساء غیر مومنہ کا۔

یہ خنساء بنت عمرو بن ثرید ہیں ان کا اصل نام ''تماضر'' ہے یہ مشہور و معروف شاعرہ تھیں۔ یہ اپنی قوم کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئیں تھیں۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی شاعری پسند تھی اس لئے فرمائش کر کے اشعار سنتے اور مدح فرماتے۔

پہلے حضرت خنساء ایک یا دو شعر کہہ لیا کرتی تھی مگر جب ان کا بھائی ''صخر'' قتل ہوا تو یہ چونکہ اس کی سخاوت اور بردباری کے باعث اس سے شدید محبت کرتی تھیں اس لئے اس کی یاد میں بہت سے اشعار اور مرثیئے کہے۔ اور آنے جانے والوں نے ان کے اشعار جگہ جگہ

پھیلا دیئے حتیٰ کہ قریب وبعید سب اس کے غم میں شامل ہو گئے اور اس کے روز وشب اسی رونے دھونے میں گزرے۔ اس نے کہا

اعینی جودا ولا تجمدا
اے میری آنکھ! خوب سخاوت کرو کنجوسی نہ کرو
الا تبکیان لصخرا لندی
کیا تم اس سخی صخر کے لئے نہیں روتیں
الا تبکیان الجری الجمیل
کیا تم اس خوبصورت بہادر پر نہیں روتیں
الا تبکیان الفتیٰ السیدا
کیا تم اس نوجوان سردار پر نہیں روتیں
طویل النجاد عظیم الرماد
جو لمبے دستر خوان والا اور بہت زیادہ مہمان نواز تھا
ساد عشیر ته امردا
جس کا خاندان لڑکپن ہی میں سردار بن جاتا ہے

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خنساء سے پہلے یا بعد میں کوئی اور عورت اتنی عظیم شاعرہ نہ بن سکی۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں دوسرے بہت سے شاعران کی ابحاث کو لیتے ہیں۔

ہم نے یہاں ان کا تذکرہ اس لئے کیا ہے اس خاتون کے دل میں اسلام کی بڑی عظمت تھی یہ وہ خاتون تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئیں، ان پر ایمان لائیں، ان کی رسالت کی تصدیق کی اور دین حنیف نے انہیں مکمل بدل دیا، تاریخ نے ان کا بڑا عظیم اور ناقابل فراموش کردار محفوظ کیا ہے۔

یہ قادسیہ کے وسیع میدان میں چاروں بیٹوں کے درمیان رات کے اندھیرے میں کھڑی ان سے کہہ رہی ہیں " کہ میرے بچو تم اپنی مرضی سے مسلمان ہو گئے اور اپنی مرضی سے تم نے ہجرت کی ہے قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم سب ایک باپ کی اولاد ہو جیسا کہ تم ایک ماں کے بیٹے ہو نہ تمہارے ماں باپ نے کوئی خیانت کی نہ تمہارے

ماموں نے تمہیں رسوا کیا اور نہ میں نے تمہارے نسب میں کوئی تبدیلی کی اور نہ ہی حسب کو داغدار بنایا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے لڑنے کا کتنا ثواب رکھا ہے اور یہ بھی جان لو کہ ہمیشہ باقی رہنے والا گھر فنا ہونے والے گھر سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلے میں صبر سے لڑو اس کے لئے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاجاؤ۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۲۰۰)

حضرت خنسا کہہ رہی تھیں کہ جب صبح ہو تو اپنے دشمن سے لڑنے کے لئے چلے جانا اور اللہ سے مدد مانگنا جب تم دیکھو کہ جنگ نے ان کی پنڈلی کھول دی ہے اور اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور آگ دہک گئی ہے تو تم میدان جنگ میں گھس جانا ور صبر و استقامت سے لڑنا جب لشکر کے پانچوں حصے گرم ہوں تب بھی پیچھے نہ ہٹنا اور خوب غنیمت اور عزت کے ساتھ کامیاب ہونا جو ہمیشہ کی جنت اور ٹھکانہ ہے۔ اسد الغابۃ (ص ۴۴۳/۲)

تو ان کے چاروں بیٹے گھڑ سواروں کے مقابلے کے لئے پہلی صفوں میں پہنچ گئے اور جب جنگ گرم ہوگئی تو وہ اشعار پڑھتے ہوئے اس میں گھس گئے پہلے نے شہادت کو گلے لگانے کے لئے قدم بڑھایا اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

یا اخوتی ان العجوز الناصحة قد نصحتنا اذ دعتنا البارحة بمقالة ذات بیان و اضحة وانما تلقون عند الصابحة من آل ساسان کلا بانائحة.

ترجمہ: میرے بھائیوں! نصیحت کرنے والی بوڑھی نے ہمیں نصیحت کی، جب اس نے کل بلایا، ایسے کلام سے جس کا بیان واضح تھا، یہ کہ تم صبح کو آل ساسان کے روتے ہوئے کتوں سے لڑو گے۔

دوسرے نے یہ اشعار پڑھے

ان العجوز ذات حزم و جلد
قد امرتنا بالسد ادوا لرشد
نصیحة منها وبرابالو لد
فبا کروا الحرب حماة فیء العدد

بے شک عزم و استقلال کی مالک بوڑھی (ماں) نے ہمیں ثابت قدمی اور ہدایت کا حکم دیا جو اس کی طرف سے نصیحت بھی تھی اور اولاد کی خیر خواہی بھی پس جلدی کرو جنگ میں

اس بڑے لشکر سے۔

تیسرے نے یہ اشعار پڑھے

واللّٰہ لا نعصی العجوز حرفا
نصحا وبرا صادقا ولطفا
فبا دروا الحرب الضروس زحفا
حتیٰ تلقوا آل کسریٰ لفا

اللہ کی قسم ہم اس بوڑھی ماں کی نافرمانی نہ کریں گے، اس کی بات کی جو نصیحت سچی خیر خواہی اور لطف ہے پس تم اس سخت جنگ کو حملہ کر کے حاصل کرلو یہاں تک کہ آل کسریٰ کو لپیٹ دو۔

چوتھے نے یہ اشعار پڑھے۔

لست لخنساء ولا لأ خزم
ولا لعمرو ذی السناء الا قدم
ان لم ارد فی الجیش جیش الا عجمی
ماض علی الھول خصم خضرمی

میں خنساء۔ اخزم، یا روشن چہرے والے عمرو کا نہیں اگر میں اس لشکر میں اس پرانے ڈرے ہوئے عجمی لشکر کو نہ لوٹا دوں جو حضرمی کے مقابل تھا۔

چاروں بھائی یکے بعد دیگرے آگے بڑھے اور اپنے پاکیزہ خون کو قادسیہ کی سرزمین پر گراتے گئے تا کہ ان کی ارواح شہداء کے ساتھ مل جائیں۔

''یہاں حضرت خنساء کا کردار بڑا حیرت انگیز تھا جب انہیں چاروں بیٹوں کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے کہا'' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ان کی شہادت سے مشرف کیا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی جوار رحمت میں ان کے ساتھ جمع فرمائے گا۔''

اللہ اللہ! اسلام کتنا عظیم ہے اس کی کاریگری بھی کیا ہے ایک عورت نے خود پر نیند حرام کر لی رو رو کر آنکھیں خراب کرلیں صرف اپنے بھائی کے قتل پر، اور بڑے بڑے مرثیہ اور قصیدے لکھ ڈالے اور غمزدوں جیسی ہر تکلیف اپنائی اور بڑی دکھی عورت کی طرح روتی رہی۔ لیکن اسلام میں اسے اپنے کسی بھائی کی موت کی خبر نہیں ملی بلکہ چار جوان بیٹوں کی ایک دن

اور ایک ہی وقت میں شہادت کی خبر ملی مگر اس نے کیا کہا اس اللہ رب العلمین کا شکر ادا کیا۔ اور شکر کس بات پر؟ چار جوان بیٹوں کی جدائی پر اور بیٹے سے بڑھ کر کسی اور چیز کا وجود نہیں ہے۔

یہ ہی وہ فخر وعظمت اور شرف تھا جو حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل ہوا۔ یہی وہ تمغہ عزت اور فخر تھا جسے انہوں نے اپنے سینے پر سجایا اور چار شہیدوں کی ماں کا لقب حاصل کیا۔

جی ہاں، خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ عورت تھی جو مدرسہ اسلام میں داخل ہوئی اور اس نے وہاں سیکھا کہ اس کے راستے میں کس طرح خرچ کرنا ہے اور کیسی قربانی دینی ہے؟ حتیٰ کہ اپنی اولاد کی بھی، وہ اسلام کو قربانی اور فدا ہونے سے خالی محض کوئی لقب یا نام نہیں سمجھی۔

اے دور حاضر کی مسلمان ماؤ، بہنو! بیٹیو! آپ نے ان کے اس کردار سے کیا سبق حاصل کیا؟

کیا آپ نے مر مٹنے اور قربانی کا مفہوم سمجھا؟

کیا آج کل کے مسلمانوں نے اس بات کو جانا کہ اسلام طبیعتوں کو بدل دیتا ہے دلوں کو الٹ پلٹ دیتا ہے تا کہ وہ اللہ اور رسول اللہ کی رضا کے مطابق ہو جائے۔ اے خنساء! اسلام نے تجھے بدل کر رکھ دیا جب تو بہن تھی تو ایک بھائی کی جدائی پر لمبے عرصے تک رات و دن روتی رہی، جب ماں تھی تو گلاب کے پھولوں جیسے چار بیٹے جدا ہو گئے لیکن تو نہ روئی اور نہ نوحہ کیا اور نہ ان کے لئے مرثیئے کہے بلکہ اللہ کا شکر ادا کیا۔

گویا مجھے ان لمحات میں جلیل القدر صحابی خبیب بن عدی کا وہ شعر پس منظر میں گونجتا محسوس ہو رہا ہے۔

وذلک فی ذات الالٰه وان یشاء　　　یبارک علی اشلاء شلو ممزق.

اور یہ اللہ کی ذات ہی کی قدرت ہے کہ وہ اگر چاہئے تو برکت عطا فرما دے کسی کٹے پھٹے انسانی عضو (کے چیتھڑے) میں بھی۔

اللہ تعالیٰ شہداء کی ماں، خنساء سے راضی ہو انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے شہید بیٹوں کے ساتھ حشر فرمائے آمین۔

(۴۷)ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ رسول اللہ ﷺ کی نواسی اور حضرت حسین وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن ہیں آنحضرت ﷺ نے ان کا نام ''ام کلثوم'' رکھا تھا یہ اس گھر میں تھیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے رجس کو دور کر کے پاک فرمادیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ اپنے نسب وسبب کو رسول اللہ ﷺ سے ملالیں تو وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ ''علی میرا نکاح ام کلثوم سے کردو، واللہ میری طرح روئے زمین کا کوئی بھی شخص ام کلثوم کو نہ رکھ سکے گا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''میں اسے تمہارے پاس بھیجوں گا اگر تمہیں پسند آئے تو میں تمہارا نکاح کردوں گا'' یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر آئے اور ایک چادر لپیٹ کر ام کلثوم کو دی اور کہا جاؤ یہ امیر المومنین کو دے آؤ اور انہیں کہنا کہ یہ چادر میرے والد نے بھیجی ہے ''اگر امیر المومنین کو وہ پسند ہوگی تو رکھ لیں گے ورنہ واپس کردیں گے۔''

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ چادر لے کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور کہا یہ چادر میرے والد نے آپ کے لئے بھیجی ہے۔ تو حضرت عمر نے فرمایا اللہ تجھ سے راضی ہو مجھے یہ چادر پسند ہے۔ ام کلثوم جب اپنے والد کے پاس آئیں اور کہا کہ انہوں نے نہ چادر کھولی اور نہ میری طرف دیکھا تو حضرت علیؓ نے یہ نکاح فرمادیا۔

حضرت عمرؓ نے مجلس مہاجرین وانصار میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ مجھے مبارک باد دو، لوگوں نے پوچھا کس بات کی؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سے نکاح کی، خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ۔

قیامت کے دن سارے اسباب ونسب منقطع ہوجائیں گے سوائے میرے سبب ونسب کے۔(۱)

میں نے رسول اللہ کی صحابیت کا شرف تو حاصل کرلیا ہے میں یہ چاہتا تھا کہ یہ نسب بھی شرف صحابیت کے ساتھ ہو۔

حضرت ام کلثوم کی زندگی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نہایت تنگ دستی اور فقروفاقے کی تھی ایک مرتبہ روم کی ملکہ کے پاس ام کلثوم نے خوشبو، شربت، اور کچھ بوٹے

بھیجے تو اس نے بھی ہدیئے اور قیمتی ہیروں کا ہار بھیجا، جب یہ سامان آ پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے روک دیا اور صحابہ کو جمع ہونے کا حکم دیا جب سب جمع ہو گئے تو انہوں نے ان کے ساتھ دو رکعت پڑھیں پھر فرمایا کہ بغیر مشورے کے کام میں خیر نہیں ہوتی، مجھے اس ہدیہ کے بارے میں رائے دو کہ ام کلثوم نے ملکہ روم کو ہدیہ بھیجا پھر اس نے بھی جوابا ہدیہ بھیجا۔ بعض لوگوں نے کہا جس کے لئے آیا ہے اسی کا ہے اور ملکہ کسی کی ماتحت نہیں کہ اس پر پابندی ہو اور نہ آپ کی تابعدار جو وہ آپ سے ڈرے۔ بعض نے کہا لوگ ہمیں کپڑا ہدیہ بھیجتے ہیں کہ ہم اسے پہنیں مگر ہم بیچ کر نفع کما لیتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لیکن قاصد تو مسلمانوں کا قاصد تھا اور ڈاک بھی مسلمانوں کی تھی اور مسلمان اس کے گلے میں اسے بڑا سمجھیں گے۔ (۱)

میں اسے بیت المال میں جمع کرتا ہوں اور ام کلثوم کو وہ ملے گا جو اس نے خرچ کیا۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کی ضروریات معلوم کرنے کے لئے رات کو گشت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ اندھیرے میں بالوں کا ایک خیمہ لگا ہے اور اندر سے عورت کے رونے کی آواز آرہی ہے ایک شخص باہر بیٹھا تھا آپ اس کے قریب گئے اور اس سے حال احوال پوچھا تو اس نے کہا کہ میں دیہات سے آیا ہوں تاکہ امیر المومنین سے کچھ مال خرچ کے لئے حاصل کرسکوں۔ آپ نے عورت کے کراہنے کی بابت پوچھا تو اس نے کہا اے بھائی اپنا کام کرو جاؤ۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں تو اس نے بتایا کہ میری بیوی کو دردزہ ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے گھر واپس آئے اور اپنی زوجہ ام کلثوم سے فرمایا کہ کیا وہ اجر حاصل کرنا چاہتی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا ہے؟ تو ام کلثوم نے پوچھا وہ کیا؟ تو آپ نے فرمایا ایک مسافر عورت تکلیف میں ہے اور اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر آپ چاہیں تو ٹھیک ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹا، گھی، اور ہانڈی لے لی اور ام کلثوم نے بھی ضرورت کی کچھ چیزیں رکھ لیں پھر یہ دونوں چلتے ہوئے خیمے کے پاس پہنچ گئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عورت کے پاس جانے کو کہا اور خود اس

(۱) تاریخ طبری (۲ص ۶۰۱)

آدمی کے پاس بیٹھ گئے اور ہانڈی تیار کرنے لگے اور اس شخص کو کہا کہ آگ جلانے میں میری مدد کرو اور خود حضرت عمرؓ اس میں ایندھن ڈالتے پھونکتے، اور ہانڈی میں کھانے کی کچھ چیز ڈال کر اسے پکانے لگے۔

اتنی دیر میں اس عورت کے ہاں ولادت ہوگئی اور خیمہ کے اندر سے بچے کے رونے کی آواز بلند ہونے لگی، ام کلثوم نے باہر کی طرف آ کر آواز لگائی، کہ

"امیر المومنین اپنے ساتھی کو بیٹے کی خوشخبری دیجئے"۔

اس شخص نے جب امیر المومنین کا لفظ سنا تو شدت حیرت سے کانپنے لگا اور اٹھ کر معذرت کرنے لگا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کہا بھائی آرام سے بیٹھو کوئی حرج نہیں، پھر آپ ہانڈی اٹھا کر خیمہ کی طرف لے گئے اور فرمایا ام کلثوم آ کر ہانڈی لے جاؤ اور اس عورت کو کھانا کھلاؤ جب اس عورت نے کھانا کھالیا اور مرد نے بھی کھالیا تو امیر المومنین اور ام کلثوم وہاں سے چل دیئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چلتے چلتے اسے کہا کہ کل ہمارے پاس آنا ہم انشاء اللہ کچھ مناسب انتظام کردیں گے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نواسی اور فاطمہ زہراء کی بیٹی ام کلثوم کو لے کر گھر واپس ہوئے وہ دونوں مسافر مسلمان کی خدمت کر کے ثواب واجر کما کر بہت خوش تھے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے تو ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تنہا رہ گئیں، یہ اس وقت کی عورتوں میں ایک افضل خاتون تھیں، کیونکہ ان کے نانا رسول اکرم ﷺ، ان کے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور شوہر عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

انہوں نے پھر شادی نہ کی بلکہ متواضع مسلمان عاملہ کی زندگی گذارتی رہیں اور اللہ کی رضا کے لئے سعی کرتی رہیں، جہاں حق کی سواری ٹھہرتی اسی جگہ یہ حق کے ساتھ رہتیں، اور حق یہ ہے کہ وہ ایک بافضیلت خاتون تھیں جنہوں نے اپنی زندگی کو ہر مسلمان عورت کے لئے مشعل راہ بنادیا۔

(۴۸) ام ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہا

رسول اللہ ﷺ جب مسکرانے کی بات سننے کا ارادہ فرماتے تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے کہ اے ابوذر ہمیں اپنے اسلام لانے کا واقعہ سناؤ تو وہ بتاتے کہ ہمارا

ایک بت تھا جس کا نام "نہم" تھا ایک دن میں اس کی پاس آیا اور اس کو دودھ نذر کیا اور واپس ہولیا اچانک میری نظر پیچھے پڑی تو ایک کتا وہ دودھ پی رہا تھا اس نے جب دودھ پی لیا تو اپنی ٹانگ اٹھا کر بت پر پیشاب کر دیا۔ بس یہ دیکھ کر میں نے شعر کہا۔

الا یا نہم انی قد بدالی
مدی شرف یبعد منک قربا
رایت الکلب سامک خط خسف
فلم یمنع قضاک الیوم کلبا

سن اے نہم آج مجھ کو یہ پتہ چلا تیری بزرگی نے تجھ سے قرابت دار دور کر دیئے میں نے ایک کتے کو دیکھا جس نے تجھ پر ذلت کی ایک لکیر کھینچی مگر تیری گردن آج کتے کو بھی ہٹا نہ سکی۔

جب ام ذر نے مجھے یہ کہتے سنا تو انہوں نے کہا۔

لقد اتیت جرما وابت
عظما حین هجرت نهما

تو نے بڑا جرم کیا اور عظمت سے پیچھے لوٹ آیا جو تو نے نہم کو چھوڑا تو میں نے انہیں پورا واقعہ بتایا تو انہوں نے یہ شعر کہا۔

الا فابغنا ربا کریما
جوادا فی الفضائل یا ابن وھب
فما من سامه کلب حقیر
فلم یمنع یداه لنا هرب
فما عبد الحجارة غیر غاو
رکیک العقل لس باھل لب

سن اے ابن وھب ہمارے لئے معزز رب تلاش کر جو فضائل میں بہترین ہو۔ جسے حقیر سے کتے نے نشان لگا دیا ہو اور وہ اس کو نہ روک سکا ہو تو وہ ہمارا رب نہیں۔

گمراہ لوگوں کے علاوہ کوئی پتھروں کی عبادت نہیں کرتا جس کی عقل خراب ہو اور جو عقل مند نہ ہو اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "ام ذر نے صحیح کہا، کہ گمراہ لوگ ہی پتھروں

کی عبادت کرتے ہیں۔"

ام ذر فرماتی ہیں کہ جب ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں رونے لگی انہوں نے کہا کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا کہ تمہاری تکفین ضروری ہے اور میرے پاس اتنا اپنا لباس بھی نہیں جو تمہارے کفن کو پورا ہو سکے یہ سن کر ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے آپ نے ایک جماعت کو خطاب فرمایا جس میں، میں بھی تھا کہ تم میں سے ایک شخص ویرانے میں جا کر انتقال کرے گا اس کا جنازہ مومنوں کی ایک جماعت پڑھے گی۔" اب ان تمام لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جو بستی میں نہ مرا ہو صرف ایک میں ہی ہوں جو ویرانے میں ہوں۔ واللہ نہ میں جھوٹا ہوں اور نہ جھوٹا کیا جاؤں گا راستے پر منتظر رہ۔ تو میں نے کہا اب کون آئے گا حجاج کے قافلے بھی بند ہو گئے۔

بس اسی حالت میں ام ذر کبھی راستے کی دھول کی طرف دیکھنے جاتیں کبھی ابوذر کی طرف آ کر ان کی تیمارداری کرتیں اتنے میں ایک قافلہ نہایت تیزی سے اس طرف آتا دیکھا گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ تو ام ذر انہیں دیکھ کر کپڑا ہلانے لگی تو وہ لوگ ان کے پاس آ کر رک گئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا ایک مسلمان شخص موت کے قریب ہے اسے کفن دینا ہے۔ انہوں نے پوچھا، وہ کون ہے؟ ام ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو وہ لوگ اس طرف چل پڑے اور وہاں پہنچے تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم سب کو بشارت ہو میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے، پھر انہوں نے حدیث سنائی اور فرمایا۔

کہ اگر میرے پاس کوئی کپڑا ہوتا جو کفن کو کافی ہوتا تو اسی میں کفن دیا جاتا مگر صرف ایک کپڑا ہے جو میرے یا میری بیوی کے لئے ہے، میں تمہیں ثواب کی نیت سے کہتا ہوں کہ تم میں جو کوئی امیر ہو یا، نقیب یا ڈاکیا ہو وہ مجھے کفن دے دے۔

ان میں سے ایک انصاری نوجوان نے کہا چچا جان میں آپ کو کفن دوں گا میں ایسا تو نہیں جیسا آپ نے فرمایا پھر بھی میری چادر ہے اور دو کپڑے اور میرے سامان میں ہیں جو میری ماں نے میرے لئے خود بنائے تھے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو مجھے کفن دینا قافلے کے اسی انصاری نوجوان نے انہیں کفن دیا۔

(۴۹)ام شریک الدوسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مسلمان خواتین کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ دعوت اسلامیہ کی زندگی میں ان کا بڑا واضح کردار ہے اوران پر بھی اعلاء کلمۃ اللہ کے راستے میں آگے بڑھنا اور دین کی مدد کرنا واجب تھا کہ خواتین معلمات صنف نازک میں تعلیم اسلام کو عام کریں اورانہیں ایمان اور عمل صالح کی محبت دلائیں، ان ہی داعی خواتین میں سے ایک صحابیہ ام شریک دوسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں۔

یہ مکہ مکرمہ میں ایمان لائیں ان کے شوہر کا نام ابوالعسکر ''دوسی'' تھا۔ جب یہ اسلام اوراس کے جوہر کی حقیقت سے واقف ہوئیں تو انہوں نے اپنی پڑوسنوں کے گھر آنا جانا اپنے رشتہ داروں میں جانا شروع کردیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھرام شریک نے قریش کی خواتین کو چپکے چپکے دعوت دینا اور اسلام کی ترغیب دینا شروع کردی کچھ عرصہ بعد مکہ والوں کو یہ بات پتہ چل گئی۔ انہوں نے ام شریک کو پکڑا اور کہا کہ اگر تیری قوم نہ ہوتی تو ہم تیرے ساتھ برا سلوک کرتے لیکن ہم تجھے تیری قوم میں واپس پہنچادیں گے۔

ام شریک فرماتی ہیں کہ انہوں نے مجھے لے جانے کے لیئے اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار کیا اور تین دن تک مجھے نہ کھانا دیا نہ پانی دیا۔ (یہ تکالیف ہر داعی کو حق اور نور وہدایت کے دوران آتی ہیں تو انہیں بھی صبر واستقامت کے ساتھ مصیبتیں جھیلنی چاہئیں) ام شریک فرماتی ہیں کہ جب وہ کسی جگہ راستے میں اترتے تو مجھے دھوپ میں باندھ دیتے اور خود سائے میں بیٹھتے مجھے کھانے پینے سے بھی روکا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ وہ کسی جگہ پڑاؤ کیئے ہوئے تھے اور مجھے دھوپ میں باندھا ہوا تھا کہ اچانک مجھے سینے کے پاس ٹھنڈ محسوس ہوئی میں نے اسے اٹھایا تو دیکھا وہ پانی کا ڈھول تھا میں نے اسے تھوڑا سا پیا تو وہ مجھ سے ہٹالیا گیا اور اٹھالیا گیا پھر وہ دوبارہ آیا میں نے تھوڑا پانی پیا وہ پھر چلا گیا اوراس طرح کئی بار ہوا، پھر وہ میرے پاس آگیا تو میں نے خوب سیر ہوکر پانی پیا اوراپنے بدن اور کپڑوں پر بھی ڈال لیا۔ جب وہ لوگ بیدار ہوئے تو مجھ پر پانی کے اثرات

دیکھے اور میرا حلیہ درست دیکھا ایسا لگتا تھا کہ میں قید ہی نہ ہوئی تھی۔

انہوں نے مجھے کہا کہ شاید تو کھل گئی تھی اور تو نے ہمارے ڈولوں سے پانی پی لیا ہے تو میں نے انہیں کہا واللہ! میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسا ایسا ہوا ہے۔ پوری بات سن کر ان لوگوں نے کہا کہ اگر تو سچ کہہ رہی ہے تو تیرا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ اور جب انہوں نے اپنے ڈول دیکھے تو وہ ویسے ہی تھے جیسے انہوں نے رکھے تھے۔ اسپر وہ سب ایمان لے آئے۔

(۵۰) حضرت زنیرہ رومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مسلمان مرد وعورت کے لئے جاننا ضروری ہے کہ شریعت الٰہیہ، تمسک بالاسلام اور اس پر استقامت کے التزام میں قربانیاں ہونی ضروری ہیں۔

کبھی قربانی، مال کی ہوتی ہے کبھی جان کی، کبھی اعضاء کی اور کبھی آزمائش اور امتحان کسی بیماری سے لیا جاتا ہے کبھی کسی عزیز کی جدائی سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں خبر دی ہے کہ وہ مومنوں کا امتحان لیتا ہے ان کے ایمان کو جانچتا ہے تا کہ ان کی سچائی اور مضبوطی پتہ چلے اور ان کے اسی نہج پر قیام کا پتہ لگے جس پر وہ چل رہے ہیں۔

ہم یہاں ایک باندی کا قصہ درج کر رہے ہیں جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مملوکہ تھیں۔

یہ زنیرہ رومیہ ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور زنیرہ پر بہت سختی کرتے تھے اور خوب مارتے حتیٰ کہ مار کھانے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی روشنی ختم ہوگئی تھی قریش کہا کرتے کہ واللہ! زنیرہ کی آنکھوں سے لات اور عزیٰ نے روشنی ختم کی ہے۔

قریش ایسے ہی تھے وہ ہر نفع اور ضرر کو اپنے بتوں کی طرف منسوب کر دیتے تھے اور ان میں خیر وشر جزاء و بلاء کے معتقد تھے اپنی جہالت، تحلف اور بتوں کی عبادت کرنے میں لگے رہتے تھے۔

جیسا زنیرہ کے ساتھ ہوا مشرک اپنے غلاموں سے ایسا ہی کیا کرتے تھے انہیں عقل و فکر کی اعمال سے دور کر دیتے، اور آزادی سے محروم کر کے ذلت، عار اور رسوائی کے مقام پر

لا کھڑا کر دیتے۔ اور انہیں جاہلیت کی بد بودار زنجیر سے باندھتے اور عناد کے بوجھ تلے قید رکھتے۔

زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں کہا کرتیں کہ "واللہ ایسا نہیں ہے لات اور عزی کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ ان کی عبادت کون کر رہا ہے، اور میرا رب تو میری بصارت لوٹانے پر قادر ہے۔"

یہ ایک بندے کا اپنے خالق پر اعتماد تھا کیونکہ وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے اسی نے کائنات اور اس میں بسنے والوں کو پیدا کیا وہی اپنے بندوں پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اسی نے وہ احکام شرع جاری کیے جس میں بندوں کو عزت بھلائی اور ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور زنیرہ کی آنکھوں کی روشنی لوٹا دی۔ تو قریش کہنے لگے کہ یہ محمد ﷺ کا جادو ہے۔ (نعوذ باللہ)

پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مظلوم صحابیہ کے بارے میں معلوم ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے مالک کے پاس گئے جو انہیں تکلیف دیتا اور مصیبتوں سے دوچار کیا کرتا تھا۔ حضرت صدیق اکبر نے زنیرہ کو اس سے خرید لیا۔

"قریش کہتے تھے کہ اگر اسلام اچھا ہوتا کہ اس کی طرف زنیرہ ہم سے پہلے نہیں جاتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔"

اور کفر کرنے والے ایمان والوں کو کہتے ہیں کہ اگر اسلام اچھا ہوتا تو ہم اس کی طرف پہلے آتے۔ سورۃ الاحقاف (آیت نمبر ۱۱)

اس طرح اس مظلوم صحابیہ کو ظلم و ستم سے نجات ملی اور وہ امن میں آگئیں اور پوری زندگی اسلام پر عمل کرتے اور قربانیاں دیتے گذاری۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ آمین۔

پانچواں باب

با فضیلت خواتین

(۵۱) معتصم اور عموریہ کی فتح

عموریہ کو اسلام نے ''معتصم باللہ'' عباسی خلیفہ کے دور میں فتح کیا، اس فتح کا ایک بہت عجیب حیرت انگیز قصہ ہے جسے کتب تواریخ نے محفوظ کیا اور اب تک نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔

اس قصے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور اس کی روحانی اولادوں پر غیرت وحمیت کیا ہے۔ اور خلیفہ معتصم باللہ نے کس طرح ایک مسلمان عورت کی مدد کی جس نے چیخ کر اسے آواز دی اور مدد مانگی تھی جیسے ہی معتصم کو اس عورت کے قصے اور معتصم کو پکارنے کا سنا فوراً اس کی آواز پر لبیک کہا اور اس مسلمان مظلوم عورت کے حقوق کا دفاع کیا۔

ایک شخص خلیفہ کے سامنے آیا اور اس نے کہا، اے امیر المومنین میں ''عموریہ'' میں تھا وہاں ایک باندی ہے جو نیک سیرت ہے اسے ایک موٹے آدمی نے تھپڑ مارا تو اس نے ''وامعتصماہ'' کہا تو اس موٹے نے کہا معتصم کیا کر سکتا ہے کیا وہ ابھی ابلق گھوڑے پر سوار تیری مدد کو آئے گا؟ اس نے اسے اور مارا۔ ''معتصم نے پوچھا کہ عموریہ کس طرف ہے؟ اس نے سمت کی جانب اشارہ کر کے بتا دیا۔

معتصم نے اپنا چہرہ اس طرف کیا اور کہا اے لڑکی میں حاضر ہوں معتصم تیری پکار کے جواب میں حاضر ہے۔'' پھر اس نے بارہ سو گھڑ سواروں کا لشکر تیار کیا اور سب گھوڑے ابلق تھے (ابلق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس میں سفیدی اور سیاہی ملی ہو) اس نے عموریہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا جب محاصرہ طویل ہو گیا تو کسی نجومی نے کہا کہ تم اسی انگور اور انجیر نچوڑے جانے کے زمانے میں فتح کر سکو گے۔ یہ سن کر یہ بہت غمگین ہوا۔

ایک رات یہ اپنے لشکر میں سن گن لینے کے لئے نکلا تو وہ لوہار کے خیمہ کے پاس سے گزرا لوہار نعل بنا رہا تھا اس کے سامنے ایک بدصورت سا غلام کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں لوہے کی ڈھال تھی وہ اس سے کسی چیز پر ضرب لگا رہا تھا۔ اس نے ضرب لگائی اور کہا یہ معتصم

کے سر پر ہے تو لوہار بولا ہمیں اس بات سے معاف کر تجھے معتصم سے کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا کہ اس کے پاس کوئی تدبیر نہیں اتنے دن ہو گئے وہ اس شہر میں داخل نہ ہو سکا اگر وہ مجھے کمانڈر بنادے تو کل وہ اسی شہر میں رات گذارے گا۔

معتصم اس کی بات سن کر بڑا حیران ہوا اس نے بعض لوگوں کو اسے بلانے بھیج دیا جب وہ آیا تو معتصم نے اس سے کہا۔ کہ مجھے تمہارے بارے میں جو بات پہنچی ہے وہ تم نے کیوں کہی! تو اس غلام نے کہا کہ جو بات آپ تک پہنچی وہ سچ ہے اگر آپ مجھے کمانڈر بنادیں تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح عطا فرمائے گا اس پر معتصم نے اس کو کمانڈر بنادیا اور لشکر کی کمان اس کے ہاتھ میں دے دی۔

اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمادی معتصم شہر میں داخل ہو گیا اور نجومیوں کی بات غلط ثابت ہوئی۔ پھر اس نے اس آدمی کو بلایا جس نے لڑکی کے بارے میں بتایا تھا اسے کہا مجھے اس جگہ لے چل جہاں تو نے اسے دیکھا تھا وہ آدمی اسے لے گیا اور اس لڑکی کو نکال کر سامنے لے آیا۔ معتصم نے اس لڑکی سے پوچھا اے لڑکی معتصم تیری مدد کو آیا یا نہیں؟ پھر اس نے اس موٹے کو اس لڑکی کا غلام بنادیا اور اس کے مالک اور مال و دولت کو بھی اسی لڑکی کا مملوک قرار دے دیا۔

(۵۲) امیر المومنین کی بیٹی کا ہار

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صفات کریمہ اور اخلاق حمیدہ کی پہچان کرائی اور ان کے اعلیٰ مناقب کے ذکر کو آنے جانے والے ایام نے خوب یاد رکھا ہے اور ان کے شمائل اور سیرت کے بارے میں تاریخ، سوانح، ادب اور اخلاق کی کتابیں بہت کچھ بتاتی ہیں۔

وہ ایسے کیوں نہ ہوتے انہوں نے مدرسہ رسول ﷺ میں تربیت پائی، اور نوجوانوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، بہترین فرمانبردار شاگرد مقتدی اور غمگسار رسول ﷺ تھے یہ قصہ ان کے انتہائی تقوے پر دلالت کرتا ہے اس وقت آپ خلیفۃ المسلمین بھی تھے۔

زینب بنت علی نے ایام عید میں زیور پہننے کا ارادہ کیا انہیں معلوم ہوا تھا کہ بیت المال میں ایک قیمتی ہیروں کا ہار موجود ہے تو یہ وہاں گئیں اور وہاں کے ناظم ابن ابی رافع سے وہ ہار

مانگا اور وعدہ کیا کہ ایام عید گزرتے ہی واپس کر دوں گی چنانچہ انہوں نے ہار دے دیا۔
انہوں نے یہ ہار پہنا ہوا تھا کہ ان کے والد نے دیکھ لیا ان کے چہرے پر غصہ کے آثار نظر آئے، انہوں نے پوچھا، یہ ہار کہاں سے آیا؟ اور کس نے دیا؟ تو زینب نے اپنے والد کے چہرے کو دیکھا تو غلطی کا احساس ہو گیا انہوں نے کہا کہ میں نے ابن ابی رافع سے لیا ہے تاکہ ایام عید میں پہنوں پھر ویسے کا ویسے ہی واپس کر دوں گی حضرت علیؓ نے ابن ابی رافع کو بلوایا جب وہ آئے تو انہیں تنبیہہ فرمائی اور ارشاد فرمایا تمہیں کس نے حکم دیا کہ تم ساری مسلمان بچیوں میں سے خصوصی طور پر میری بیٹی کو ہی ہار دو؟ کیا تم نے مسلمانوں سے اجازت لے رکھی ہے کہ تم ان کے اموال میں جس طرح چاہو تصرف کرو۔؟ کیا میری بیٹی کی طرح دوسرے مسلمانوں کی بیٹیوں کو بھی دے سکتے ہو؟
ابن ابی رافع نے غلطی پہچان لی کہ بہت بڑی غلطی ہوگئی اور ان کے لئے جائز نہ تھا کہ وہ امیر المومنین کی صاحبزادی کو ہار دیں، اور ادراک ہو گیا کہ مسلمانوں کے اموال عظیم امانت ہیں اس میں تفریط کی گنجائش نہیں، اس میں کسی شریف وکمی کا، امیر غریب کا، قریبی اور دور کا کوئی فرق نہیں ہے۔ انہوں نے امیر المومنین کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھ کر کہا امیر المومنین وہ آپ کی بیٹی ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میری بیٹی مجھ سے اللہ کا عذاب دور کر سکے گی؟ میرا بوجھ اور گناہ قیامت کے دن اٹھا لے گی؟ ابن ابی رافع نے کہا امیر المومنین...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر فرمایا اسی وقت اس سے ہار لو، اور فوراً بیت المال میں جمع کر دو اور خبردار آئندہ ایسی غلطی نہ ہو ورنہ میں سزا دوں گا۔
انہوں نے ہار لے کر بیت المال میں واپس جمع کر دیا۔

(۵۳) ایک جاں نثار ماں

مسلمان عورتوں کو اس بات کا ادراک ہے کہ اپنی اولاد کی، اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی تربیت، اور تعلیم اسلام اور اس کی ہدایت کے تمسک والتزام سے محبت کی تربیت کرنے میں ان کا کردار سب سے زیادہ اہم ہے۔
اور خواتین اسلام کو یہ بھی معلوم ہے کہ مومن وصالح گھرانہ، اور اچھی تربیت کے نتیجے میں اولاد صالح اور مستقیم ہو جاتی ہے اور لڑکیاں پاک دامن اور نیک بنتی ہیں اس لئے وہ اسی

ہدف پر محنت کرتی ہیں اور یہ بڑی اہم مہم ہے۔

یہ قصہ ایک ایسی ماں کا ہے جس نے اپنے بیٹے کی بہترین تعلیم و تربیت کر کے اسے میدان جہاد میں بھیجا۔

ابو قدامہ شامی کہتے ہیں کہ میں بعض جنگوں میں امیر لشکر تھا تو میں ایک شہر میں داخل ہوا اور لوگوں کو جہاد کی دعوت دی اور ثواب میں رغبت دلائی اور میں نے شہادت اور شہید کے فضائل بیان کئے۔ پھر لوگ منتشر ہو گئے میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی قیام گاہ کو چلا اچانک دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت عورت مجھے آواز دے رہی ہے۔

اس عورت نے آواز دی ''اے ابو قدامہ! تو میں نے دل میں کہا ضرور یہ شیطان کا کوئی مکر و حیلہ ہے'' تو میں نے کوئی جواب نہ دیا اور چلتا رہا (یہی سلف صالحین کا طریقہ تھا وہ ہر غلط بات اور معصیت سے ڈرا کرتے تھے اور شیطانی وساوس اور اسکے فریب پر بہت زیادہ متنبہ تھے نفس کی لغزشوں، خواہشات اور خواہش کی سرکشی سے بچنا بہت اچھی جانتے تھے)

اتنے میں اس عورت نے دوبارہ کہا نیک لوگ اس طرح نہیں کرتے تھے تو میں رک گیا تو اس نے مجھے ایک رقعہ اور ایک بندھا ہو تھیلا دیا اور روتی ہوئی چلی گئی تو میں نے رقعہ میں دیکھا اس میں لکھا تھا۔

''آپ نے ہمیں جہاد کی دعوت دی اور ثواب کی ترغیب دی میں جہاد پر جانے کی طاقت نہیں رکھتی، اس لئے میں نے اپنے وجود کی سب سے خوبصورت چیز کاٹ دی ہے یہ میری چٹیا ہے اور یہ میں آپ کو اس لئے دے رہی ہوں تاکہ اس سے آپ گھوڑے کی لگام بنا لیں شاید اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں آپ کے گھوڑے کی رسی میرے بالوں کو دیکھ کر میری مغفرت فرما دے۔''

جب صبح ہوئی اور جنگ چھڑی تو میں نے قتال کی صفوں میں ایک لڑکے کو دیکھا وہ لڑ رہا ہے میں نے آگے بڑھ کر اس سے کہا کہ اے لڑکے تو ایک تو پیدل ہے اور کم عمر ہے مجھے ڈر ہے کہ گھوڑے جب دوڑیں گے تو تجھے کچل دیں گے تو اس جگہ سے پیچھے ہو جا۔ تو لڑکا کہنے لگا کیا تو مجھے پیچھے جانے کے لئے کہہ رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اے ایمان والو جب تم کافروں سے لڑو تو پیٹھ پھیر کر (پیچھے) نہ بھاگو (الانفال نمبر ۱۵) تو میں نے اسے اپنے ایک خچر پر سوار کر لیا، پھر اس لڑکے نے مجھے کہا۔'' اے ابو قدامہ

مجھے تین تیر ادھار دے دو۔ تو میں نے کہا یہ قرض لینے کا کون سا وقت ہے؟ تو اس نے بہت ضد کی تو میں نے کہا۔ "ایک شرط پر دوں گا کہ اگر اللہ تعالیٰ شہادت کا انعام دیا تو میں تیری شفاعت میں ہوں گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔

میں نے اسے تین تیر دیئے اس نے تیر اپنی کمان میں چڑھایا اور کہا "السلام علیک یا ابا قدامہ" اور تیر چلا دیا اور ایک رومی مارا گیا۔ اس نے دوسرا تیر چڑھایا پھر کہا "السلام علیک یا ابا قدامہ" اور تیر چلا دیا ایک اور رومی مارا گیا۔ اس نے تیسرا تیر بھی چلا دیا اور کہا "ابو قدامہ السلام علیک" یہ الوداعی سلام ہے۔ اتنے میں ایک تیر آیا اور اس کی آنکھوں کے درمیان لگا اس نے اپنا سر زین پر لٹکا دیا میں آگے بڑھا اور اسے کہا "ہمیں نہ بھولنا" اس نے کہا ہاں لیکن میرا ایک کام کرنا وہ یہ کہ جب تم شہر میں داخل ہو تو میری ماں کے پاس جانا اور میری یہ تھیلی اسے دے دینا اور اسے میری شہادت کی خبر دینا۔

میری ماں وہی عورت ہے جس نے اپنے بال تمہارے گھوڑے کی زین کے لئے دیئے تھے اسے میرا اسلام کہنا اس سے پہلے سال اسے میرے والد کا صدمہ پہنچا تھا اور اس سال میرا صدمہ پہنچا ہے۔ یہ کہہ کر وہ شہید ہو گیا۔

میں نے اس کی قبر کھودی اسے دفن کیا، جب ہم اس کی قبر سے ہٹنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے تو قبر نے اسے پھینک دیا اور وہ زمین پر آ گیا۔ یہ دیکھ کر میرے ساتھیوں نے کہا کہ یہ نوجوان خوبصورت لڑکا شاید اپنی ماں کی اجازت کے بغیر آ گیا تھا، تو میں نے کہا کہ زمین تو اس سے بھی برے لوگوں کو قبول کر لیتی ہے۔ پھر میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی تو میں نے ایک آواز سنی "اے ابو قدامہ اللہ کے ولی کو چھوڑ دو" تھوڑی ہی دیر میں اس پر سفید پرندوں کی ٹولی اتری اور اسے کھا گئی۔

جب میں شہر آیا تو میں اس کی ماں کے گھر پہنچا، جب دروازہ بجایا تو اس کی بہن آئی جب اس نے مجھے دیکھا تو واپس لوٹ گئی اور اپنی ماں سے بولی "امی" یہ ابو قدامہ ہے اس کے ساتھ میرا بھائی نہیں آیا، پہلے سال ابا بچھڑ گئے اور اس سال بھائی بچھڑ گیا پھر اس کی ماں نکلی "اس نے کہا تعزیت کرنے آئے ہو یا مبارک باد دینے؟ میں نے کہا کیا مطلب؟ اس نے کہا اگر وہ مر گیا ہے تو مجھ سے تعزیت کرو اگر وہ شہید ہوا ہے تو مجھے مبارک باد دو۔

(دیکھا! اس عورت کے ساتھ اسلام نے کیا کیا؟ اس نے اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر

سنی مگر نہ روئی نہ سینہ پیٹا نہ گال پیٹے نہ اپنے کپڑے پھاڑے اور نہ تیز آواز سے چیخی بلکہ صدمہ کی بات مطمئن دل اور ایمان والے راضی نفس کے ساتھ سنی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اللہ نے اسے یہ تحفہ دیا تھا اور اسی نے اپنا تحفہ واپس لے لیا اور سارے کام اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ جیسا چاہتا ہے ویسا کرتا ہے۔)

ابوقدامہ کہتے ہیں کہ:

میں نے اسے کہا کہ نہیں بلکہ وہ شہید ہو گیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس کی ایک علامت تھی کیا تو نے دیکھی؟ میں نے کہا ہاں زمین نے اسے قبول نہیں کیا پرندوں نے اتر کر اس کا گوشت کھا لیا اور ہڈیاں چھوڑ دیں تو میں نے انہیں دفن کر دیا اس کی ماں نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

میں نے اس کی تھیلی اسے دی اس نے اسے کھولا اور اس میں سے بالوں کا ایک جبہ، اور لوہے کی زنجیر نکالی، اور کہا۔

''جب رات ہوتی تھی تو وہ اس جبہ کو پہن کر خود کو اس زنجیر سے باندھ لیتا تھا اور اپنے آقا (جل جلالہ) سے سرگوشی کرتا اور اپنی مناجات میں کہتا کہ'' اے اللہ مجھے پرندوں کے پیٹ سے اٹھانا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرما لیا۔

(۵۴) فقر وایثار

عبداللہ بن اخت، (مسلم بن سعد) نے حج پر جانے کا ارادہ کیا تو انہیں ان کے ماموں نے دس ہزار درہم دیئے اور کہا جب مدینہ پہنچو تو مدینہ کے ''اہل بیت'' سے جو ''افقر'' (سب سے زیادہ غریب) ہوں انہیں دے دینا۔ عبداللہ جب مدینہ پہنچے تو انہوں نے وہاں اہل بیت میں سے فقراء کا پوچھا ایک گھر کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ سب سے زیادہ غریب ہیں تو انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے کسی عورت کی آواز آئی، کون ہے؟ انہوں نے کہا میں اہل بغداد سے ایک شخص ہوں مجھے دس ہزار درہم دیئے گئے اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں مدینے کے افقر اہل بیت کو دوں، مجھے یہاں آپ لوگوں کے بارے میں بتایا گیا ہے لہذا یہ دراہم لے لو۔ تو عورت نے کہا کہ دینے والے نے ''افقر'' سب سے زیادہ فقیر کہا ہے

ہمارے پڑوسی ہم سے زیادہ محتاج ہیں انہیں دے دو۔

انہوں نے وہاں دروازہ کھٹکھٹا کر یہی کچھ کہا تو اندر سے عورت نے کہا ہمارے برابر والے فقر میں ہمارے برابر ہیں لہذا آدھے آدھے تقسیم کردو۔ اور برابر والوں کو آدھی رقم دے دو۔ (۱)

(۵۵) حضرت سفیان ثوری کی والدہ رحمہا اللہ

سفیان ثوری ایک بہت بڑے جلیل القدر عالم دین تھے۔ انہیں ان کی والدہ نے فرمایا۔

میرے بچے! تو علم حاصل کر میں سوت کات کر تیرا خرچ پورا کروں گی۔

میرے بچے! جب تو دس حرف لکھ لے پھر غور کرنا کہ کیا تجھے اپنے اندر چال، حلم، اور وقار میں اضافہ نظر آتا ہے؟ اگر نہیں آتا کہ یہ علم نہ تجھے فائدہ دے گا نہ نقصان دے گا۔ (۲)

(۵۶) حضرت ام الخیر بنت حریش رحمہا اللہ

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کے والی کو لکھا کہ ام الخیر بنت حریش بن سراقہ کو اچھے لوگوں کی مصاحبت میں کوفہ بھیج دو" اور اسے لکھا کہ جان لے کہ ہم تیرے بارے میں ام الخیر کی بات سے فیصلہ کریں گے خیر کا خیر سے شر کا شر سے۔ (یعنی ام الخیر بتائیں گی کہ والی اچھا آدمی ہے یا برا) جب والی کو یہ خط ملا تو وہ سوار ہو کر ان کے پاس آیا اور انہیں امیر المومنین کا خط پڑھ کر سنایا تو انہوں نے کہا کہ میں تو ان کی اطاعت سے دور نہیں اور نہ ہی جھوٹ پر قائم ہوں میں خود امیر سے ملنا چاہتی ہوں بعض امور میرے دل میں خلجان پذیر ہیں خون کی طرح رگوں میں دوڑتے ہیں اور ہانڈی کی طرح ابلتے ہیں۔

جب انہیں والی نے سوار کرا دیا تو کہنے لگا کہ وہ آپ کے کہنے کے مطابق میرے بارے میں فیصلہ کریں گے تو آپ کیا کہیں گی تو انہوں نے کہا اے سن! تجھے اپنے اچھے سلوک کی وجہ سے یہ طمع نہیں ہونی چاہیئے کہ میں باطل کو اچھا کہہ دوں اور میرا جاننا بھی مایوس نہ کرے کہ میں تیرے بارے میں غیر صحیح بات وہاں کہوں۔

صفۃ الصفوۃ (۲ص ۲۰۶)۔ (۲) صفۃ الصفوۃ (۳ص ۱۸۹)

پھر انہوں نے ایک اچھا سفر کیا اور شام پہنچیں تو انہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ تین دن ٹھہرایا، چوتھے دن انہیں اپنے دربار میں بلوایا اور وہاں ان کے جلیس رفقاء اور خواص بیٹھے تھے۔ام الخیر نے کہا السلام علیک یا امیر المومنین۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔اور فرمایا کہ توقع کے مطابق آپ نے مجھے اسی نام سے پکارا ہے۔تو ام الخیر نے کہا کہ اس بات کو چھوڑ دیں۔لازمی بات ہے کہ کسی کا اچانک امیر بننا اپنے علم بھلا دیتا ہے اور ہر واقعہ تقدیر میں لکھا ہے۔حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔خالہ آپ سچ کہتی ہیں۔آپ کا کیا حال ہے اور سفر کیسا گزرا انہوں نے جواب دیا کہ عافیت وسلامتی کے ساتھ گزرا اور آپ تک پہنچ گئی اور میں ایک عمدہ مجلس میں مہربان بادشاہ کے ہاں موجود ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنے حسن نیت کی وجہ سے تم سے مل سکا ہوں اور تم سے ملنے پر مدد ہوئی۔

ام الخیر نے کہا اس بات کو چھوڑو خدا کی قسم تمہارا لا جواب حکم کافی ہے جو انجام کے اعتبار سے برا نہیں ہے۔حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا واللہ ہم نے آپ کے لئے اس طرح نہیں سوچا۔انہوں نے کہا کہ میں تمہارے میدان میں چل رہی ہوں تم جو چیز چلاؤ گے میں وہ چلاؤں گی جو چاہے پوچھو۔حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ تمہارا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے دن کیسا بیان تھا ام الخیر نے کہا کہ واللہ میں نے ایسا بیان پہلے کبھی نہیں سوچا،اور نہ اس کے بعد اتنا اچھا کہہ سکی اور اس دن تو صدمہ کے باعث میری زبان نے الہامی طور پر ان کلمات کو بیان کر دیا تھا۔اگر تم چاہو تو میں کوئی دوسرا بیان اس کے علاوہ تمہیں سنا دیتی ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں سننا چاہتا اے ام الخیر پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس دن کا ام الخیر کا بیان تم میں سے کس کو یاد ہے۔ایک شخص نے اٹھ کر کہا مجھے سورۃ فاتحہ کی طرح یاد ہے اے امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سناؤ، تو اس نے کہا کہ اے امیر المومنین گویا کہ میں اسی دن میں ام الخیر کے ساتھ ہوں ان پر زبیدی چادر تھی یہ اونٹ پر سوار تھیں ان کے ہاتھ میں کھلا ہوا کوڑا تھا اور یہ کسی بچھڑے ہوئے نہر کی طرح ادھر سے ادھر چل رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں۔

اے لوگو اللہ سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے (سورۃ الحج آیت نمبر ۱) اللہ تعالیٰ نے حق واضح کر دیا اور دلیل بیان کر دی راستہ روشن کر دیا، علم کو بلند کر دیا اور تمہیں مبہم اندھیرے میں نہیں چھوڑا اور نہ ہی کالی گھٹا ٹوپ تاریکی میں۔ تو اب تم کیا سوچ رہے ہو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ کیا امیر المومنین سے بھاگ رہے ہو؟ کیا اسلام سے اعراض کرتے ہو یا حق سے پھرتے ہو، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا؟

فرمایا کہ ہم تم کو آزمائیں گے۔ حتیٰ کہ جان لیں تم میں مجاہدین اور صابرین کو اور تمہاری خبر جانچیں گے۔ (سوۃ محمد (ﷺ) آیت نمبر ۳۱) چلو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ امام عادل کی طرف چلو۔ اے اللہ صبر مشکل ہو گیا۔ یقین کمزور ہو گیا، رغبت منتشر ہو گئی اے رب تیرے قبضہ قدرت میں دلوں کی لگامیں ہیں اے اللہ، لوگوں کو کلمہ تقویٰ پر جمع کر دے اور ہدایت پر دل جوڑ دے اور حق کو اس کے اہل کے حوالے کر دے پھر انہوں نے کہا کہ قتل کر کفار کے سرداروں کو بے شک ان کے پاس ایمان نہیں تا کہ وہ باز آ جائیں (سورۃ توبہ نمبر ۱۲) مہاجرین اور انصار کی جماعت صبر سے کام لو اور اپنے رب کی بصیرت کے ساتھ، ان سے لڑو اپنے دین پر قائم رہو تو گویا میں کل بھی تمہارے ساتھ ہوں اور تم اہل شام سے لڑو گے تو ”گویا وہ بھاگے ہوئے خچر ہیں۔ جو میدان سے بھاگ رہے ہیں۔“ ان کو معلوم نہیں کہ انہیں اس وادی میں کہاں لے جایا جائے گا، انہوں نے دنیا کے بدلے آخرت کو بیچ ڈالا، اور گمراہی کو ہدایت کے بدلے خرید لیا، بصارت کو اندھے پن کے بدلے بیچ دیا ہے اور بہت کم لوگ نادم ہوئے ہیں۔

انہیں اب ندامت ہو رہی اور یہ معافی چاہتے ہیں۔ ”اور وہ وقت نجات کا نہ تھا۔“ (ص نمبر ۳) بے شک جو شخص حق سے گمراہ ہوا باطل میں پڑ گیا اور جو جنت میں نہ رہے جہنم میں جائے گا۔

اے لوگو! سمجھدار لوگ عمر کو کم سمجھتے ہیں اس لئے انہوں نے دنیا ترک کر دی اور آخرت کی مدت کو زیادہ سمجھا اس لئے اس کے لئے کوشش کی اور ایسا گھر خرید لیا جس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی اور اس کی بنیادیں کمزور نہ ہوں گی۔

اے لوگو! اگر حق کو باطل نہ کہا جاتا حدود معطل نہ کی جائیں، ظالم ظاہر نہ ہوتے اور شیطان کا کلمہ سر نہ چڑھتا تو ہم زندگی کی خوشیوں اور رونق کو موت پر ترجیح نہ دیتے۔

پھر انہوں نے کہا "تم کہاں جارہے ہو؟ اللہ تم پر رحم کرے تم رسول اللہ ﷺ کے بھائی اور داماد سے بھاگ رہے ہو یہ وہ ہے جو بے عقیدے کو پھاڑنے والا اور بتوں کو توڑنے والا تھا۔ انہوں نے جب نماز پڑھی تو دوسرے لوگ مشرک تھے اس نے اطاعت کی اور دوسرے لوگ شک میں تھے اور یہ اسی طرح رہا حتی کہ اس بدر میں لڑنے والوں کو موت کی نیند سلایا، اہل احد کو فنا کیا، اور اللہ نے اس کے ذریعے لشکروں کو شکست دی، اہل خیبر کو قتل کیا اور ہوازن کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا تو کیا وہ شخص جس کے یہ کارنامے ہوں وہ لوگوں کے دلوں میں نفاق، ارتداد، اور بدبختی ڈالے گا؟

میں نے اپنی بات کہنے میں خوب کوشش کر لی ہے اور خوب نصیحت مکمل کر لی ہے۔ اللہ کی توفیق سے۔ والسلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته. (۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا خدا کی قسم! ام الخیر تم نے اس کلام سے صرف ہمارے قتل کا سامان کیا تھا اگر میں تمہیں قتل کر دوں تو گناہگار بھی نہ ہوں گا۔ ام الخیر نے کہا واللہ مجھے برا بھی نہیں لگے گا کہ اللہ تعالیٰ میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھوں سے کرائے کہ اس کی بدبختی کی وجہ سے مجھے خوش بخت کر دے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فضول باتوں سے چپ ہو جاؤ۔ تم حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں کیا کہتی ہو؟

انہوں نے کہا کہ میں ان کے بارے میں کہنا تو نہیں چاہتی تھی "لوگوں نے انہیں خلیفہ بنایا تو لوگ ان سے راضی تھے اور جب قتل کیا تو ناراض تھے۔" تو حضرت معاویہ بولے یہ تمہاری رائے ہے ان کے لئے؟ تو انہوں نے کہا "لیکن اللہ گواہ ہے اور وہ گواہی کے لئے کافی ہے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص نہیں کر رہی، وہ تو خیر کی طرف پہلے آنے والوں میں سے تھے اور مقتدر بادشاہ کے ہاں ان کا رتبہ بلند ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تم طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیا کہتی ہو؟ تو ام الخیر نے کہا میں ان کے بارے میں کہنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اپنی امن کی جگہ میں دھوکے سے مارے گئے اور جہاں سے خوف نہ تھا وہیں سے مصیبت آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے جنت کا وعدہ کر رکھا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تم حضرت زبیر بن عوام کے بارے میں

(۱) العقد الفرید (ص ۱۱۵) تاریخ دمشق ص ۵۱۳ اعلام النساء (ص ۸۳۹)

کیا کہتی ہو؟ تو انہوں نے کہا ”اے معاویہ تم مجھے ہلدی زدہ کپڑے کی طرح نہ کرو کہ جیسے وہ رگڑے جانے پر پانی کا رنگ تبدیل کر دیتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ درست کہتی ہو مگر میں تم سے سننا چاہتا ہوں تو انہوں نے کہا میں زبیر بن عوام کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتی جو آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد اور حواری تھے آپ ﷺ نے انہیں جنت کی بشارت دی تھی اور وہ اسلام کی ہر عزت کی بات کی طرف پہلے آتے تھے۔

اے معاویہ میں تم سے معافی چاہتی ہوں قریش یہ گمان رکھتے ہیں کہ تم ان سب سے زیادہ عقل منداور بردبار ہو۔ اپنے علم کی بدولت مجھ پر وسعت کرو۔ اور اس قسم کے سوالات سے معاف رکھو اس کے علاوہ جو چاہو پوچھو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے مان لیا سر آنکھوں پر میں نے آپ کو معاف کیا۔

پھر حضرت معاویہ نے ان کا خوب انعام واکرام کیا اور عزت کے ساتھ انہیں کوفہ واپس بھیج دیا۔

(۵۷) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ کی بددعا

خالد بن خداش بن عجلان کہتے ہیں۔

میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک اندھا شخص بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے ”اے اللہ مجھے معاف کر دے مجھے لگتا نہیں کہ تو مجھے معاف کرے گا۔ تو میں نے اس سے کہا کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ اس نے کہا میرا ایک واقعہ ہے وہ یہ کہ میں نے اور میرے ایک ساتھی نے یہ قسم کھائی تھی کہ جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوں گے تو ان کے رخسار پر طمانچہ لگائیں گے چنانچہ ان کے قتل کے بعد ہم ان کے گھر میں گئے ان کی اہلیہ نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا ہوا تھا یہ نائلہ بنت فرافصہ تھیں میرے ساتھی نے انہیں کہا کہ ان کا چہرہ کھولو تو ان کی اہلیہ نے کہا کہ کیوں؟ میں نے کہا کہ اس کے چہرے پر طمانچہ مارنا ہے، تو ان کی اہلیہ نے کہا، کیا تو اس بات سے راضی نہیں جو ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا یہ سن کر میرے ساتھی کو شرم آ گئی وہ واپس چلا گیا مگر میں نے ان کا چہرہ کھولنے پر اصرار کیا تو ان کی اہلیہ مجھ پر جھپٹ پڑی مگر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر طمانچہ مار ہی لیا تو نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تجھے کیا ملا؟ اللہ تیرے ہاتھوں کو

شل کر دے تیری آنکھیں اندھی کر دے اور تجھے کبھی معاف نہ کرے، اس نے کہا کہ واللہ میں ابھی دروازے سے نکلا بھی نہ تھا کہ میرا ہاتھ شل ہو گیا اور میری آنکھ سے روشنی ختم ہو گئی اور مجھے لگتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا گناہ معاف فرمائے گا۔(۱)

(۵۸) عمرہ بنت عبدالرحمٰن

قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے کے سات بڑے فقہاء میں سے ہیں انہوں نے امام فاضل اور مشہور تابعی محمد بن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا وہ علم میں بہت محنت فرماتے تھے، تو انہیں قاسم نے کہا" میں آپ کو علم پر بہت زیادہ حریص پاتا ہوں کیا میں علم کے ماخذ کے بارے میں بتاؤں؟ زہری نے بڑے اشتیاق سے پوچھا، کیوں نہیں؟ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہی ہیں۔

امام زہری کہتے ہیں کہ میں ان کے ہاں گیا تو میں نے انہیں علم کا بے پایاں سمندر پایا۔

عمرہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی تابعی خاتون تھیں جنہوں نے خود کو امر ہو جانے والوں میں لکھوا لیا اور عمرہ رحمۃ اللہ علیہا پھر ایک عالمہ، فقیہہ کے ساتھ پہچانی گئیں جو فقہ، علم اور خصوصاً اپنی استاد اور معلّمہ ام المومنین کے احوال اور روایات کو جاننے والی تھیں یہ بڑی عالمہ، معتبر، حجت، اور کثیر العلم خاتون تھیں۔

اسی طرح عورتوں کو ہونا چاہئے کہ اپنا رتبہ علماء کے مابین منوائیں۔ ان کے بارے میں جلیل القدر عالم سفیان بن عیینہ نے فرمایا پہلے تو انہوں نے فقہائے سبعہ میں سے دو " قاسم بن محمد اور عروہ بن زبیر کا نام لیا اور پھر ان کی ساتھ معتبر عالمہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن کا نام لے کر فرمایا" کہ یہ تینوں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیثوں کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔" عمرہ رحمۃ اللہ علیہا ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے اسلام کے علمی تاریخ میں واضح اور دائمی اثرات چھوڑے۔(۲)

بہترین نکاح: شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے شریح ملے انہوں نے کہا اے "شعبی" بنو تمیم کی عورتوں سے نکاح کرنا میں نے ان کو بہت عقل مند دیکھا ہے۔ شعبی نے پوچھا تو نے

---

(۱) "مجابو الدعوۃ" ابن ابی الدنیا (ص ۲۴۹)۔(۲) دیکھئے طبقات ابن سعد (۸/ص ۴۸۰)

ان میں عقل کی کیابات دیکھی؟ توشعبی نے کہا۔

میں دوپہر میں ایک جنازہ سے واپس آرہا تھاتوان کے محلے سے گزراتو میں نے ایک گھر کے دروازے پر ایک بڑھیا کو دیکھا اس کے ساتھ ایک بہت خوبصورت لڑکی تھی میں ان کی طرف چلا گیا اور میں نے ان سے پانی مانگا حالانکہ مجھے پیاس نہ تھی۔ بڑھیا نے پوچھا کہ کیا پینا پسند کرو گے؟ میں نے کہا جو بھی مل جائے۔ تو بڑھیا نے کہا اے لڑکی جا دودھ لے آ مجھے یہ آدمی اجنبی لگتا ہے۔ تو میں نے پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ اس نے کہا یہ زینب ہے بنو حنظلہ میں سے ہے۔ میں نے پوچھا فارغ ہے یا مشغول ہے؟ تو اس نے کہا فارغ ہے میں نے کہا اسے میرے نکاح میں دے دو۔ بڑھیا بولی اگر تو اس کا کفو ہے تو...... یہ سن کر میں گھر چلا آیا اور قیلولہ کرنا چاہا مگر نیند نہ آئی، جب میں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو میں نے اپنے بھائیوں کا ہاتھ پکڑا جو قراء اور معزز لوگ تھے، ان میں علقمہ، ''اسود'' مسیّب'' اور موسیٰ بن عرفطہ'' تھے اور میں چلا اس کے چچا کے پاس جانے کا ارادہ تھا۔

اس کا چچا آیا اور اس نے پوچھا اے ابوامیہ تمہاری ضرورت کیا ہے؟ میں نے کہا تمہاری بھتیجی زینب۔ اس نے کہا اس کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تو میں نے کہا کہ اس کا نکاح مجھ سے کردو۔ جب وہ میرے نکاح میں آ گئی تو مجھے لوگوں نے بنوتمیم کے دلوں کی غلظت کے بارے میں بتایا تو میں نادم ہوگیا کہ میں نے بنوتمیمؓ کی عورت سے نکاح کیوں کیا؟ پہلے تو خیال آیا کہ طلاق دے دوں پھر خیال آیا کہ اسے اپنے پاس رکھتا ہوں پھر اگر وہ مجھے پسند آئی تو ٹھیک ہے ورنہ طلاق دے دوں گا۔

اے شعبی اگر تو مجھے دیکھتا۔ پھر اس کی رشتہ دار عورتیں اسے تحفے تحائف دینے آئیں پھر اسے میرے پاس بھیج دیا گیا۔ تو مجھے اس نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ جب عورت اپنے مرد کے پاس پہلی مرتبہ آئے تو شوہر کو دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اس عورت میں خیر مانگنی چاہیئے اور اس کے شر سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ تو پھر میں نے نماز پڑھی اور وہ میرے پیچھے میرے ساتھ نماز پڑھتی رہی۔ جب نماز پڑھ چکے تو اس کی خادمہ نے آ کر مجھے ایک چادر دی جو زعفران سے رنگی ہوئی تھی اور میرے کپڑے لے گئی۔

جب خلوت ہوئی تو میں نے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا تو اس نے کہا اے ابوامیہ اسی طرح بیٹھے رہو پھر کہا۔ الحمدللہ، میں اللہ کی حمد کرتی ہوں اس سے مدد چاہتی ہوں اور محمد ﷺ پر اور ان

کی آل پر درود بھیجتی ہوں۔ میں تمہارے لئے ایک اجنبی عورت ہوں مجھے تمہارے اخلاق کا کوئی علم نہیں اس لئے جو تمہیں پسند ہے وہ مجھے بتا دو تا کہ میں وہی کام کروں اور جس سے منع کرو گے رک جاؤں، اس نے مزید کہا کہ تمہارے لئے تمہاری قوم میں اور میرے لئے میری قوم میں بہت رشتے تھے مگر یہ اللہ کا فیصلہ تھا جو ہو چکا اور میں تمہاری ہو چکی ہوں لہذا اللہ کے حکم کو پورا کرو۔ کہ

''پس روک لینا ہے اچھے طریقے سے یا چھوڑ دینا ہے احسان کی ساتھ'' (البقرہ آیت نمبر ۲۲۹) میں اپنی یہی بات کہتی ہوں اور اپنے اور تمہارے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔

شریح نے کہا، اے شعبی! اس نے مجھے ایک تقریر کرنے پر مجبور کر دیا اور ایسی جگہ پر۔ بہرحال میں نے کہا الحمد للہ۔

میں اللہ کی حمد کرتا ہوں اس سے مدد چاہتا ہوں اور نبی کریم اور ان کی آل پر درود بھیجتا ہوں۔ امابعد۔

تم نے اپنی بات کہہ لی اب اگر اس پر قائم رہو گی تو یہ تمہارے فائدے میں ہے اور اگر اس کو چھوڑ و گی تو تم پر حجت ہوگی۔ میں یہ یہ پسند کرتا ہوں اور وہ وہ ناپسند کرتا ہوں ہم اکٹھے ہیں جدامت کرنا جو اچھی بات دیکھو تو اسے نقل کر سکتی ہو اگر کوئی بری بات دیکھو تو اسے چھپا لینا اور میں نے کچھ اور بھی کہا جو ابھی نہیں بتا سکتا۔

اس نے پوچھا گھر والوں سے ملنا تمہیں پسند ہے؟ میں نے کہا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے سسرال والے مجھے تنگ کریں۔ اس نے کہا تمہیں کون کون سے پڑوسی پسند ہیں کہ میں جنہیں گھر میں آنے کی اجازت دوں اور کون ناپسند ہیں جنہیں اجازت نہ دوں؟ میں نے بتایا فلاں لوگ پسند ہیں فلاں لوگ ناپسند ہیں۔

شریح نے کہا کہ میں نے ایک بہترین رات گزاری۔ اور وہ میرے ساتھ رہتی رہی مگر میں نے صرف پسندیدہ باتیں دیکھیں کوئی ناگوار بات نہ ہوئی۔ ایک دن میں مجلس قضاء سے واپس آیا یہ سال گزرنے کے بعد کی بات ہے دیکھا کہ ایک بڑھیا اسے کچھ سمجھا رہی ہے یہ کرو وہ نہ کرو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ فلاں رشتہ دار ہے پھر اس کی یہ امر و نہی ختم ہوگئی۔ جب میں بیٹھا تو وہ بڑھیا آئی اور اس نے سلام کیا۔ میں نے جواب دیا اور

پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے بتایا میں فلاں سسرالی ہوں میں نے کہا اللہ آپ کو مقرب فرمائے اس نے پوچھا تم نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ میں نے کہا یہ اچھی بیوی ہے اس نے کہا عورت کے دو حال ایسے ہیں جن میں بری نہیں کہلاتی ایک یہ کہ جب وہ بچہ جن لے۔اور دوسرا کہ وہ شوہر کے پاس خوش ہو۔اگر تمہیں کوئی بات بری لگے تو کوڑا اٹھانے کا تمہیں حق ہے۔خدا کی قسم ناز ونخرے والی عورت سے زیادہ بری کوئی چیز مردوں کے گھر میں نہیں ہوتی۔ تو میں نے کہا۔

خدا کی قسم یہ مؤدذب ہے اور بہت اچھی تربیت پائی ہے اور اس نے بہت محنت کی ہے اور اچھی محنت کی ہے۔تو بڑھیا نے پوچھا کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری سالیاں وغیرہ تمہارے پاس آتی رہیں تو اس نے کہا ہاں جب چاہیں آ جائیں۔تو یہ بڑھیا میرے پاس ہر سال آتی رہی اور مجھے نصیحت وغیرہ کرتی رہتی زینب میرے ساتھ بیس سال رہی میں نے اسے کبھی تکلیف نہ دی مگر صرف ایک مرتبہ اور اس وقت بھی زیادتی میری طرف سے تھی۔

ہوا یوں کہ فجر کی میں نے سنتیں پڑھ لیں اور مؤذن نے اقامت شروع کر دی میں محلے کی مسجد کا امام تھا اچانک ایک بچھو چلتا نظر آیا میں نے ایک برتن لے کر اس کو دبا دیا اور بیوی کو کہا کہ ”اے زینب برتن کو میرے آنے تک چھوڑنا نہیں، شعبی اگر تو وہاں ہوتا، بس میں نماز پڑھا کر آیا اتنے میں بچھو اسے ڈنک مار چکا تھا میں نے فوراً دوا وغیرہ منگوائی اور اس کی انگلی پر لگا کر الحمد اور معوذتین پڑھنے لگا۔

اس کے بارے میں شریح نے اشعار کہے ہیں۔

رایت رجالا یضر بون نساء هم
میں نے مردوں کو دیکھا ہے کہ اپنی بیویوں کو مارتے ہیں

فشلت یمینی حین اضرب زینبا
اگر میں زینب کو ماروں تو میرا دایاں ہاتھ شل ہو جائے

ا ا ضر بها فی غیر ذنب اتت به
کیا میں اسے بغیر اس کی غلطی کے ماروں

فما العدل منی صرب من لیس مذنبا
میرا مارنا یہ انصاف نہ ہوگا اسے جو قصور وار نہیں

فزینب شمس والنساء کو اکب

زینب سورج ہے اور دوسری عورتیں ستارے ہیں

اذا طلعت لم تبدمنھن کو کبا

جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ان ستاروں میں سے کوئی نظر نہیں آتا۔

(۶۰) ایک ماں کی اپنی بیٹی کو نصیحت

ایک ماں نے اپنی بیٹی کی رخصتی کی رات اسے نصیحت کی اور اس نے یہ کہا۔

میری بچی! تو آج اس گھر کو چھوڑ کر جارہی ہے جہاں تو پیدا ہوئی اور اپنی وہ زندگی جس سے تو پروان چڑھی ختم کر کے ایسے شخص کے پاس جارہی ہے جسے تو نہیں جانتی، اور ایسے ہمجولی ملیں گے جن سے تجھے الفت نہیں۔ اس شخص کی غلام بن جانا وہ تیرا غلام بن جائے گا، اور میری دس نصیحتیں یاد رکھنا جو تیرے لئے بڑا ذخیرہ ہوگا۔(۱)

(۱) ہر حال میں راضی رہنا قناعت اختیار کرنا۔

(۲) اپنے شوہر کی ہمیشہ اطاعت کرنا۔

(۳) اس کی نظر کا خیال رکھنا یعنی کبھی وہ تجھے کسی برے یا ناپسندیدہ کام اور حال میں نہ دیکھے۔

(۴) اس کی ناک کا خیال رکھنا یعنی وہ تجھ میں سے کبھی ناگوار بو محسوس نہ کرے۔

(۵،۶) اس کے کھانے اور نیند کے وقت کا خیال رکھنا اس لئے کہ بھوک کی شدت بھڑکاتی ہے اور نیند خراب ہونا غصہ دلاتا ہے۔

(۷) اس کے مال کی حفاظت کرنا۔

(۸) اس کے عیال اور عزت وجاہ کا لحاظ رکھنا۔

(۹) کبھی اس کے حکم کی نافرمانی نہ کرنا۔

(۱۰) اس کا راز کبھی نہ کھولنا۔

اگر تو نے اس کی نافرمانی کی یا اس کے دل کو ٹھیس پہنچائی، یا اس کے راز کو کھولا تو اس کی

(۱) المستطرف للابیشی (ص ۲۳۷)

بے وفائی سے بچ نہیں سکے گی۔
''اور خبردار جب وہ پریشان ہو یا غم میں ہو تو اس کے سامنے ہنسنا نہیں اور جب وہ خوش ہو تو منہ بنا کر نہ بیٹھنا۔''
کوئی سی ایسی مسلمان عورت جو اپنی بیٹی کو اس طرح کی نصیحت کرتی ہو اس کی بیٹی عمل کرے تو اس کا گھر خرابی اور بدبختی سے بچ جاتا ہے۔

(۶۱) ایک عقل مند اور مضبوط رائے کی مالک لڑکی

اوس بن حارثہ سے مروی ہے کہ حارث بن عوف عرب کے سرداروں میں سے تھا ایک دن وہ کسی کے ہاں رشتہ لے کر آیا، اس کے گھر میں جا کر اس کی بیوی سے کہا تمہاری بڑی بیٹی کو بلا کر میرے بارے میں بتاؤ۔ تو اوس نے اپنی بیٹی کو بلا کر کہا کہ یہ حارث بن عوف ہے سادت عرب میں سے ہے یہ رشتہ لے کر آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارا نکاح اس سے کردوں، تم کیا کہتی ہو؟ تو لڑکی نے کہا، نہ کریں۔ اس نے پوچھا کیوں؟ تو لڑکی بولی اس لئے میرے اخلاق میں بدتمیزی اور زبان میں حدت ہے اور میں کوئی اس کی چچازاد نہیں ہوں جو یہ مجھ پر رحم کرے گا اور نہ ہی یہ ہمارے شہر کا باسی ہے جو آپ سے شرمائے گا، مجھے ڈر ہے کہ یہ مجھ میں کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے گا تو طلاق دے دے گا اور پھر یہ میرے لئے گالی بن کر رہ جائے گی۔ یہ سن کر باپ نے کہا اچھا تم جاؤ اللہ برکت دے۔
پھر اس نے اپنی دوسری بیٹی کو بلایا اور بڑی بیٹی کی طرح اسے بھی بتایا اس نے بھی تقریباً یہی جواب دیا۔ پھر اس نے تیسری بیٹی کو بلایا وہ ان دونوں سے بہت چھوٹی تھی اسے بھی اس نے یہی بتایا اور اس لڑکی سے کہا کہ میں نے اس کا رشتہ تیری دونوں بہنوں پر پیش کیا تھا مگر انہوں نے انکار کر دیا، باپ نے انکار کی وجہ نہیں بتائی تو چھوٹی لڑکی نے کہا۔
واللہ! میں چہرے سے حسین، اخلاق میں بلند اور رائے کی اچھی لڑکی ہوں اگر یہ مجھے طلاق دے بھی دے گا تو میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گی۔ تو باپ نے کہا اللہ تجھے برکت عطا فرمائے۔ یہ کہہ کر وہ حارث کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیٹی ہنیسہ کا نکاح تجھ سے کر دیا تو اس نے کہا میں نے نکاح قبول کیا۔
پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے تیار کرو اور اچھے کپڑے وغیرہ دے پھر اس نے

ایک کمرہ خالی کرا کے اس میں اپنے داماد کو ٹھہرایا۔ اور وہاں اس کے پاس اپنی بیٹی کی رخصتی کر دی۔ جب یہ لڑکی وہاں گئی تو داماد تھوڑی دیر بعد ہی نکل کر میرے پاس آ گیا میں نے پوچھا بڑی جلدی فارغ ہو گئے اس نے کہا نہیں، میں نے لڑکی کا ہاتھ تھامنا چاہا تو اس نے کہا کہ رکو کیا میرے باپ اور بھائیوں کے گھر میں؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر اوس نے سفر کا حکم کیا اور پھر ہم سفر میں چلتے رہے اور جہاں تک اللہ نے چاہا چلتے گئے پھر اس نے مجھے کہا کہ تو آگے نکل! میں آگے نکل گیا وہ بیوی کو لے کر دوسرے راستے پر چلا مگر تھوڑی دیر بعد ہی واپس آملا۔ میں نے پوچھا بیوی سے فارغ ہو گئے؟ اس نے کہا نہیں اس نے مجھے روک دیا اور کہا کیا کسی پکڑی جانے والی قیدی باندی کی طرح مجھ سے سلوک کرو گے؟ نہیں واللہ! یہ اس وقت تک نہ ہو گا جب تک تم اونٹ اور بکرے ذبح کر کے عرب کی دعوت نہ کرو جیسا کہ تجھ جیسے لوگ مجھ جیسی لڑکی کے لئے دعوت کرتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا مجھے اس لڑکی میں بڑی ہمت اور عقل نظر آتی ہے۔ تو حارث نے کہا واقعی تو سچ کہتا ہے میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ یہ بڑی سمجھدار عورت نکلے گی۔

پھر ہم اپنے شہر پہنچ گئے حارث نے اونٹ اور بکریاں لے کر ذبح کئے اور ولیمہ کا اہتمام کیا پھر اپنی دلہن کے پاس گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی نکل آیا میں نے پوچھا کیا فارغ ہو گئے؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے پوچھا، وہ کیوں؟ اس نے کہا میں اس کے پاس گیا تو اس کو کہا کہ میں نے مال حاضر کر دیا جیسا تم چاہتی تھیں۔ اس نے کہا مجھے تمہارا وہ شرف بتایا گیا تھا جو تم میں نہیں ہے۔ میں نے پوچھا وہ کس طرح؟ تو وہ بولی۔ کیا تم نکاح کے لئے فارغ ہو گئے حالانکہ عرب آپس میں لڑ رہے ہیں (اس زمانے میں بنو قیس اور ذبیان کی لڑائی چل رہی تھی) میں نے کہا تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ اس نے کہا تم قوم کے پاس جاؤ اور ان کے درمیان صلح کراؤ پھر اپنی دلہن کے پاس آؤ گے تو وہ تمہارے ارادے سے تمہیں نہیں روکے گی۔ ”میں نے کہا میں اسے عقلمند اور مضبوط رائے والی دیکھ رہا ہوں۔“

حارث نے کہا میرے ساتھ چلو، ہم وہاں سے نکلے قول والوں کی پاس آئے اور ان میں صلح کی بات کی وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ مقتولین کا حساب لگا کر ان کے بدلے دیت دی جائے۔ ہم نے ان سے دیتیں وصول کیں اور یہ تقریباً تین ہزار اونٹ تھے تو ہم اچھی نسل کے نر اونٹ لے کر لوٹے۔

اس کے بعد حارث اپنی دلہن کے پاس گیا اس نے کہا اب تم کو میں نہیں روکوں گی۔ اس لڑکی نے اس کے پاس بڑی لذت وعیش کی خوبصورت زندگی گزاری۔ اور اس سے حارث کو اللہ تعالیٰ خوب اولاد عطا فرمائی۔(۱)

(۶۲) ظلم کی ابتداء کرنے والے زیادہ ظالم

قاضی محمد بن ابی لیلیٰ اپنے دور قضاء کا ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ

ایک دن میں اپنی مجلس قضاء میں بیٹھا ہوا تھا، میرے پاس ایک بڑھیا اور ایک نوجوان لڑکی آئی اور بڑھیا آتے ہی بولنے لگی، پھر وہ لڑکی بولی کہ اللہ تعالیٰ قاضی کو نیکی عطا فرمائے اسے کہیں کہ یہ چپ ہو جائے میں اپنی اور اس کی بات کروں گی اگر میں کہیں غلطی کروں تو یہ بڑھیا مجھے ٹوک دے۔

پھر وہ کہنے لگی۔ کہ

یہ بوڑھی عورت میری پھوپھی ہے میرے والد مجھے ان کی نگرانی میں چھوڑ کر وفات پا گئے تھے تو اس نے میری تربیت کی اور بہت اچھی تربیت کی جب میں جوان ہوگئی تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ شادی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تو میں نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں اور اس طرح ہر لڑکی کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو اس نے میری شادی ایک زرگر (سنار) سے کر دی۔

وہ اور میں گویا دو پھول تھے وہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے علاوہ کوئی اور نہیں بنائی اور میں بھی یہی سمجھتی کہ اس کے علاوہ اللہ نے کوئی اور پیدا نہیں کیا وہ روزانہ بازار جاتا اور کما کر شام کو گھر لوٹ آتا۔

میری پھوپھی نے جب ہم دونوں کا ایک دوسرے سے اتنا لگاؤ دیکھا تو وہ حسد میں مبتلا ہوگئی ایک دن اس نے اپنی بیٹی کو خوب بناؤ سنگھار کیا اور میرے شوہر کے آنے کے وقت اسے میرے پاس بھیجا تو میرے شوہر کی نظر اس پر پڑ گئی اس نے میری پھوپھی سے اس کا رشتہ مانگا میری پھوپھی نے کہا "ایک شرط ہے" وہ یہ کہ تو اپنی بیوی (یعنی میرا) کا معاملہ میرے ہاتھ میں دے دے، میرے شوہر نے کہا "میں اس کا معاملہ تیرے سپرد کر دیا تو

(۱) المستطرف للابشیہی (ص ۲۴۳/۷)

پھوپھی نے کہا کہ میں نے اسے تین طلاق دے دیں۔" اسکے بعد اپنی بیٹی کا نکاح اس زرگر سے کردیا اور وہ اس کے ساتھ بھی اسی طرح رہنے لگا صبح جاتا شام کولوٹ آتا۔

جب میری عدت گزر گئی تو میں نے اسے کہا کہ پھوپھی جان اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کا گھر چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہو جاؤں اس نے کہا ٹھیک ہے میں دوسری جگہ منتقل ہو گئی۔ میری پھوپھی کا شوہر کافی عرصہ سے غائب تھا وہ واپس آ گیا تو اس نے میرا بھی پوچھا کہ بھتیجی کہاں ہے؟ تو پھوپھی نے بتایا کہ اس کی شادی ہوگئی تھی وہاں سے طلاق ہوگئی اور وہ دوسری جگہ رہ رہی ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس پر جو مصیبت گزری ہے ہمیں اس کی تسلی کے لئے جانا چاہئے۔ مجھے اس کے آنے کی اطلاع ملی تو میں نے خوب بناؤ سنگھار کیا اور اس کے سامنے آئی، اس نے مجھے سلام کیا اور میری اس مصیبت پر مجھے تسلی دی اور پھر کہا کہ، میری کچھ جوانی ابھی باقی ہے اگر میں تجھ سے نکاح کرلوں تو تجھے اعتراض تو نہیں، میں نے کہا کہ مجھے اعتراض نہیں لیکن پھوپھی کا معاملہ میرے سپرد کردو، اس نے میرے سپرد کردیا تو میں نے اسے تین طلاق دے دیں۔

وہ لڑکی کہہ رہی تھی کہ پھر وہ کسی مسافر کی طرح اپنا سامان لے کر میرے گھر میں منتقل ہو گیا اس کے پاس چھ ہزار درہم بھی تھے پھر کچھ عرصے وہ میرے ساتھ رہا اور بیمار ہو کر مر گیا۔

جب میری عدت گزر گئی تو میرا پہلا شوہر آیا اور تعزیت کی۔ جب مجھے اس کے آنے کا معلوم ہوا تو میں نے خوب بناؤ سنگھار کیا پھر اس کے سامنے آئی اس نے مجھ سے کہا کہ اے فلانہ تجھے معلوم ہے کہ مجھے دنیا میں تو سب سے زیادہ محبوب اور عزیز تھی اور اب تو رجوع کرنا بھی ہمارے لئے حلال ہو گیا ہے تمہاری کیا مرضی ہے؟

تو میں نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر میری پھوپھی زاد کا معاملہ میرے ہاتھ میں دے دو۔ تو اس نے اس کا معاملہ میرے ہاتھ میں دے دیا تو میں نے کہا کہ میں نے اسے تین طلاقیں دیں۔ یہ سن کر بڑھیا اچھل پڑی اور فوراً بولی اللہ تعالیٰ قاضی کو نیکی عطا فرمائے میں نے تو اس کے ساتھ ایسا ایک ہی بار کیا تھا جب کہ اس نے دو بار کیا ہے۔

پھر قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا ایک کے بدلے ایک اور ابتداء میں ظلم کرنے والا زیادہ ظالم ہوتا۔ چل اپنے گھر جا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا پھر قاضی نے یہ آیت پڑھی۔

اور جو شخص دشمن کو اسی قدر تکلیف پہنچائے جس قدر (اس دشمن کی طرف سے) اس کو تکلیف پہنچی تھی اور پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا۔ (سورۃ الحج آیت نمبر ۶۰)

(۶۴۳) خیانت کا انجام

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ ایک انصاری جہاد کے لئے روانہ ہوا اور اس نے اپنے چچازاد کو اپنے گھر کی خبر گیری کے لئے وصیت کی۔ ایک رات اس کا چچازاد اپنی بھابھی سے خیریت معلوم کرنے آیا تو دیکھا کہ چراغ روشن ہے اور خوشبو مہک رہی ہے اور ایک شخص اس کے چچازاد کے بستر پر ٹیک لگائے یہ اشعار گنگنا رہا ہے۔

واشعث غره الا سلام منی
اور اشعث کو اسلام نے مجھ سے دھوکے میں رکھا
خلوت بعرسه بد ر التمام
اور میں اس کی پورے چاند جیسی دلہن سے خلوت میں ہوں
ابیت علی ترا بتها ویغدو
میں اس کے سینے پر رات گذاروں گا
علی جرداء لا حقة الحزام
اور وہ صبح کرے گا چھوٹے بال والے تنگ کسے گھوڑے پر
کان مجا مع الربلات منها
گویا کہ اس عورت کی رانوں کے بل
فئام ینتمین الی فئام
جماعتیں ہیں جو ایک دوسری پر چڑھی جاتی ہیں

یہ سن کر مجاہد کے چچیرے بھائی سے برداشت نہ ہوسکا وہ گھر میں داخل ہوا اور اس شخص کو قتل کر دیا۔ یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی آپ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا:

لوگو میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اگر وہ شخص جس نے اس شخص کو قتل کیا ہے اگر یہاں

موجود ہے اور میری آواز سن رہا ہے تو وہ کھڑا ہو جائے چنانچہ وہ کھڑا ہو کر بولا۔ میں حاضر ہوں اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اس شخص کا کیا قصہ ہے۔ تو اس نے پوری بات بتائی اور اس کے اشعار بھی سنائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا تو نے اس کی گردن اڑائی تھی؟ اس نے کہا جی ہاں اے امیر المومنین! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اسے دور کرے اس واقعی اپنا خون ہدر کروادیا تھا۔

(یعنی وہ شخص اپنی حرکت کی وجہ سے مباح الدم بن چکا تھا کہ اس کو قتل کرنا جائز ہو گیا تھا۔)

(۶۴) شیطانی وسوسہ

بنی اسرائیل کے ایک شخص کا قصہ پیش خدمت ہے باوجود اس کے کہ یہ موضوع سے مطابقت نہیں رکھتا عبرت و نصیحت کے لئے اسے لکھ دیا ہے۔

عدی بن ثابت سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے یہ سنا کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا جس نے عرصہ دراز اللہ کی عبادت میں گذار دیا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے پاس کسی پاگل کو لایا جاتا تو یہ دم کر کے اسے ٹھیک کر دیتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے حجرے میں ایک عورت کو لایا گیا جس نے کوئی گناہ کیا تھا لہذا توبہ کے لئے اس کے گرجے میں چھوڑ دیا گیا، اس عورت کے بھائی اسے چھوڑ گئے شیطان نے راہب کو خوب بہکایا حتیٰ کہ اس نے عورت سے بدکاری کر لی۔

تھوڑے عرصے کے بعد عورت کا حمل ظاہر ہو گیا اور شیطان نے اسے خوف دلایا اور اسے عورت کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ حتیٰ کہ اس نے اسے قتل کر کے دفن کر دیا۔ اس کے بعد شیطان اس عورت کے بھائیوں سے فرداً فرداً ملا اور اسے راہب کے فعل کے بارے میں بتایا، پھر بھائی ایک دوسرے سے ملے اور انہوں نے آپس میں ذکر کیا کہ ایک آدمی نے اس طرح بتایا ہے دوسرے نے بھی اس کی تصدیق کی تو یہ سب راہب کے پاس آئے اور پوچھا ہماری بہن کہاں گئی؟ اس نے کہا کہ وہ یہاں سے چلی گئی اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں گئی ہے؟ پھر یہ بات بادشاہ وقت تک پہنچی اور لوگوں نے اس راہب کو گرجے سے اتار لیا اور

راہب نے اپنے گناہ کا اقرار بھی کرلیا تو اس کے قتل کا حکم دے دیا گیا لہذا اسے صلیب دینے کے لئے لکڑی پر لٹکا دیا گیا۔

شیطان پھر ایک آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا اور اس سے کہا کہ میں ہی وہ ہوں جس نے تجھے یہ سب کچھ سمجھایا اور یہ سب کچھ کرآیا ہے اب جو کچھ میں کہوں اگر تو اس پر عمل کرے گا تو میں تجھے یہاں سے چھڑا دوں گا؟ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ شیطان نے کہا مجھے سجدہ کر لے۔ راہب نے سجدہ کرلیا اور اسی لمحے اسے قتل کر دیا گیا۔ یہ راہب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت داخل ہے۔

شیطان کی سی مثال ہے کہ (پہلے تو) انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جا جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں۔ (الحشر آیت نمبر ۱۶)

(۶۵) بزرگ نے اپنے ہونٹ ہلائے

ایک عورت امام حافظ ''بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ'' کے پاس آئی اور کہا کہ میرے بیٹے کو افریقیوں نے قید کرلیا ہے، میں اس کی یاد میں راتوں کو نہیں سوتی میرے پاس ایک انگوٹھی ہے جس کو بیچ کر میں اسے چھڑانا چاہتی ہوں اگر آپ مناسب سمجھیں تو کسی آدمی کا پتہ بتا دیں جو اسے خرید لے تا کہ میں اس کی رقم سے اپنے بیٹے کو چھڑانے کی کوشش کروں مجھے رات اور دن کبھی قرار نہیں آتا نہ مجھے نیند آتی ہے نہ ہی صبر ہوتا ہے اور نہ آرام آتا ہے۔

ان بزرگ بقی بن مخلد نے فرمایا۔ ہاں ابھی چلی جاؤ میں ذرا اس معاملے پر غور کرلوں پھر انشاء اللہ بتاؤں گا۔ یہ کہہ کر ان بزرگ نے اپنی گردن جھکائی اور اپنے ہونٹ ہلائے۔ اللہ تعالیٰ سے اس عورت کے بیٹے کی بازیابی کے لئے دعا فرمائی۔

عورت چلی گئی مگر تھوڑے دن کے بعد واپس آئی تو اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا اس نے کہا، بزرگ اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے اس کا واقعہ سن لیں۔ حضرت بقی بن مخلد نے پوچھا یہ سب کیسے ہوا؟ تو اسنے بتایا کہ میں ان غلاموں میں شامل تھا جو بادشاہ کی خدمت پر مامور تھے ہمیں زنجیروں سے باندھ کر رکھا جاتا تھا ایک دن میں چل رہا تھا کہ زنجیر میرے پاؤں سے کھل کر گر گئی۔

میرا نگران آیا اور اس نے مجھے برا بھلا کہا اور پوچھا کہ زنجیر کیوں کھولی ہے؟ میں نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے نہیں کھولی اور نہ مجھے پتہ ہے وہ دوبارہ لوہار کو لائے اس نے اسے دوبارہ ٹھیک کیا۔ جب میں کھڑا ہوا تو وہ پھر گرگئی۔

توان لوگوں نے اپنے راہب سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ کیا اس کی ماں زندہ ہے؟ تو میں نے کہا ہاں زندہ ہے۔ تو اس راہب نے کہا کہ اس کی ماں نے اس کے لئے دعا کی ہے اور اس کی دعا قبول ہوگئی ہے لہذا اسے چھوڑ دو تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور امن دیا حتیٰ کہ میں بلاد اسلام میں پہنچ گیا۔

یہ سن کر حضرت بقی بن مخلد نے اس سے وہ وقت پوچھا جب زنجیر کھل کر گری تھی تو اس نے جو وقت بتایا۔ یہ وہی وقت تھا جب انہوں نے اس کے لئے دعا کی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد فرما کر اسے رہائی دلا دی۔

(۶۶) ”رحم دل بادشاہ“

سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور میں مسلمان کہلائے جانے والے چند چور افریقیوں کی بستی میں جا کر چوریاں کرتے حتیٰ کہ انسانوں کو بھی اٹھالاتے ایک مرتبہ وہ کسی شیر خوار بچے کو اس کے جھولے سے اٹھالائے یہ تین ماہ کا بچہ تھا اس کی ماں کو تو شدید غم لاحق ہوا اس نے اپنے بادشاہ سے اس بات کی شکایت کی تو اس نے اس عورت کو کہا کہ ”مسلمانوں کا بادشاہ بڑا رحم دل ہے ہماری طرف سے تجھے اجازت ہے تو اس کے پاس جا کر اپنا معاملہ پیش کر۔

چنانچہ وہ عورت سلطان صلاح الدین ایوبی کی پاس آئی اور اپنا دکھڑا سنایا اور بات کرتے ہوئے خوب روئی تو سلطان پر بھی رقت طاری ہوگئی اس کے بھی آنسو بہنے لگے، پھر سلطان نے اس عورت کے بچے کی بازیابی کا حکم دے دیا وہ بچہ بازار میں بک چکا تھا چنانچہ خریدار کو اس کی خرچ کردہ رقم دے کر بچہ واپس لے لیا گیا۔

سلطان اس وقت تک کھڑا رہا جب تک بچہ نہ لایا گیا پھر ماں نے اس بچے کو گود میں لے لیا اور گود میں اسے پیار کرنے لگی اور خوشی کے مارے رونے لگی۔ پھر سلطان نے حکم دیا کہ اس عورت کو گھوڑے پر سوار کر کے عزت سے ان لوگوں کی قیام گاہ پہنچا دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سلطان پر رحمت نازل فرمائے اوران کی مغفرت فرمائے۔

(٦٧) ''کیا تو ڈرتی ہے کہ میں اسے قتل کردوں گا''

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت کو بعض قبائل کی طرف امور دینیہ سکھانے کے لئے بھیجا لیکن ان لوگوں نے دھوکہ کرکے بعض صحابہ کو شہید کردیا اور بچ جانے والے صحابہ کو امان دے دی۔

مگر پھر دوبارہ غداری کی اوران صحابہ کو مکہ میں بیچ دیا۔ ان صحابہ میں جلیل القدر صحابی حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے ''جنگ بدر'' میں حارث کو جہنم واصل کیا تھا، بنی حارث نے انہیں خرید لیا اور فیصلہ کیا کہ انہیں حارث کے بدلے قتل کردیا جائے۔ چنانچہ یہ چند دن ان کے ہاں قید رہے۔

ان کے قتل سے کچھ دیر پہلے حضرت خبیب نے ان کے ایک چھوٹے بچے سے چھری مانگی تاکہ پھل وغیرہ کاٹیں تو وہ بچہ چھری لایا حضرت خبیب نے مسکراتے ہوئے اس سے چھری لے لی اوراس بچے کو اپنی گود میں بیٹھا لیا اوراس سے کھیلنے لگے۔

ادھر بچے کی ماں نے بچہ کو نہ پایا تو اسے خوب ڈھونڈا بالآخر جب اس نے دیکھا تو بچے کو حضرت خبیب کی گود میں بیٹھا کھیلتا پایا خبیب کی ہاتھ میں چھری تھی وہ عورت ڈرگئی کہ اب خبیب اسے انتقاماً قتل کردیں گے کیونکہ اب تھوڑی دیر بعد انہیں بھی قتل کیا جانے والا ہے اور خبیب کو بھی یہ بات معلوم ہو چکی تھی۔

لیکن یہ جلیل القدر صحابی جنہوں نے مدرسہ رسول ﷺ سے تربیت پائی اس عورت کی یہ حالت دیکھ کر سمجھ گئے اور فرمانے لگے۔ کیا تو ڈرتی ہے کہ میں اس بچے کو قتل کردوں گا؟ انشاء اللہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ پھر وہ بچہ اپنی ماں کے پاس چلا گیا اوراس نے اسے بڑی محبت سے اپنے سینے سے لگا لیا۔

اس بچے کی ماں کہا کرتی تھی کہ ''میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں حالانکہ مکہ میں ان دنوں پھل نہ تھے اور وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، یہ خوشہ یقیناً انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوتا تھا۔

(۶۸) ''مجھے اللہ تعالیٰ اور اسلام نے روک دیا''

جب فتح مکہ مکمل ہوئی تو آنحضرت ﷺ بیت اللہ کا طواف فرمانے لگے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل کا شکر ادا فرمایا۔

اتنے میں ایک مشرک جس کا نام ''فضالہ بن عمیر لیثی'' تھا وہ موقع کی تاک میں تھا کہ موقع ملتے ہی آنحضرت ﷺ کو شہید کردے۔ یہ آنحضرت ﷺ کے قریب آیا آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا ''کیا تو فضالہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا تیرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کچھ نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہوں آپ ﷺ نے مسکرا کر استغفار پڑھی، اور پھر فضالہ کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا اس کا دل پر سکون ہو گیا۔ فضالہ نے بعد میں کہا کہ خدا کی قسم آنحضرت ﷺ نے میرے سینے سے ہاتھ اٹھایا بھی نہ تھا کہ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ آپ سے محبت ہو گئی۔ اس کے بعد فضالہ اپنے گھر گیا تو بیوی نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ (یعنی رسول اللہ ﷺ کا معاملہ کیا ہوا) تو اس نے جواب دیا کہ ''مجھے اللہ تعالیٰ اور اسلام نے اس کام سے روک دیا۔''

(۶۹) بہترین انجام تقوے کا ہے

ابو عبداللہ بن جعفر بن محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص کسی کام سے شہر سے باہر گیا، اس کی ایک بیوی تھی، اس شخص نے اپنے بھائی کو اس کی خبر گیری اور ضروریات کی فراہمی کے لئے وصیت کی، تو اس کا بھائی اس کے پاس آتا اور ضروریات کی اشیاء پوچھ کر فراہم کرتا ایک دن اس کی نظر عورت پر پڑ گئی تو اس کی نیت خراب ہو گئی اس نے عورت کو بہکانے پھسلانے کی کوشش کی مگر عورت نے منع کر دیا، اس نے دھمکی دی کہ اگر تو میری بات نہ مانے گی تو تجھے قتل کر دوں گا، عورت نے کہا میں نہیں مانوں گی اور تیری کوئی بات نہیں سنوں گی تو جو چاہے کر لے۔

اس کی بات سن کر اس کا دیور خاموش ہو گیا مگر جب اس کا بھائی آیا تو اس نے اس سے حال احوال پوچھے اور اس نے اپنی بھابھی پر الزام لگا دیا اور کہا کہ بھائی! تجھے معلوم ہے کہ تیری بیوی نے مجھے غلط بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی؟ اور اس نے یہ کیا وہ کیا وغیرہ۔ بھائی نے کہا، کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا جو کہہ رہا ہوں سچ ہے۔

جب شوہر گھر میں آیا تو اس کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے اپنے بھائی کی بات کی

تصدیق کرے یا کچھ پوچھے۔ اس نے رات کو بیوی کو تلوار سے گھائل کر دیا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ مر چکی ہے تو وہاں سے چلا گیا۔

مگر عورت میں ابھی جان باقی تھی وہ لڑکھڑاتی ہوئی وہاں سے چلی اور ایک راہب کے گرجے کے پاس پہنچ گئی راہب نے جب اس کے کراہنے کی آواز سنی تو وہ نیچے اترا اور عورت کو زخمی دیکھا تو اپنے حبشی غلام کو آواز دی اور دونوں مل کر اسے گرجا گھر میں اٹھا لائے۔ اور راہب نے مسلسل اس کا علاج کیا حتیٰ کہ وہ عورت تندرست ہو گئی۔

اس راہب کا ایک چھوٹا بچہ تھا جس کی ماں مر چکی تھی راہب نے کہا کہ اگر تو جانا چاہے تو اس بچے کو بھی لے جا اور اگر یہیں رہنا چاہے تو یہیں رہتی رہ تو عورت نے کہا میں یہاں رہ کر ہمیشہ تیری خدمت کروں گی۔

اس کے بعد یہ عورت راہب کے بیٹے کی پرورش کرنے لگی ایک دن اس کے حبشی غلام کی نیت خراب ہو گئی اس نے عورت کو کہا کہ اگر میری بات نہ مانے گی تو تجھے قتل کر دوں گا۔ عورت نے کہا تیری بات میں ہرگز نہیں مانوں گی تو جو چاہے کر لے۔ جب رات ہوئی تو حبشی غلام نے اس کے پاس سوئے ہوئے راہب کے بچے کو قتل کر دیا۔

اور راہب کے پاس جا کر بولا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس خبیث عورت نے تمہارے بیٹے کے ساتھ کیا کیا؟ راہب گھبرا گیا اس نے پوچھا بتاؤ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ اس عورت نے تیرے بیٹے کو ذبح کر دیا ہے۔ یہ سن کر راہب وہاں آیا اور اس نے اپنے بیٹے کو خون میں لت پت دیکھا تو عورت سے پوچھا یہ سب کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں البتہ تیرے غلام نے مجھے قتل کی دھمکی دی تھی۔ یہ کہہ کر اس نے پورا واقعہ بتا دیا۔

راہب نے کہا کہ مجھے تیرے معاملے میں شک ہو گیا ہے اب میں تیرا یہاں رہنا مجھے پسند نہیں۔ یہ پچاس دینار لے اور جہاں تجھ سے ممکن ہو سکے وہاں چلی جا یہ عورت وہ دینار لے کر چل پڑی حتیٰ کہ ایک بستی میں آ کر رکی وہاں دیکھا کہ ایک شخص کو سولی دی جا رہی ہے وہاں حاکم اور لوگ جمع ہیں اس عورت نے حاکم سے کہا کہ میں اگر تجھے پچاس دینار دوں تو کیا اس شخص کو چھوڑ دے گا؟ اس نے کہا لاؤ مجھے دینار دو۔ اس نے پچاس دینار حاکم کو دیئے اور اس نے آدمی کو چھوڑ دیا۔

اس بچنے والے شخص نے کہا کہ جو کچھ تو نے میرے لئے کیا ہے ایسا کوئی کسی کے لئے

نہیں کرتا میں تجھ سے الگ نہیں ہوں گا بلکہ زندگی بھر تیری خدمت کروں گا۔ اس کی بعد یہ دونوں چلتے چلتے سمندر کے کنارے آ گئے لوگ کشتیوں میں سوار ہو رہے تھے لہذا یہ دونوں بھی سوار ہو گئے یہ عورت خوبصورت بھی تھی جب کشتی والوں نے اسے دیکھا تو آدمی سے پوچھا کہ یہ عورت تیری کیا لگتی ہے؟ اس نے کہا میری غلام ہے۔ پوچھنے والے کی نیت خراب ہو گئی اس نے پوچھا۔ کیا تو اسے بیچے گا؟ اس نے کہا مجھے اس کی فروخت پسند نہیں کیونکہ اگر میں فروخت کروں گا اور جب اس عورت کو معلوم ہوگا تو اسے تکلیف ہوگی کیونکہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور اس نے مجھ سے عہد بھی لیا ہے کہ میں اسے فروخت نہیں کروں گا۔

دوسرے شخص نے کہا چپ چاپ سے بیچ کر چلا جا اور اسے مت بتا اس طرح اس نے عورت کو بیچ دیا اور ڈھیر سارا ملک لے کر چلا گیا اس خرید و فروخت پر کشتی کے مسافر گواہ بن گئے اور عورت زنانے حصے میں تھی اسے کچھ پتہ نہ چلا۔

جب کچھ سفر طے ہو گیا تو خریدنے والے نے اٹھ کر اس عورت کو بتایا کہ میں نے تجھے خرید لیا ہے تو یہ عورت بولی۔ اے، اللہ سے ڈر میں تو آزاد عورت ہوں، آدمی نے کہا اپنی بات چھوڑ وہ تیرا مالک تھا، چھوڑ گیا ہے اب تو اسے پا نہیں سکتی۔ اتنے میں کشتی کے دوسرے مسافر بھی آ گئے اور انہوں نے کہا اے اللہ کی دشمن! اس شخص نے تجھے خریدا ہے ہم اس کے گواہ ہیں۔

اس عورت نے کہا تمہارا ستیاناس ہو۔ اللہ سے ڈرو میں ایک آزاد عورت ہوں اور میرا کوئی مالک ہرگز نہیں ہے۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ اٹھ اور اس عورت کی عزت خراب کر دے ورنہ یہ نہیں مانے گی۔ یہ آدمی بری نیت سے اس کی طرف بڑھا تو اس عورت نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی اور ان لوگوں کے لئے بددعا کی اچانک کشتی الٹ گئی اور اس عورت کے سوا کوئی بھی زندہ نہیں بچا۔

ساحل پر ایک بادشاہ نے اس عورت کو بچایا اور پھر اس سے اس کے حالات پوچھے اور پھر اس کو شادی کا پیغام دے دیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا ایک قصہ ہے اس لئے میرے لئے شادی جائز نہیں ہے۔ بادشاہ نے اسے اپنے گھر میں عزت سے رکھا، اور جب بھی امور مملکت میں کوئی پریشانی ہوتی یہ اس سے آ کر مشورہ کرتا اور اس کے مشورے میں برکت پاتا۔ حتیٰ کہ اس کی موت کا وقت قریب آ گیا، تو اس نے اپنے اہل مملکت کو جمع کیا اور پوچھا۔

میں تمہارے لئے کیسا تھا؟ لوگوں نے کہا کہ "رحم دل باپ کی طرح تھا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ پھر اس نے پوچھا کہ میرے احکامات اور فیصلے شروع سے آخر کیسے تھے؟ لوگوں نے کہا نہایت سمجھداری اور دانش مندی کے فیصلے تھے۔

بادشاہ نے کہا کہ میرے سارے فیصلے اس عورت کے مشورے سے ہوئے تھے اور میں نے تمہارے بارے میں ایک اور فیصلہ کیا ہے لوگوں نے پوچھا کیسا فیصلہ؟ تو بادشاہ نے کہا کہ میرے بعد حکمران یہ عورت ہوگی۔ لوگوں نے اسے منظور کرلیا اور پھر یہ عورت ان کی ملکہ بن گئی۔ بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔

عورت نے تمام لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا تا کہ لوگ اس سے بیعت کرلیں لوگ جمع ہونے لگے اور یہ دیکھتی رہی اس کے سامنے سے اس کا شوہر اور دیور گزرے اس نے حکم دیا کہ ان دونوں کو علیحدہ کھڑا کرو۔ اس کے بعد سولی سے بچنے والا شخص گزرا اس نے اسے بھی علیحدہ کھڑا کردیا پھر راہب اور اسکا غلام گزرے پھر اس نے انہیں بھی علیحدہ کرلیا۔ پھر سب لوگ چلے گئے تو اس نے ان لوگوں کو بلوایا اور اپنے شوہر سے مخاطب ہوکر بولی۔

کیا تو مجھے جانتا ہے؟ شوہر نے کہا نہیں واللہ صرف اتنا کہ تو ہماری ملکہ ہے۔ اس نے کہا میں فلانہ ہوں تیری بیوی ہوں اور تیرے بھائی نے مجھ سے ایسا سلوک کیا تھا اس نے اس کی بات بتائی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ جب سے میں تجھ سے جدا ہوئی ہوں میرے قریب کوئی مرد نہیں آیا۔ پھر اس کے بھائی کو بلوا کر اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

پھر اس نے راہب کو بلایا اور کہا جس چیز کی ضرورت ہو مجھ کو بتا دینا اور راہب کو اس کے غلام اور اس کے بچے کے قتل کا واقعہ بتایا پھر غلام کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد اس نے سولی سے بچ جانے والے شخص کو بلوایا اور اسے قتل کیے جانے اور سولی پر چڑھانے جانے کے احکامات جاری کیے۔

(۷۰) "تیری بیوی تم لوگوں میں زیادہ مکرم ہے"

قاضی واقدی نے بیان کیا ہے کہ عرفہ کے دن میری بیوی میرے پاس آ کر بولی "کہ ہمارے پاس عید کے خرچے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، یہ سن کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس گیا اور قرض کے لئے اپنی ضرورت بتائی اس نے ایک سیل بند تھیلی نکالی جس میں

بارہ سو درہم تھے“ وہ مجھے دی میں وہ لے کر گھر واپس آ گیا۔
ابھی میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ بنو ہاشم کے ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت مانگی اس نے اپنے غلہ کی ناپیدگی، خستہ حالی اور قرض کی ضرورت کا ذکر کیا تو میں اپنی بیوی کے پاس آیا وہ حیران تھی اس نے پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ میں آدھی رقم اسے دینا چاہتا ہوں تو میری بیوی نے مجھے کہا کہ خدا کی قسم! تم انصاف سے کام نہیں لے رہے تم نے ایک بازار والے شخص سے رقم لی اور تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص آتا ہے تو تم بازار والے کی رقم کا بھی آدھا اسے دے رہے ہو۔
یہ سن کر میں نے وہ تھیلی نکالی اور ویسی کی ویسی اس کے حوالے کر دی میرا وہ تاجر دوست اس ہاشمی سے قرض مانگنے گیا اور اس نے یہی تھیلی اسی طرح سیل بند اس کے حوالے کر دی، جب میرے دوست نے وہ تھیلی دیکھی تو پہچان گیا اور دوبارہ میرے پاس لے آیا۔
اس کے بعد میرے پاس ”یحییٰ بن خالد“ کا قاصد آیا اور اس نے کہا کہ وزیر صاحب امیر المومنین کے کاموں میں مشغول ہیں اور تمہیں بلا رہے ہیں میں اس کے پاس سوار ہو کر گیا اور اسے تھیلی کا قصہ اور اس کے ادھر ادھر منتقل ہونے کا واقعہ بیان کیا۔ تو اس نے غلام کو آواز دی اور اسے کہا جا کچھ دینار لے کر آ۔ وہ دس ہزار دینار لایا اس نے وہ مجھے دیئے اور کہا دو ہزار تو رکھ لے دو ہزار اس ہاشمی کو دینا، اور دو ہزار تیرے تاجر دوست کو دینا باقی چار ہزار تیری بیوی کے ہیں کیونکہ وہ تم سب میں زیادہ مکرم ہے۔ (۱)

(۷۱) عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل

یہ عرب کی ایک بڑی شاعرہ تھیں، جمال، کمال اور اچھے اخلاق کی مالک انتہائی ذہین اور عقل مند خاتون تھیں۔ ان کا نکاح عبداللہ بن ابی بکر الصدیق سے ہوا تھا یہ عبداللہ کی رائے پر غالب آ گئیں اور اسے غزوات، معاش، اور تجارت سے غافل کر دیا۔
کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس سے گزرے یہ اپنی بیوی سے باتوں میں مشغول تھے جمعہ کا دن تھا حضرت صدیق نماز کے لئے جا رہے تھے وہ نماز پڑھ کر واپس آ گئے مگر وہ اسی طرح اپنی بیوی سے باتوں میں لگے رہے

(۱) الجلیس الصالح الکافی (ص ۳۱۴)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں آواز دے کر پوچھا کہ کیا تم نے جمعہ کی نماز پڑھی؟ عبداللہ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہاہاں پڑھ لی۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کہا کہ عاتکہ نے تمہیں معاش اور تجارت سے تو دور کر ہی دیا تھا اور اب فرض نمازوں سے بھی غافل کر دیا ہے اسے طلاق دے دو تو عبداللہ نے انہیں ایک طلاق دے دی اور وہ ان سے الگ ہو گئیں۔

ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھت پر رات میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک انہوں نے عبداللہ کی آواز سنی وہ کہہ رہے تھے۔

اعاتک لا انساک ما ذر شارق

اے عاتکہ! جب تک چاند چمکتا رہے گا میں تجھے نہیں بھولوں گا۔

وما ناح قمری الحمام المطوق

اور جب تک کنٹھی دار کبوتر کی مادہ نوحہ کرتی رہے گی۔

اعاتک قلبی کل یوم ولیلة

اے عاتکہ ہر رات و دن میرا دل

لدیک بما تخفی النفوس معلق

تیرے پاس اٹکا ہوا ہے جہاں جانیں چھپتی ہیں

لها خلق جزیل ورای منطق

اسے اخلاق جزیلہ اور بولنے والی رائے

وخلق مصون فی حیاء مصدق

اور سچی حیاء میں محفوظ اخلاق حاصل ہیں

فلم ارمثلی طلق الیوم مثلها

میں نے کسی اپنے جیسے کو نہیں دیکھا جس نے آج اس جیسی عورت کو طلاق دی ہو

ولا مثلها فی غیر شئی تطلق

اور نہ اس جیسی عورت، جسے بے بات طلاق دی گئی ہو۔

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا یہ کلام سنا تو ان کا دل پسیج گیا انہوں نے عبداللہ کو کہا کہ عاتکہ سے رجوع کر لو۔ یہ سن کر عبداللہ اپنے غلام "ایمن" کے پاس آئے اور اسے کہا کہ تو اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے تو گواہ رہ کہ میں نے عاتکہ سے رجوع کر لیا ہے، یہ کہہ کر وہ گھر کے آخری حصہ میں جہاں عاتکہ تھیں "آئے" اور یہ اشعار کہے۔

اعاتک قد طلقت فی غیر ریبة
اے عاتکہ تجھے بغیر شک کے طلاق دی گئی تھی
ورجعت للامرا لذی هو کائن
اور تجھ سے رجوع کیا گیا ایسے امر میں جو ہونے والا ہے
کذلک امر اللّٰہ غاد ورائح
اسی طرح اللہ کا حکم صبح و شام چلتا ہے
علی الناس فیه الفة وتبائن
لوگوں پر جس میں ملنا اور جدائی ہے
لیهنک انی لا اری فیک سخطة
تا کہ تجھے مبارک باد دے کہ میں تجھ میں کوئی ناراضگی نہیں پاتا
وانک قد تمت علیک المحاسن
اور تو بے شک ایسی ہے کہ تمام محاسن تجھ پر آ کر ختم ہوتے ہیں

جب عبداللہ نے ان سے رجوع کیا تو انہیں اس وعدہ پر ایک باغ دیا کہ وہ ان کے بعد کسی سے نکاح نہیں کرے گی۔

عبداللہ ایک تیر لگنے سے شہید ہو گئے اور جب عاتکہ کی عدت گزری تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ عبداللہ نے یہ باغ مجھے اس وعدہ پر دیا تھا کہ میں ان کے بعد شادی نہیں کروں گی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی سے مسئلہ پوچھ لو انہوں نے فتویٰ مانگا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ باغ عبداللہ کے گھر والوں کو دے دو پھر نکاح کر سکتی ہو۔ اس طرح ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو گیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو گئے اور جب ان کی عدت گزر گئی تو حضرت

زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام نے ان سے نکاح کیا، حضرت زبیر انتہائی غیرت والے تھے انہوں نے نماز کے لئے بھی ان کے باہر جانے کو پسند نہ کیا اور منع کر دیا تو عاتکہ نے انہیں جواب دیا کہ کیا میں تمہاری غیرت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے مصلے کو چھوڑ دوں جہاں میں نے آنحضرت ﷺ اور شیخین کے پیچھے نماز پڑھی ہے تو حضرت زبیر نے کہا میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ یہ جسم کی بہت بھاری خاتون تھیں جب یہ صبح نماز کے لئے نکلیں تو حضرت زبیر ان سے پہلے وضو کر کے سقیفہ بنی ساعدہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور جب یہ وہاں سے گزریں تو چھپ کر ان کی پشت پر ایک دھپ رسید کی تو عاتکہ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اسے کیا ہے اللہ تیرے ہاتھ توڑے اور واپس گھر آ گئیں "حضرت زبیر کو پہچان نہ سکیں۔"

جب حضرت زبیر نماز پڑھ کر واپس آئے تو انہیں کہا کہ آج میں نے تمہیں نماز میں نہیں دیکھا کیا بات ہے؟ تو انہوں نے کہا۔ اے ابو عبداللہ، اللہ تم پر رحم کرے لوگ تمہارے بعد خراب ہو گئے ہیں آج کل اجتماع گاہ کی نماز سے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے اور گھر کی نماز سے کوٹھڑی میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا کہ اے علی میں تمہیں قتل ہوتے دیکھنا نہیں چاہتی۔" اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے جسے فوری شہادت مطلوب ہو وہ عاتکہ سے نکاح کر لے۔" پھر ان سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کر لیا اور حضرت حسین کی شہادت کے بعد ان کا رخسار مٹی سے سب سے پہلے انہوں نے ہی اٹھایا۔

"اس کے بعد انہوں نے نکاح نہ کیا۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جسے شہادت مطلوب ہو وہ عاتکہ سے نکاح کر لے۔"

(۷۲) عزت وحمیت کا منظر

نیشاپور میں ایک عورت نے اپنے شوہر پر پانچ سو دینار کا دعویٰ کیا اور اسے قاضی کی عدالت میں لے آئی، شوہر نے مال کے حق کا انکار کیا قاضی نے کہا کہ شوہر پر حق ثابت کرنے کے گواہ لے کر آؤ۔ وہ گواہ لے آئی۔

گواہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک گواہی نہ دیں گے جب تک یہ اپنا چہرہ نہ دکھا دے تاکہ ہمیں پتہ چل جائے کہ یہ وہی عورت ہے یا کوئی اور ہے۔ عورت نے ارادہ بھی کرلیا کہ اپنا چہرہ کھول دے مگر اس کے شوہر کو غیرت آ گئی اور اس نے چیخ کر کہا، کیا تم میری بیوی کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہو؟ قاضی صاحب! میں اقرار کرتا ہوں کہ میری بیوی کے مجھ پر چھ سو دینار واجب ہیں۔

قاضی کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا اور حاضرین بھی اس کی غیرت وحمیت سے بڑے حیران ہوئے۔ اتنے میں عورت نے کہا قاضی صاحب! میں آپ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے حق سے دستبردار ہوتی ہوں اور میں نے اسے یہ رقم معاف کی لوگ اور بھی بہت زیادہ حیران ہوئے۔

قاضی نے کہا لوگو! اس بات کو لکھ لو اور اس واقعہ کو صفات حمیدہ کے بیان میں رکھ لو۔

(۷۳) ازدہ بنت حارث بن کلدہ

یہ وہ مجاہدہ ہے جس نے لڑائی کے میدان میں بڑی بے خوفی اور دلیری سے اپنا کردار ادا کیا، مورخین نے ان کا یہ عبرت ونصیحت آموز واقعہ نقل کیا ہے۔

اہل میسان مسلمانوں سے جنگ کے لئے جمع ہوئے ان کے مقابلے کے لئے حضرت مغیرہ بن شعبہ مرغاب پہنچے دجلہ کے پیچھے دشمن تھا، یہ دیکھ کر ازدہ نے عورتوں سے کہا کہ ہمارے مرد دشمن کے گھیرے میں ہیں ان کے پیچھے آنے کا خطرہ ہے اگر وہ آ گیا تو ہمارا دفاع کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ مسلمان تعداد میں کم بھی ہیں انہیں شکست بھی ہوسکتی ہے اس لئے اگر ہم ان کی طرف بڑھیں تو دشمن کے حملے سے محفوظ ہوسکتی ہیں اور دشمن بھی یہ سمجھے گا کہ مسلمانوں کو مدد آ پہنچی ہے اس طرح اس ترکیب سے دشمن کا حوصلہ بھی پست ہوگا۔

ان عورتوں نے اپنے دوپٹے سے جھنڈے بنائے اور ازدہ کی قیادت میں چل پڑیں ازدہ یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

یا ناصر الا سلام صفًا بعد صف

ان تہز موا وتدبروا عنا نخف

او یغلبوکم یغمروا فینا القلف

''اے اسلام کے صف درصف مددگارو کہیں تم شکست کھا کر پیچھے نہ آؤ یہ ہمیں ڈر ہے یا وہ تم پر غالب نہ آ جائیں اور ہماری عورتوں پر حملہ آور ہو جائیں۔''

پھر یہ وہاں جا پہنچیں جہاں مسلمان اور مشرکین نبرد آزما تھے۔ مشرکوں نے جب جھنڈا بردار لشکر اپنی طرف آتا دیکھا تو وہ سمجھے کہ مسلمانوں کی کمک آ گئی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان ان کے پیچھے گئے اور انہیں زبردست شکست سے دوچار کیا۔

(۴۷) نفیسہ بنت الحسن بن زید بن الحسن

کتاب اللہ کی حافظ، حدیث کی عالم، جن سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی سماعت کی۔

مصر کے حاکم نے ان کے وقت میں ظلم کیا تو لوگ اس کی شکایت کرنے ان کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا کہ وہ کب سوار ہوگا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ کل شہر میں داخل ہوگا۔ تو یہ ایک رقعہ لکھ کر اس کے راستے میں کھڑی ہو گئیں اور حاکم کو وہ رقعہ دیا اس نے لی کر پڑا تو اس میں لکھا تھا۔

تم بادشاہ بنے، تم نے لوگوں کو قیدی بنالیا، تمہیں قدرت عطا ہوئی تو تم نے طاقت کا غلط استعمال کیا، تمہیں مالک بنایا گیا تو تم نے ظلم کیا تمہارے پاس رزق بہت آیا تم نے اسے لوگوں سے روکا۔

''حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ صبح کے تیر کبھی خطا نہیں ہوتے، وہ دل جنہیں تم نے تکلیف دی وہ جگر جنہیں تم نے بھوکا رکھا وہ جسم جنہیں تم نے برہنہ کیا ان سب کا حساب تمہیں دینا ہے، محال ہے کہ مظلوم مر جائے اور ظالم باقی رہے جو چاہے کرو ہم صبر کرتے رہیں گے۔ زیادتی کرو ہم اللہ کی پناہ لیں گے۔ ظلم کرو ہم اللہ پر توکل کریں گے، اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ وہ بدلتے ہیں۔''

اس کے بعد حاکم نے عدل وانصاف سے کام لینا شروع کر دیا۔ جب نفیسہ کی وفات کا وقت آیا تو یہ اس وقت روزے سے تھیں لوگوں نے ان سے اصرار کیا کہ یہ افطار کر لیں (روزہ توڑ دیں) تو انہوں نے جواب دیا کہ، واہ حیرت کی بات ہے گزشتہ تیس سال سے میں

دعا کر رہی تھی کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس جاؤں تو روزے کی حالت میں ہوں۔ تو کیا اب میں افطار کر لوں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

ان کے لئے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے ہاں اور وہ ان کا ولی ہے ان کے اعمال کے بدلے۔ (الانعام آیت نمبر ۱۲۷)

ان کا انتقال ہو گیا اور یہ قاہرہ میں مدفون ہوئیں۔

(۷۵) حضرت سودہ بنت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سودہ بنت عمارہ الھمد انیہ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس وفد لے کر گئیں حضرت معاویہؓ نے ان سے پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے انہوں نے کہنا شروع کیا۔

"اے امیر المومنین۔ آپ لوگوں کے سردار اور ان کے امور کے لئے پیشوا بنے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ سے ہمارے بارے میں اور اس حق کے بارے میں جو حق اس نے ہمارا آپ پر رکھا ہے ضرور پوچھے گا یہ والی برابر ہم پر آتا ہے کہ کون تمہاری عزت کو اٹھے آپ کی حکومت کے نام سے ظلم کرتا ہے ہمیں گیہوں کی طرح کاٹتا ہے اور بیلوں کی طرح روندتا ہے ہماری تحقیر کرتا اور ہم سے اچھا مال مانگتا ہے۔

"یہ بسر بن ارطاۃ ہے جو میرے شہر میں آیا میرے آدمیوں کو قتل کیا اور مال لے گیا اگر تابعداری نہ ہوتی تو ہم میں بھی عزت اور روکنے کی طاقت ہے اگر اسے ہم پر سے معزول کریں گے تو ہم شکر گزار ہوں گے ورنہ آپ کو دکھلا دیں گے۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا تو مجھے اپنی قوم سے ڈرا رہی ہے خدا کی قسم! میں چاہوں تو تمہیں سخت مینکیوں پر "بسر" کی طرف لوٹا دوں اور تمہیں اس تک پہنچا دوں تو وہ تم پر اپنا حکم نافذ کرے گا (یعنی سختی کرے گا)

اس وقت سودہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر جھکایا اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے اس نے اپنا سر اٹھا کر یہ اشعار پڑھے۔

صلی الله علی جسم تضمنها
قبر فاصبح فیه العدل مدفونا

قد حالف الحق لا یبغی به بدلا
فصار الحق والایمان مقرونا

''اللہ تعالیٰ نے ایک جسم پر جسے قبر نے ملا لیا ہے پیغام رحمت بھیجا تو عدل بھی اس کے ساتھ دفن ہوگیا اس نے حق کو قسم دلائی کہ اس کا بدل نہیں چاہے گا تو وہ حق اور ایمان سے مقرون ہوگیا۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وہ کون ہے؟ سودہ نے کہا علی بن ابی طالب انہوں نے کہا کہ اس نے ایسا کیا جس کی وجہ سے وہ تمہیں اتنا عزیز ہوگیا تو حضرت سودہ نے کہا ''میں ان کے پاس ایک شخص کی جو صدقات پر والی مقرر تھا'' شکایت کرنے آئی، ہمارے اوران کے درمیان ایسی اجنبیت تھی جو پتلے اور موٹے کے درمیان ہوتی ہے'' میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھا جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مصلے سے نیچے آئے اور بڑی عاجزی سے پوچھا کہ تمہاری کوئی حاجت ہے؟ تو میں نے انہیں اس شخص کے بارے میں بتایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمانے لگے۔

اے اللہ تو گواہ ہے کہ میں نے انہیں خلقت پر ظلم کرنے کے لیے مقرر نہیں کیا۔ ''اور نہ ہی تیرے حق کے ترک کا حکم دیا ہے۔''

پھر انہوں نے اپنی جیب سے جراب کا ایک ٹکڑا نکالا اور اس پر لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل آئی ہے کہ ناپ کو پورا کرو اور ترازو کو ایمان داری سے تولو اور لوگوں کو کوئی چیز کم نہ کرو نہ ہی زمین میں فساد پھیلاؤ اللہ کی نعمت تمہارے لئے بہتر ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔ (ھود آیت نمبر ۸۴۔۸۵) جیسے ہی تم میرا خط پڑھو تو جو تمہارے ہاتھ میں ہمارے کام کی چیز ہو اس کی حفاظت کرو حتی کہ تم سے اسے لینے والا آجائے والسلام۔

میں نے ان سے وہ خط لے لیا خدا کی قسم انہوں نے نہ اسے سیل بند کیا اور نہ ہی اسے چھال سے باندھا لیکن میں نے اسے اس خط سے معزول کردیا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم تمہیں علی ابن ابی طالب نے حاکم پر جرات کرنا سکھا دیا اور یہ سب

اچھا نہیں ہے۔

پھر آپ نے حکم دیا کہ سودہ کے لئے انصاف اور اس کے مال کی واپسی کا فرمان لکھو۔ تو سودہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کیا صرف میرے لئے یا میری ساری قوم کے لئے؟ انہوں نے کہا کہ صرف تیرے لئے ہے تو سودہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا خدا کی قسم اگر ایسا ہوگا تو میری قوم والے فاحش اور لعنت کرنے والے ہوں گے۔ اگر عدل شامل حال ہوگا تو ٹھیک ہے ورنہ میں بھی اپنی قوم کی طرح محروم ہی ہوں۔

تو حضرت معاویہ نے حکم دیا کہ اس کے اور اس کی ساری قوم کے لئے انصاف کا فرمان لکھو۔" (۱)

(۷۶) ایک بیوی کی وفاداری

ایک لڑکی کے میکہ والوں نے ارادہ کیا کہ اب اس کا شوہر غریب ہوگیا ہے اس لئے ان کے درمیان جدائی کرادی جائے۔ چنانچہ انہوں نے یہ معاملہ حاکم کی عدالت میں بھیجا۔ حاکم نے لڑکی کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور جب لڑکی آئی تو اس کا حسن و جمال دیکھ کر حاکم اس پر فریفتہ ہوگیا۔ تو حاکم نے اس کے شوہر کو کہا کہ ہم اس لڑکی کو تمہارے اور ہمارے درمیان کسی کو چننے کا اختیار دیتے ہیں شوہر نے کہا آپ کی مرضی۔

حاکم نے لڑکی کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے سعدیٰ تجھے ہم میں سے کون پسند ہے؟ بادشاہ اپنی عزت شرف اور محل میں یا یہ دیہاتی اپنی بھوک اور ٹاٹ کے لباس میں لڑکی نے شوہر کی طرف اشارہ کیا۔ اور شعر پڑھا۔

هذا وان كان في جوع واطمار
اعز عندي من اهلي ومن جاري

"یہ شخص اگر چہ بھوک اور پھٹے ہوئے لباس میں ہے مجھے میرے گھر والوں اور پڑوسیوں سے زیادہ عزیز ہے اس نے کہا خدا کی قسم زمانے کی مصیبتوں میں میں اسے رسوا نہیں کروں گی کیونکہ یہ عیش والی زندگی میں بھی میرے ساتھ تھا اور میں تنگ دستی اور خوشحالی

(۱) مزید تفصیل کے لئے بلاغات النساء ص ۳۵۔ العقد الفرید ۲ ص ۱۰۲۔ التذکرۃ الحمدونیۃ ۲ ص ۲۱۔ اور ہماری مترجم کتاب "دور تابعین کی نامور خواتین ص ۱۵۱ تا ۱۵۹ ملاحظہ فرمائیں۔ (مترجم)

میں صبر وشکر کی زیادہ حق دار ہوں، سختی نرمی میں اور جو اللہ نے قسمت لکھی ہے اس پر راضی ہوں۔" حاکم اس لڑکی کی عقل مندی اور دانائی سے بڑا حیران ہوا اس نے لڑکی کو دس ہزار درہم انعام میں دیئے۔

(۷۷) مسلمان لڑکی کی پکار

ہم چاہتے ہیں کہ اپنی اس کتاب کو ایک حیرت انگیز قصدیے کے ساتھ ختم کریں یہ قصیدہ مسلمان لڑکی کے اخلاق سے گفتگو کرتا ہے اسے فضیلت اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہونے پر ابھارتا ہے اور خواہش پرستوں اور گمراہوں کے دعووں کی نفی کرتا ہے۔

ابنیتی لیس القبر ج والخروج هو الفضیلة

اے میری بچی بناؤ سنگھار اور باہر نکلنا کوئی فضیلت کی بات نہیں

هذا ادعاء العابثین لیقتلوا الا خلاق غیلة

جاؤ وا به من عالم قد ضل فی الدنیا سبیله

لا تخد عنک دعوة هی بین اظهرنا دخیله

انا لا اقول تمر عنی فی ظلمة الجهل ثقیله

ترجمہ: یہ فضول لوگوں کا شیوہ ہے تاکہ وہ اخلاق کو دھوکے سے ختم کردیں یہ اسے اس جہاں سے لائے ہیں جو دنیا میں اپنا راستہ کھو بیٹھا ہے تجھے ان لوگوں کی ہمارے درمیان آ کردی جانے والی دعوت دھوکہ نہ دے میں یہ کہتی نہیں کہ مجھ سے گزر کر بھاری جہالت کے اندھیرے میں چلی جا۔

شرف الفتاة وحسنها ان لا تمیل مع الرذیلة

فتنقبی بین الورای بجلالی شیمتک النبیلة

لک فی حمی الا سلام . لو تدرین .منزلة اثیلة

قد صانک الرحمن بالشرع المطهر فشکری له

ترجمہ: اک نوجوان لڑکی کی عزت اور حسن یہ ہے کہ وہ نیچ بات کی طرف مائل نہ ہو۔ تو نقاب ڈال لوگوں کے درمیان اپنی بہترین عادت کے جلال کے ساتھ تیرے لئے اسلام کی پناہ میں اگر تو سمجھے تو بڑی منزلت ہے۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے شریعت مطہرہ کے ذریعے بچایا ہے

اس کا شکر ادا کر۔

وحباک افضل ماحبا الا نسان بالنعم الجزیلة
فی غیر ظل اللہ سوف تزیغ فطرتک الا صیلة

ترجمہ: تیرا عطیہ افضل ہے اس سے جو انسانوں کو خوب نعمتیں عطا ہوئی ہیں غیر اللہ کے سائے میں عنقریب تیری بنیادی فطرت زنگ آلود ہو جائے گی۔

شفقت نساء الغرب فھی تئن یا ئسة ذلیلة
لو ترقبین ضمیرھا لسمعت فی الم عویله
وعلمت زیف الواقع المحزم والقیم الهذیلة

ترجمہ: مغرب کی عورتیں بد بخت ہو گئیں وہ عنقریب مایوس اور ذلیل ہوں گی اگر تو اس کے نتائج دیکھے تو تو سنے گی انہیں شدید دکھ درد میں۔ اور تجھے معلوم ہو جائے گا ان رغبت والی مہنگی چیزوں کا کھوٹا پن۔

یا ربة الشرف المصون علی التقی ارخی سدولة
انی اعیذک ان تکونی یا ابنتی ابدا جھولة
لک فی ذوات الفضل آیات وامثلة جمیلة
من کل طاھرة الذیول وکل عالمة جلیلة

ترجمہ: ”اے تقویٰ پر محفوظ عزت سے پرورش پانے والی سب پردے ہٹ جائیں گے میں تجھے خبردار کرتی ہوں کہ میری بچی تو ہمیشہ کی جاہل نہ بن جانا، تیرے لئے فضیلت والیوں میں نشانیاں اور خوبصورت مثالیں ہیں ہر پاک دامن عورت اور جلیل القدر عالمہ میں۔“

او کل مصلحة مربیة تد ین لھا الرجولة
ماضاق عنک البیت انت لکل مکرمة وسیله
عطف الا مو مة والحنان اکثر اکسر البطولة
فارعی به اغراسک الخضراء فی ازھی خمیله

ترجمہ: اور ہر مصلحہ اور مربیہ میں رجولت کم ہوگی۔ تیرے لئے گھر تنگ نہیں تو ہر اچھائی کے لئے وسیلہ ہے مامتا، اور محبت کے جذبے بہادری کو زیادہ توڑتے ہیں پس تو رعایت کرنا اپنے ہرے درختوں کی خوبصورت باغ ہیں۔

وتعهدى برعاية الرحمن ازهار الطفولة
ثم اسعدى مرضية اما واختا اوحليلة

ترجمہ: اور اللہ کے حکموں کی رعایت کے ساتھ بچپن والے پھولوں کی حفاظت کرنا پھر خوش بخت اور پسندیدہ ماں۔ بہن اور بیوی بن جانا۔

کتاب پوری ہوئی۔ والحمد للہ رب العالمین

کتاب کی تیاری میں جن اہم کتب سے مدد لی گئی

(۱) احکام القرآن للجصاص، المطبعۃ البھیہ المصریۃ
(۲) تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر
(۳) الدر المنثور فی تفسیر بالماثور للسیوطی، المیمنہ
(۴) جامع البیان عن تاوی آی القرآن، دار المعارف
(۵) اسباب النزول للواحدی نیشاپوری
(۶) الکشاف عن حقائق التنزیل ودقائق، التاویل للزمخشری
(۷) البرھان فی علوم القرآن للزرکشی
(۸) المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم
(۹) الموطا الامام مالک
(۱۰) المسند الامام احمد بن حنبل، دار المعارف
(۱۱) الجامع الصحیح للبخاری
(۱۲) صحیح مسلم
(۱۳) سنن ابی داؤد
(۱۴) جامع الترمذی
(۱۵) الترغیب والترھیب
(۱۶) فتح الباری
(۱۷) احیاء علوم الدین

(۱۸) تلبیس ابلیس
(۱۹) سیرت ابن ہشام
(۲۰) سیرۃ عمر بن عبدالعزیز
(۲۱) تاریخ الامم والملوک
(۲۲) وفیات الاعیان
(۲۳) البدایہ والنھایۃ
(۲۴) الاعلام للزرکلی
(۲۵) سبل السلام شرح بلوغ المرام
(۲۶) طبقات ابن سعد
(۲۷) مروج الذھب للمسعودی
(۲۸) فتوح البلدان
(۲۹) تاریخ الخلفاء
(۳۰) العقد الفرید
(۳۱) تاریخ الاسلام للذھبی
(۳۲) اسد الغابہ
(۳۳) صبح الاعشیٰ
(۳۴) المستطرف فی کل فن مستطرف
(۳۵) قصص العرب
(۳۶) صفۃ الصفوۃ
(۳۷) روضۃ العقلاء
(۳۸) اعلام النساء
(۳۹) اخبار النساء
(۴۰) حلیۃ الاولیاء

سیرۃ اور سوانح پر دار الاشاعت کراچی کی مطبوعہ مستند کتب

کتاب	تعارف	مصنف
سیرۃ حلبیہ اردو ۶ حصے ۳ جلد (کمپیوٹر)	سیرۃ النبی پر نہایت مفصل و مستند تصنیف	امام برہان الدین حلبیؒ
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۷ حصے در ۳ جلد	اپنے موضوع پر ایک شاندار علمی تصنیف مستشرقین کے جوابات کے ساتھ	علامہ شبلی نعمانیؒ / سید سلیمان ندویؒ
رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ۳ حصے یکجا (کمپیوٹر)	مشہور و مقبول ہو کر بکنے والی مستند کتاب	قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ
محسن انسانیت اور انسانی حقوق	خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد اور مستشرقین کے اعتراضات کے جواب	ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
رسول اکرم کی سیاسی زندگی	دعوت و تبلیغ سے سرشار حضور کی سیاست اور ملکی تعلیم	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
شمائل ترمذی	حضور اقدسؐ کے شمائل و عادات مبارکہ کی تفصیل پر مستند کتاب	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین	اس عہد کی برگزیدہ خواتین کے حالات و کارناموں پر مشتمل	احمد خلیل جمعہ
دور تابعین کی نامور خواتین	تابعین کے دور کی خواتین	〃
جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین	ان خواتین کا تذکرہ جنہوں نے حضورؐ کی زبان مبارک سے خوشخبری پائی	〃
ازواج مطہرات	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مستند مجموعہ	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری
ازواج الانبیاء	انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے حالات پر پہلی کتاب	احمد خلیل جمعہ
ازواج صحابہ کرام	صحابہ کرامؓ کی ازواج کے حالات و کارنامے	عبدالعزیز الشناوی
اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	ہر شعبۂ زندگی میں آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ آسان زبان میں	ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ
اسوۂ صحابہ ۲ جلد کامل یکجا	حضور اکرمؐ سے تعلیم یافتہ حضرات صحابہ کرام کا اسوہ	شاہ معین الدین ندویؒ
اسوۂ صحابیات مع سیر الصحابیات	صحابیات کے حالات اور اسوہ پر ایک شاندار علمی کتاب	〃
حیاۃ الصحابہ ۳ جلد کامل	صحابہ کرامؓ کی زندگی کے مستند حالات، مطالعہ کے لئے بے مثال کتاب	مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات طب پر مبنی کتب	ابن قیمؒ
نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم	سیرت کے حالات اور عربی قصائد و منظوم پر مشتمل عشق و ادب میں ڈوبی تصنیف	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
سیرۃ خاتم الانبیاء	بچوں کے لئے آسان زبان میں مستند سیرت، مدارس میں داخل نصاب	مولانا مفتی محمد شفیعؒ
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم	مشہور کتاب سیرۃ النبیؐ کے مصنف کی بچوں کے لئے آسان کتاب	سید سلیمان ندویؒ
سیرۃ خلفائے راشدین	مختصر انداز میں ایک جامع کتاب	مولانا عبدالشکور لکھنویؒ
الفاروق	حضرت عمر فاروقؓ کے حالات اور کارناموں پر محققانہ کتاب	علامہ شبلی نعمانیؒ
حضرت عثمان ذوالنورین	حضرت عثمانؓ 〃	معراج الحق عثمانی

سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	مختصر و آسان زبان میں	حضرت شاہ ولی اللہ	پیارے نبیؐ کی پیاری صاحبزادیاں	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں

کتاب	تعارف	مصنف
تاریخ اسلام ۳ حصے در ۱ جلد کامل	آغاز اسلام سے آخری خلیفہ کے زوال تک کی مستند تاریخ	شاہ معین الدین ندویؒ
اخبار الاخیار	ہند و پاک کے مشاہیر صوفیاء کا مستند تذکرہ	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
حالات مصنفین درس نظامی	پورا درس نظامی تصنیف کرنے والے ائمہ و علماء کے مستند حالات	مولانا محمد حنیف گنگوہی
نقش حیات	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خود نوشت سوانح	مولانا حسین احمد مدنیؒ
جہنم کے پروانہ یافتہ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جہنم پانے والے ملعون کفار کے حالات	احمد خلیل جمعہ

ناشر: دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱ پاکستان، فون و فیکس (۰۲۱) ۲۶۶۱۸۶۱

قرآن پاک اور مستند اسلامی و علمی کتب کا مرکز

دیگر اداروں کی کتب دستیاب ہیں، بیرون ملک بھیجنے کا انتظام ہے / فہرست کتب مفت ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں

دارالاشاعت کی مطبوعہ فقہی کتب ایک نظر میں

بہشتی زیور مدلل مکمل —— حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
فتاویٰ رحیمیہ اردو ۱۰ حصے —— مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری
فتاویٰ رحیمیہ انگریزی ۳ حصے " " "
فتاویٰ عالمگیری اردو ۱۰ جلد مع پیش لفظ مولانا محمد تقی عثمانی —— اورنگ زیب عالمگیر
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۲ حصے ۱۰ جلد —— مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲ جلد کامل —— مولانا مفتی محمد شفیع رح
اسلام کا نظام اراضی —— " " "
مسائل معارف القرآن (تفسیر معارف القرآن میں مذکور قرآنی احکام) " " "
انسانی اعضا کی پیوندکاری —— " " "
پراویڈنٹ فنڈ —— " " "
خواتین کے لیے شرعی احکام —— اہلیہ ظریف احمد تھانوی رح
بیمہ زندگی —— مولانا مفتی محمد شفیع رح
رفیق سفر سفر کے آداب و احکام —— " "
اسلامی قانون نکاح، طلاق، وراثت —— فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی
علم الفقہ —— مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رح
نماز کے آداب و احکام —— انشاء اللہ خان مرحوم
قانون وراثت —— مولانا مفتی رشید احمد صاحب
داڑھی کی شرعی حیثیت —— حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
الصبح النوری شرح قدوری اعلیٰ —— مولانا محمد حنیف گنگوہی
دین کی باتیں یعنی مسائل بہشتی زیور —— مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
ہمارے عائلی مسائل —— مولانا محمد تقی عثمانی صاحب
تاریخ فقہ اسلامی —— شیخ محمد خضری
معدن الحقائق شرح کنزالدقائق —— مولانا محمد حنیف گنگوہی
احکام اسلام عقل کی نظر میں —— مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
حیلۂ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح " " " "

دارالاشاعت ❁ اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱، پاکستان ۰۲۱،۲۶۳۱۸۶۱
مستند اسلامی و علمی کتب کا مرکز

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دارالاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

تفسیر عثمانی مع تفسیر عنوانات جدید کتابت ۲ جلد ____ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی

تفسیر مظہری اردو ____ ۱۲ جلدیں ____ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ

قصص القرآن ____ ۴ حصے، ۲ جلد کامل ____ مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ

تاریخ ارض القرآن ____ علامہ سید سلیمان ندویؒ

قرآن اور ماحولیات ____ انجینئر شفیع حیدر دانش

قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن ____ ڈاکٹر حقانی میاں قادری

لغات القرآن ____ مولانا عبدالرشید نعمانی

قاموس القرآن ____ قاضی زین العابدین

قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی) ____ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

ملک البیان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی) ____ حسان پبلشرز

امثال قرآنی ____ مولانا اشرف علی تھانویؒ

قرآن کی باتیں ____ مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو ۳ جلد ____ مولانا ظہور الباری اعظمی، فاضل دیوبند

تفہیم المسلم ۳ جلد ____ مولانا زکریا اقبال، فاضل دارالعلوم کراچی

جامع ترمذی ۲ جلد ____ مولانا فضل احمد صاحب

سنن ابو داؤد شریف ۳ جلد ____ مولانا سرور احمد صاحب، مولانا خورشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند

سنن نسائی ۳ جلد ____ مولانا فضل احمد صاحب

معارف الحدیث ترجمہ و شرح ۴ جلد ۷ حصے کامل ____ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب

مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات ۳ جلد ____ مولانا عابد الرحمن کاندھلوی / مولانا عبداللہ جاوید

ریاض الصالحین مترجم ۲ جلد ____ مولانا خلیل الرحمن نعمانی مظاہری

الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح ____ از امام بخاری

مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف ۵ جلد کامل ____ مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند

تقریر بخاری شریف ____ ۳ حصے کامل ____ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

تجرید بخاری شریف ____ ایک جلد ____ علامہ حسین بن مبارک زبیدی

تنظیم الاشتات ____ شرح مشکوٰۃ اردو ____ مولانا ابوالحسن صاحب

شرح اربعین نووی ____ ترجمہ و شرح ____ مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی

قصص الحدیث ____ مولانا محمد زکریا اقبال، فاضل دارالعلوم کراچی

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱ پاکستان، فون (۰۲۱) ۲۶۳۱۸۶۱ [illegible] قرآن پاک

دیگر اداروں کی کتب دستیاب [illegible] کا انتظام ہے [illegible]

انسان کی اولین درسگاہ اس کی ماں کی گود ہے۔ ماں اگر باکردار، صالحہ، مجسمہ تقوٰی و شرافت ہے تو یقیناً بچے کے اندر بھی یہی اوصاف پیدا ہو جائیں گے، ماں کے علاوہ عورت بیوی کی حیثیت سے بھی مرد کے لیے بہترین مشیر ثابت ہوسکتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس کارخانۂ عالم میں جتنے افراد نے ناموری پائی ان کی پشت پر ماں یا بیوی کی حیثیت سے خاتون کا کردار ضرور کارفرما رہا ہے۔ عبداللہ بن زبیر جیسے مرد کارزار ہو یا عبدالقادر جیلانی جیسے شہسوار میدانِ تصوف، محمود غزنوی جیسے بت شکن ہو یا صلاح الدین ایوبی جیسے نامور سلطان ماں کی حیثیت سے خواتین کا کردار ان کی تحریکات کے پیچھے نمایاں طور پر آپ کو نظر آئے گا۔

زیرِ نظر کتاب میں انہی نامور خواتینِ اسلام اور ان کے کردار کو یکجا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں ان مایہ ناز خواتین کا تذکرہ ہے جن کے کارناموں کو قرآن نے تا ابد اپنے اندر محفوظ کیا۔ دوسرا باب بناتِ رسولؐ اور تیسرا ازواجِ رسولؐ کے تذکرہ سے مزین ہے اور چوتھے باب میں بافضیلت صحابیات کا تذکرہ ہے جبکہ آخری باب میں امتِ مسلمہ کی عام خواتین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

قارئین بالخصوص خواتین کے لیے نہایت ہی مفید کتاب ہے۔ دورِ حاضر کی خواتین بھی ان باکردار ہستیوں کے سوانح کو پڑھیں اور ان کے اوصافِ حمیدہ کو اپنائیں تو انشاء اللہ ہمارے معاشرے میں واضح تبدیلی نظر آئے گی۔

اللہ ہر ماں، بہن، بیٹی کو ان اوصاف حمیدہ سے مزین ہونا نصیب فرمائے۔ آمین

E-mail: ishaat@cyber.net.pk

مومنات کا قافلہ اور ان کا کردار
DIU-04274